شر انگیز وفتنہ خیز کتاب ”محرم“ کا پوسٹ مارٹم
اور اُس کی گمراہ کُن تحریرات وہفوات پر غم و ماتم

مُلقب بہ

محرم پر ماتم

تالیفِ لطیف

حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری دامت برکاتہم
شیخ الحدیث دارالعلوم جامع الہدیٰ مراد آباد

Telegram : https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

شرانگیز وفتنہ خیز کتاب "محرم" کا پوسٹ مارٹم
اور اس کی گمراہ کن تحریرات وہفوات پر غم و ماتم

ملقب بہ

محرم پر ماتم

تالیفِ لطیف

حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری دامت برکاتہم
شیخ الحدیث دار العلوم جامع الہدیٰ مراد آباد

ناشر

مکتبہ نسیمیہ سرائے پختہ مراد آباد یوپی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

صراحت

نام کتاب ——— محترم پر ماتم

مصنّف ——— حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری دامت برکاتہم

صفحات ——— ۳۳۲

قیمت ———

کاتب ——— محمد یوسف قاسمی کاشی پوری

مطبع ———

بار دوم ——— ۱۱۰۰

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

فہرستِ مضامین

عنوانات	صفحات	عنوانات	صفحات
فہرست	۳	مصلحت پرستی یا صلح جوئی	۴۰
رائے گرامی	۹	اس کمینہ خصلت پر دلیل	۴۱
پیشکش	۱۷	ایک مشہور مغالطہ	۴۳
عربی منظوم	۱۸	شہرت کی شہوت اور ناموری کا بھوت۔	۴۴
مقدمہ	۱۹		
عمر بن عبدالعزیز کا عمل	۲۴	نام وری کا راستہ یا شہرت کا گُر	۴۵
محرم نذرِ آتش کیا گیا	۲۵	وہ راہ بھی غلط اور یہ راہ بھی غلط	۴۶
تاریخ دانی اور تاریخ خوانی میں فرق	〃	حکم ربانی اور تقاضۂ ایمانی۔	۴۷
وجہ تالیف	۲۹	چند معروضات آغاز سے پہلے	۵۰
تبصرہ کیوں	۳۱	نقلِ درخواست	〃
تبصرہ کا نام	〃	الجواب باتوفیق الوھاب	۵۴
مفتی صاحب محرم والے	۳۲	محرم کے چند ادبی نمونے	۵۵
مفتی صاحب کی ہمہ دانی	۳۴	نقدِ اجمالی	۶۵
مفتیِ ملت اور یزیدی نسبت	۳۵	دیگر دو خصوصیات	۶۶
شیخ الحدیث حضرت مولینا عبدالجبار صاحب اور مفتی صاحب	۳۶	تعارض و تکرار کی چند مثالیں	۶۷
		پہلی مثال	〃
قضیہ کا خاتمہ	۳۷	دوسری مثال	۶۸
ایک اور ایٹم بم	۳۹	تیسری مثال	〃

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

عنوانات	صفحات
چوتھی مثال	۶۹
انوکھی حساب دانی	۷۰
محرم کی معنوی خامیاں اور تحقیقی جائزہ	۷۱
ماہ محرم کی عظمت	۷۲
اسلام کی توہین	۷۲
معاملہ کی حقیقت	۷۴
یہ فضیلت ہے یا اہانت؟	۷۵
مہینہ حساب سے بڑھ گیا۔	″
عظیم واقعات سے محرم کی عظمت	۷۶
یہ شیعوں کا پروپیگنڈہ ہے	۷۷
کہیں یہ تو شیعوں کا پروپیگنڈہ نہیں ہے	۷۸
صحیح حدیث کا مطالبہ	۷۹
حضرت حسینؓ کی توہین	″
حضرات حسنینؓ کی توہین	۸۰
مطلب کیا ہے۔	۸۳
حضرت حسینؓ کی توہین اور مسلمانوں کی تکفیر	″
لطیفہ	۸۵
واقعۂ کربلا کا صاف انکار	″
یہ بے سروپا کہانی کس نے گھڑی	۸۷
صحابۂ کرام کی توہین کیسے لازم آتی	۸۸
انکارِ واقعۂ کربلا کا راز۔	۸۹
حدیث صحیح کا بیجا مطالبہ	۸۹
شیعوں پر تبرّا۔	۹۱
مفتی صاحب کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیے	″
تعزیوں کو فنا کرنے کی نایاب ترکیب	۹۲
جہاد کا ایک نام باطل بھی ہے۔	۹۴
تعزیہ محرم والے مفتی صاحب کی ایجاد۔	″
ماروں گھٹنا پھوٹے خیرآباد۔	۹۵
دشمن مان گئے مگر دوست	۹۷
خاندانِ ولی اللہ اور علمائے دیوبند کی تکفیر	۹۹
آیت کا غلط ترجمہ	″
حدیثوں کے ترجمے بھی غلط	۱۰۰
ایک دن کام سال بھر آرام	۱۰۲
بس تھوڑا سا قدم	۱۰۴
یزید کی زبردست حمایت	۱۰۵
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا خیال	۱۰۸
حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ارشادِ گرامی	۱۰۹
حضرت علامہ ابن تیمیہ کی تحقیق	۱۱۰
علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک بھی یزید فاسق ہے	۱۱۲

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

عنوانات	صفحات
علامہ ابن تیمیہ اور لعنت یزید کا مسئلہ۔	۱۱۴
یزید کے بارے میں حافظ ابن کثیر الدمشقی الشافعی کی رائے عالی	۱۱۶
ابن کثیر نے یزید کی تعریف کرنیوالوں کی تردید کی ہے۔	۱۲۴
ابن الجوزی اور شیخ عبدالمغیث میں فرق۔	۱۲۵
شیخ عبدالمغیث کی مصلحت	۱۲۶
ابن کثیر کے نزدیک یزید فاسق تھا۔	۱۲۷
حافظ ابن کثیر کے نزدیک یزید کا فسق وفجور متفق علیہ ہے۔	۱۲۸
فتنوں کی بنیاد	۱۲۹
حضرت حسینؓ کے اکرام پر معزولی	۱۳۲
حضرت امام غزالی کا محتاط ارشاد گرامی۔	۱۳۴
اندھی اور مکھی مار تقلید	۱۳۵
قاتل حسینؓ یزید ہے۔	۱۳۶
امام الفقہاء ابو الحسین الکیا الہراسی الشافعی کا فتویٰ	۱۳۸
ترجیح کس کے فتوے کو ہے	۱۳۹
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۰

عنوانات	صفحات
امام الکیا الہراسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۱
دونوں میں کون بڑھا ہوا ہے۔	۱۴۲
علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی مفتی بغداد صاحب روح المعانی کی تحقیق انیق	۱۴۴
حاصل کلام	۱۴۹
علامہ آلوسیؒ کا فیصلہ	۱۵۰
حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی کا فتویٰ	۱۵۲
فتویٰ حضرت علامہ مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۴
فقیہ الامت قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث نور اللہ مرقدہ کا فتویٰ۔	۱۵۶
خلاصہ فتویٰ عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب مفتی اعظم دار العلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۸
خاتم المحققین حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم دیوبند کا خیال سامی	۱۵۸

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

عنوانات	صفحات
مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولینا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کا فتویٰ	۱۶۰
قطب العالم شیخ عرب وعجم محدث اعظم حضرت مولانا زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا ارشاد گرامی۔	۱۶۵
فتاویٰ اور اقوال کا خلاصہ	۱۶۷
مفتی صاحب کا سیاہ جھوٹ	۱۶۹
جمہور علماء اور اکابر دیوبند شیعوں کے مقلد ہیں۔	۱۷۰
یزید کا متبرک نام	۱۷۲
یزید کی پدری فضیلت	۱۷۳
یزید کی تعلیم و تربیت	۱۷۴
یزید کی فضیلت پر ایک اور دلیل یزید کو جنتی سرٹیفکیٹ حاصل ہے	۱۷۵
چند تحقیق طلب امور	۱۷۸
حدیث بشارت	//
حدیث مذکور کی پہلی بشارت قد اوجبوا کا مصداق	۱۸۰
بشارت مغفور لہم کا مصداق۔	۱۸۳
حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات	۱۸۴
ایک خدشہ کا حل۔	۱۸۶
حافظ ابن حجرؒ کی یہ بات بھی سنیے۔	۱۸۹
حضرت امیر معاویہؓ کا یزید کو مشورہ	۱۹۰
احتمالات کے باوجود کوئی قطعی حکم لگا دینا اہل علم کی شان کے خلاف ہے۔	۱۹۱
حافظ ابن حجرؒ کا قول۔	۱۹۳
حافظ عینیؒ کا قول۔	۱۹۴
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ارشاد۔	۱۹۵
دو نمونے۔	۱۵۸
حاصل کلام	۱۹۹
یزید کا بشارت سے کوئی تعلق نہیں ہے	۲۰۰
یزید کی ولی عہدی کا مسئلہ۔	۲۰۴
ایک صحابی کی توہین۔	۲۰۸
صحابہ و تابعین کا اختلاف۔	۲۱۰
ایک گروہ۔ دوسرا گروہ	۲۱۱
تیسرا گروہ۔ خلاصۂ کلام	۲۱۲
حضرت نانوتویؒ کا ارشاد	۲۱۳
حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو ولی عہد کیوں بنایا۔	۲۱۴
یزید کا انقلابی رخ	۲۱۵
حضرت امیر معاویہؓ کی نصیحت و وصیت۔	۲۱۶
یزید کی ولیعہدی اور اسمیں افراط و تفریط	۲۲۰

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

عنوانات	صفحات	عنوانات	صفحات
ولی عہدی کی شرعی حیثیت۔	۲۲۱	مفتی صاحب کی دھاندلی۔	۲۶۵
یزید کا معاملہ۔	۲۲۳	اعترافِ حقیقت اور سرتابی۔	۲۶۷
حضرات صحابہ کرام کی توہین کرنے والا ملعون ہے	۲۲۴	صحابہ کے مقتدا ہونیکا انکار	۲۶۹
تنبیہات	۲۲۸	امامت کا معیار۔	″
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	″	علیہ السلام کا مسئلہ	۲۷۳
حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں صحابہ اور تابعین کے چند اقوال	۲۳۲	غیر نبی پر سلام کا مسئلہ	۲۷۵
جنگِ کربلا اور اسلامی جہاد	۲۳۹	حضرت حسینؓ شہید اعظم ہیں۔	۲۷۷
حضرت حسینؓ کا سفر کوفہ	۲۴۴	چند مثالیں	۲۷۸
تفصیلاتِ سفر کا خلاصہ	۲۴۵	سید الشہداء حضرت حمزہؓ	۲۷۹
کیا جنگِ کربلا کو جہاد کہیں گے؟	۲۴۷	حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ جنتی جوانوں کے سردار ہیں	۲۸۱
جہاد کی حقیقت۔	۲۴۸	حدیث مذکور ایک درجن صحابہ سے منقول ہے۔	۲۸۳
فتنہ یزید کی پیشین گوئیاں۔	۲۵۱	اس حدیث کو سات محدثین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔	۲۸۴
ایک غلط فہمی اور اسکا ازالہ	۲۵۴	حدیث حذیفہؓ	۲۸۶
حضرت حسینؓ کو امام کہنا۔	۲۵۶	مفتی صاحب کا افسوسناک اقدام	۲۸۸
عداوتِ حسینؓ کا نتیجہ	۲۵۷	راوی کے شیعہ ہونیکی حقیقت	۲۸۹
محرم والے مفتی صاحب سے سوال	۲۵۸	قبولِ روایت کا مسئلہ	۲۹۱
مفتی صاحب سوچیں دل کا چور	۲۶۰	مجروح راویوں پر ایک نظر۔	۲۹۲
کیا لفظ امام شیعوں کی ایجاد ہے	۲۶۱	یزید ابن ابی زیاد	″
لفظ امام کے معنی	۲۶۲	یزید ابن ابی زیاد راوی ثقہ ہیں۔	۲۹۴
لفظ امام قرآن میں استعمال۔	″		

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

عنوانات	صفحات	عنوانات	صفحات
یزید کے اساتذہ و تلامذہ	۲۹۵	ساری امت کفر کی دلدل میں۔	۳۱۵
(۲) ابو داؤد الحفری	۲۹۷	صدیق اکبرؓ انبیاء کے بعد سب سے افضل ہیں۔	۳۱۶
(۳) ابن فضل	۲۹۹		
تنبیہ	۳۰۱	افضل ہونے کا مطلب	۳۱۸
(۴) المنہال ابن عمرو الکوفی	۳۰۲	چند احادیث کا مفہوم	۳۱۹
حدیث کی کتابوں کے درجے	۳۰۳	صدیق اکبرؓ کی افضلیت کا انکار	۳۲۰
حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی فضیلت کا انکار	۳۰۶	آیتِ مذکورہ کا صحیح مطلب	۳۲۲
		دوہرا اجر ہونا افضلیت کا قطعی ثبوت نہیں۔	۳۲۳
مفتی صاحب کے تین جھوٹے دعوے	۳۰۸		
تینوں دعووں کا جواب	۳۰۹	صدیق کا مقام امت میں سب سے بلند ہوتا ہے۔	۳۲۴
مفتی صاحب کا خیالِ فاسد	۳۱۱		
عورتوں میں کون افضل ہے۔	۳۱۲	اجر و ثواب بقدرِ مرتبہ ہوتا ہے	۳۲۵
حضرت فاطمہؓ کی سرداری۔	۳۱۴	استفتاء	۳۲۸
مفتی صاحب سے سوال۔	۳۱۵	فتویٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور	۳۲۹
		خاتمہ۔	۳۳۰

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

رائے گرامی

شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا مفتی محمد اسعد قاسم صاحب دامت برکاتہم

بانی "معہد شاہ ولی اللہ"، مرادآباد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّاہِرِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

وَبَعْد! سنہ ۶۱ ہجری میں جب کربلا کی سرزمین اہل بیت کے مقدس لہو سے لالہ زار ہوئی تو اس قیامتِ صغریٰ سے عالم اسلام دہل گیا، اور امت بنیادی طور پر تین طبقوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک طبقہ کا خیال تھا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نبوی قرابت کی بنا پر امامِ برحق اور خلیفۂ راشد تھے۔ انکی موجودگی میں امیر معاویہ کا یزید کو ولی عہد بنانا امت کے ساتھ غداری اور اہل بیت سے خلافت کو ہمیشہ کے لئے غصب کرنا تھا۔ وہ فاسق وفاجر، بددین اور ملحد اور پکا شرابی تھا۔ اسلئے جاہلی ادھار چکانے کے لئے اہل بیت کے گلوں پر چھری چلائی تاکہ اپنے ان رشتہ داروں کا بدلہ لے سکے جو غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اسلئے معاویہ ویزید اور اُن کے تمام ہم نوا پکے کافر ہیں۔ اسی طرح وہ صحابہ وتابعین بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں جنہوں نے حضرت حسینؓ کی پشت پناہی کی اور نہ ہی انکے خون کے انتقام لینے کی کوئی کوشش کی، اسلئے ان سب پر لعنت کرنا ضروری ہے۔ یہ شیعی نقطۂ نظر ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یزید لائق فائق تابعی اور کاتبِ وحی صحابی کا بیٹا ہے۔ اُس کی ولیعہدی کی تجویز بھی ایک عظیم المرتبت صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہ نے پیش کی تھی، اور صحابہ کی ایک بڑی تعداد نے اسکی بیعت

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

واطاعت کی جسمیں سابقین اولین اور بدری صحابہ تک موجود ہیں، اسلئے وہ خلیفۂ راشد نہ سہی تو خلیفۂ برحق ضرور ہے۔ اور اسکے خلاف حضرت حسینؓ کا اقدام سراسر بغاوت تھا، جس کو بحیثیت خلیفۂ یزید کیلئے کچلنا تھا اسلئے ان کا قتل شرعی رُو سے صحیح ہے۔ اور اس سلسلہ میں یزید قطعًا قابلِ ملامت نہیں ۔ پھر یہ کہ اُس نے ابن زیاد کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور نہ ہی وہ حضرت حسینؓ کی شہادت سے خوش ہوا، بلکہ ان کا سرِ مبارک دیکھ کر وہ تو خود بھرے دربار میں رو پڑا۔ اس نے ابن زیاد کو بد دُعائیں دیں، اور اہلِ بیت کی ضیافت و دلجوئی کرکے انہیں بڑے احترام کے ساتھ مدینہ روانہ کیا، اسلئے وہ بالکل بے قصور ہے۔ اُسے قاتل و مجرم قرار دینا درست نہیں۔ یہ ناصبی حضرات کا عقیدہ ہے۔

مذکورہ بالا دونوں نقطۂ نظر ہمارے نزدیک افراط و تفریط پر مبنی اور محض جذبات کی عکاسی ہیں —— پہلا طبقہ حضرت حسینؓ کی محبت میں یزید کے ساتھ امیر معاویہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور بیعت کرنے والے دیگر صحابہ و تابعین کی بھی خبر لے ڈالتا ہے —— جبکہ دوسرا گروہ یزید کو بچانے کے لئے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نوجوانانِ اہلِ بیت اور ان کے تمام ہم نواؤں کو بغاوت کی گالی دیکر مُباح الدّم کہنے سے بھی نہیں ہچکچاتا۔ "نعوذ باللہ" —— جبکہ حق درحقیقت دونوں کے درمیان میں ہے۔ حضرت حسینؓ، حضرت حسنؓ کی سبکدوشی کے تناظر میں امیر معاویہؓ کے بعد خود کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے۔ اسلئے انہوں نے یزید کی ولیعہدی کو تسلیم نہیں کیا اور امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد حجاز کے لئے بہت سے اکابر اور اربابِ حل وعقد نے بھی جب اس کی بیعت نہیں کی، اور عراق والے بھی اطاعت پر راضی نہیں ہوئے تو اہلِ شام کی بیعت پوری امت پر تھوپی نہیں جا سکتی تھی۔ حضرت حسینؓ کے نزدیک یزید کی حیثیت اس سلطان کی تھی جو جو غلبہ پانا چاہتا تھا لیکن اسے ابھی پورا غلبہ حاصل نہیں ہوا تھا، اسلئے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

وہ اسے روکنے اور خلافت کو ملوکیت سے ہٹا کر منہاجِ نبوّت پر قائم کرنے کے لئے اُٹھے، اور یہ ان کا دینی فریضہ تھا۔ لیکن کربلا پہنچکر جب آپکو معلوم ہوا کہ سب اس کی بیعت پر راضی ہو چکے ہیں اور وہ مکمل غلبہ پا چکا ہے تو اس وقت آپنے تین تجویزیں پیش کیں جن میں سے ایک "اِمَّا اَنْ اَضَعَ یَدِیْ فِی یَدِ یَزِیْدَ" بھی۔ یعنی آپ سُلطان مُتغلّب کی حیثیت سے شاید اس کی بیعت پر راضی ہو گئے۔ گویا یہ اضطراری حالت تھی جس میں حرام بھی حلال ہو جاتا ہے۔ لیکن ابن زیاد بدنہاد نے اپنی غیر مشروط بیعت پر اِصرار کیا جس کے نتیجہ میں کربلا کا دردناک حادثہ پیش آگیا۔

ظاہر ہے اس سلسلہ میں کتنی ہی تاویلیں کر کے یزید کی برارت کی جائے تاہم یہ حقیقت ہے کہ یزید کے دورِ حکومت میں یزید کی خوشنودی کیلئے یزید کے کارندوں نے نواسۂ رسُول، ریحانۂ بتول کو ظلماً شہید کر ڈالا۔ اور اس نے انکا قصاص نہیں لیا۔ وہ اہل بیت کی تباہی پر آبدیدہ ہوا۔ اسکے گھر میں ماتم کیا گیا۔ اور ابن زیاد کو اُس نے خوب بددُعائیں دیں، ٹھیک!! لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس غم میں اس نے انتقامی کارروائی کیوں نہ کی جو اس پر شرعًا واجب تھی۔ کیا نواسۂ رسُول کا خون اور اہلبیت کا لہو اتنا سستا تھا کہ یزید کے چند اشکوں سے اسکی تلافی ہو جائے؟

پھر کربلا کے علاوہ اس کی فردِ جرم میں دو واقعے اور بھی ایسے موجود ہیں، جن کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔

پہلا واقعہ مدینۃ الرسول پر حملہ کر کے انصار و مُہاجرین کو تہ تیغ کرنا۔ دوسرا مکۂ معظّمہ پر چڑھائی اور صحابہ و تابعین کے قتل کے ساتھ کعبۃ اللہ کی حُرمت کی دھجیاں اڑانا، یہ تین جُرم اتنے شدید اور بدتر ہیں کہ کوئی مُسلمان اُن کے ارتکاب کا تصوّر نہیں کر سکتا۔ اسلئے علمار نے یزید کے کفر پر بحثیں کی ہیں۔ اور امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن الجوزیؒ، علامہ

تفتازانیؒ، علامہ آلوسیؒ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تو اُسے صراحتاً کافر کہا ہے۔ نیز ابن الجوزیؒ نے یزید پر لعنت کو جائز قرار دینے کے لئے "الرّدُّ عَلَی المتعصّب العنید المانع من ذم یزید" نامی کتاب بھی لکھی ہے۔ لیکن جمہور اہلِ سُنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ یزید کے فاسق ہونے کا ہے۔ اور اکابر و اسلاف نفرت کے اظہار کے لئے اس کے نام کے ساتھ بے توفیق اور پلید کا لفظ بھی استعمال کرتے رہے ہیں۔ حضرت مجدّد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز دہلوی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ کا شمار انہیں علماء میں ہے۔ اسلئے شیعوں کی ضد میں سیدنا حسین، اہلِ بیت، اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ کے اقدام کو غلط ثابت کرنے کا جو خطرناک مشغلہ آج لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے اس کا اہلِ سُنت والجماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ سراسر ناصبیوں اور بددینوں کا شیوہ ہے۔

ناصبیوں کا موقف محض بنو اُمیّہ کی ہم نوائی پر منحصر تھا۔ اور اصُول و عقیدہ کی رُو سے اس کی کوئی بنیاد نہ تھی اسلئے اُموی خلافت کے بعد وہ بھی بہت جلد زوال پذیر ہو کر اس طرح ماضی کی سلوٹوں میں گم ہو گیا کہ صدیوں تک پھر کہیں ڈھونڈنے سے بھی اس کا سُراغ نہیں ملتا۔ اور کربلا کی بابت عالمِ اسلام میں بس شیعہ اور سُنی موقف ہی کی بازگشت سُنائی دیتی رہی۔ تاآنکہ بیسویں صدی میں جب ایک منصُوبہ کے تحت مستشرقین نے ہمارے فروعی اختلافات کو ہَوا دیکر قدیم فتنوں کو اُبھارا تو ناصبیت ان کا ایسا دل لگتا موضوع تھا جس میں ملی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی مکمل صلاحیت تھی۔ چنانچہ اسی نکتہ پر اپنی توجہات کو مرکوز کر کے انہوں نے ایسی خطرناک اور زہریلی تحریکیں لکھیں جنہوں نے اکابر و اسلاف پر اُمّت کے اعتماد کو نقصان پہنچایا، اور ایک سطحی گروہ نے تو اہلِ سُنت والجماعت

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

سے بغاوت کرکے ناصبیت کا ہی دامن تھام لیا۔ امروہہ کے بے توفیق مصنف محمود عباسی اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے ناصبیت ہی کو فروغ دینے کے لئے "تحقیق مزید فی خلافۃ معاویۃ ویزید" نامی کتاب لکھی، جو نہ صرف صحابہ کی تنقیص، اہل بیت کی تحقیر اور سیدنا حسینؓ کی شان میں صریح گستاخیوں پر مشتمل ہے، بلکہ اس میں کھل کر مصنف نے بنوامیہ کی ثنا خوانی کی ہے اور امت کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یزید ایک مظلوم تابعی، غازیِ اسلام اور خلیفۂ راشد تھا۔ جس کی حکومت کے خلاف خروج بہرصورت ناجائز تھا۔ اور حضرت حسینؓ کو نعوذ باللہ اپنے کیئے ہوئے کی سزا ملی۔

عباسی کی کتاب یقیناً ایک فتنہ تھی جس نے ناصبیت کو زندہ کرکے پاکستان میں ایسے بے توفیق مصنفوں کو جنم دیا جو نہ صرف آج تک اپنی یزیدیت پر نازاں ہیں بلکہ اہل بیت کے بھی تمام فضائل کو وہ قرآن وحدیث سے کھرچ ڈالنا چاہتے ہیں اسلئے علماءِ حق نے فوراً اس کا نوٹس لیا۔ اور ناصبیت کی تردید میں متعدد کتابیں لکھ ڈالیں، جنہیں اہل سنت والجماعت کے موقف کی وضاحت کے ساتھ یہ بات پوری قوت سے اجاگر کردی گئی کہ شیعوں کی طرح ناصبیوں کا موقف بھی غلط ہے۔ اور دونوں ہی افراط وتفریط کا شکار ہوکر گمراہی کے گڑھوں میں جاگرے ہیں۔

محدث ومورخ حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہٗ وغیرہ کا نام اس سلسلہ میں سرِفہرست ہے۔

ان تاریخی حقائق کی روشنی میں ہر شخص بآسانی اندازہ لگا سکتا ہے کہ واقعۂ کربلا اور اسکے متعلقات ہماری تاریخ کا ایسا نازک اور دشوار گذار باب ہیں جس کے مباحث کی تحقیق کسی آزمائش سے کم نہیں۔ اور یہاں

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ذرا سی افراط و تفریط اہلِ اسلام کو اہلِ سنت والجماعت کی راہ سے بھٹکا کر ناصبیت و تشیع کی دلدل میں لا مارتی ہے، اور پھر لوگ بہت کم ہی جادۂ حق پر قائم رہ پاتے ہیں۔ گذشتہ نصف صدی میں اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا اس میں اکثر و بیشتر تحریریں اسی انتہا پسندی کا مظہر ہیں۔ اور اعتدال کا ان میں بڑا فقدان نظر آتا ہے۔ چنانچہ آج سے ۲۵ سال قبل جب مُرادآباد میں "محرم" نامی کتاب منظرِ عام پر آئی تو اسلاف و اکابر کے موقف کی رُو سے اسکے مشمولات میں اختلاف کی کافی گنجائش تھی۔ فاضل مصنف نے اسمیں اہلِ بیت کے فضائل، واقعۂ کربلا اور اُموی حکمرانوں سے متعلق بعض ایسے خیالات کا اظہار کیا جو اہلِ سُنّت والجماعت کے موقف سے یکسر مختلف تھے۔ اور اکابرِ دیوبند کی تصریحات کی روشنی میں ان کی تاویل و توجیہ مشکل تھی۔ یقیناً یہ بڑی ناگفتہ بہ صورتِ حال تھی، اور علماءِ دیوبند کی بابت شہر میں شدید غلط فہمیاں پھیل رہی تھیں، اور اہلِ حق بھی بڑے غمگین اور متفکر تھے اسوقت ضرورت تھی کہ مسئلہ کو منقح کر کے عوام کے سامنے صحیح صورتِ حال لائی جائے تاکہ لب کشائی کا دروازہ بند ہو، اور وہ اس بات کو اچھی طرح جان لیں کہ اصحابِ دیوبند شیعیت کے ساتھ ناصبیت کے بھی دشمن ہیں۔ اور ان کا یزید اور اسکے حواریوں سے کوئی تعلق نہیں۔

"محرم پر ماتم" اسی کڑھن اور احساسِ ذمہ داری کا نتیجہ ہے جسکے مصنف غازیٔ اسلام حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم جامع الہدیٰ مرادآباد ہیں۔ موصوف کی ذات ستودہ صفات ایک عظیم المرتبت شخصیت سے عبارت ہے۔ وہ بلند پایہ محدث، عظیم مفسر، خوش بیان مقرر، قادرالکلام مصنف اور دعوت و اصلاح کے میدان میں مثالی خدمات انجام دینے والے منفرد عالم ہیں۔ اللہ نے انہیں ضلالت و بدعت کی تردید اور حفاظتِ حق کا بڑا والہانہ جذبہ عطا کیا ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

چنانچہ شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی نور اللہ مرقدہٗ شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد کی ایما پر انہوں نے دفاعِ حق میں ایک عظیم دستاویز لکھ ڈالی جو اس موضوع پر لکھی جانے والی تمام تحریروں میں ایک خاص امتیاز اور وقعت کی حامل ہے۔ مولانا موصوف نے کربلا کے پس منظر میں بڑی قوت سے اس حقیقت کو اُجاگر کیا کہ خانوادۂ نبوّت کے چشم وچراغ سیّدنا حسینؓ نے خاندانی عصبیت کی بنا پر کوفہ کا سفر کیا تھا اور نہ ہی انکا مقصد اقتدار کا حصول تھا، بلکہ وہ تو صرف اور صرف اس نظامِ شریعت کے تحفظ کا جھنڈا لیکر اُٹھے تھے جو طویل قربانیوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں قائم کیا تھا، اور اسکی خاطر خلفائے راشدینؓ نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ مولانا نے صحابہ اور تابعین کے اقوال اور چودہ صدیوں کے بلند مقام علماء کی تصریحات کا ایسا انبار لگا دیا ہے جس کے نتیجہ میں شیعیت اور ناصبیت کی دھجیاں اُڑ جاتی ہیں اور اکابرِ دیوبند کا موقف روشن وتاباں ہوکر سامنے آجاتا ہے۔ اسی طرح اہلِ بیت کے فضائل کی احادیث[۱] فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔ الحسنُ والحسينُ سيّدا شَبَابِ أَهْلِ الجنة، وغیرہ پر مصنف نے اس قدر بھرپور روشنی ڈالی ہے کہ ناصبیت کے تمام شکوک وشبہات گرد وغبار بن کر اڑجاتے ہیں۔[۲] امام کی تحقیق اور[۳] صدیق اکبرؓ کی افضلیت میں بھی ان کے دلائل بڑے وزنی اور معقول ہیں۔ انہوں نے یزید کی حمایت میں پیش کی جانے والی أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا کہ مسلمانوں نے جس وقت سمندر پر چڑھائی کی اسوقت

---

[۱] جن کا صاحب محرم نے انکار کردیا تھا۔ ۱۲ ن

[۲] لفظ امام کو غلط معنی میں لیکر صاحب محرم نے پوری اُمت کو کفر میں ڈھکیل دیا تھا۔ ۱۲ ن

[۳] محرم والے نے صدیق اکبرؓ کی افضلیت کا بھی صاف انکار کردیا تھا۔ ۱۲ ن

یزید کم سن بچہ تھا جس کی سربراہی تو کیا، جنگ میں شرکت بھی عقل و نقل کی رُو سے ثابت نہیں کی جا سکتی۔

واقعۂ کربلا اور اس سے متعلق دیگر تمام موضوعات حد درجہ جذباتی اور حساس ہیں، جن کی تحقیق و تفصیل میں عموماً قلم و قدم پھسل جاتے ہیں۔ اور افراط و تفریط ہی پھر مصنفین کا مقدر ہوتی ہے۔ لیکن زیرِ نظر تالیف "محرم پر ماتم" کا مطالعہ کرنے والا ہر قاری یہ گواہی دینے پر مجبور ہو گا کہ حضرت مولانا نے یزید کو مجرم تو ضرور قرار دیا لیکن سیدنا امیر معاویہؓ اور دیگر صحابہ و تابعین کے ادب و احترام میں واقعتہً کوئی کمی نہ آنے دی۔ ہمارے نزدیک یہ احتیاط و استقامت ہی کتاب کی اصل قیمت ہے۔ اور وہ غلط فہمیوں کے گرد و غبار کو چھانٹ کر دیوبندی موقف کو صحیح توازن و تناظر کے ساتھ پیش کرتی ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ اس تحریر پر قضیہ کا خاتمہ فرما دے، اور امامِ عالی مقام سیدنا حسینؓ کی طرح ہم سب کو بھی خلافت کے قیام کا پاکیزہ جذبہ نصیب فرمائے۔ آمین

والسلام

اسعد قاسم

ناظم جامعہ شاہ ولی اللہ مرادآباد

(یو۔پی)

۱۲ر شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ بعد ظہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشکش

اُن حق و صداقت کے دیوانوں اور شمع رسالت کے پروانوں کی خدمت میں جو تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے یارِ غار، جاں نثار و اہلِ بیتِ اطہار نیز شہدائے کربلا و جوانانِ جنّت کے ہر دو سردار اور اُن کی والدۂ محترمہ، جگر گوشۂ حبیبِ خدا، سیّدۃ نساءِ اہلِ الجنۃ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم اجمعین کی آبرو پر اپنا تن، من، دھن سب کچھ نثار کر دینے کو اپنے لئے سرمایۂ سعادت و افتخار سمجھتے اور تمام صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم و عنّا بوسیلتہم اجمعین کو معیارِ حق و صداقت، ائمۂ رشد و ہدایت، پیشوایانِ معرفت و حقیقت اور سراپا عدالت و اہلِ جنّت مانتے ہیں ۔ نیز حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو حضرات انبیاء علیہم السّلام کے بعد جملہ اہلِ ایمان و تمام صحابہؓ و صحابیاتؓ سے اعلیٰ و اکرم اور اتقیٰ و افضل جانتے اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں ۔ ؎

غازیؔ نہیں ہے کام مجھے عمرو بکر سے ؛ میں جانتا ہوں بعدِ نبی یارِ غار کو

یَا رَبِّ لَا تَسْلُبَنِّیْ حُبَّہُمْ اَبَدًا ؛ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا

(اے پروردگار اُن سب حضرات کی محبّت کا سرمایہ میرے پاس ہمیشہ رہے ۔ اللہ تعالیٰ اس بندہ پر رحم کرے جو میری اس دُعا پر آمین کہے)

اَللّٰہُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ سَیِّدِ الْاَبْرَارِ وَ عَلٰی صَحَابَتِہِ الْاَخْیَارِ وَعَلٰی رَفِیْقِہٖ فِی الْغَارِ وَعَلٰی اٰلِہِ الْاَطْہَارِ کَمَا تُحِبُّ رَبَّنَا وَتَرْضَاہُ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ ۔

العبد ۱۴۰۲ھ

نسیم احمد غازی مظاہری بجنوری مقیم سرائے پختہ مراد آباد ، یوپی ۲۸ محرم المظفر

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَمْدًا لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مُقَدَّمٌ　　ثُمَّ الصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ الْمُکَرَّمِ

پروردگارِ عالم کی حمد سب سے پہلے ہے　　پھر نبی مکرم پر درود

وَھٰذَا الْکِتَابُ لِلْھِدَایَۃِ مُظْھِرٌ　　وَرَدٌّ وَّاِبْطَالٌ لِاَھْلِ الْمُحَرَّمِ

یہ کتاب ہدایت کو ظاہر کرنے والی ہے　　اور محرّم والے کا رد و ابطال ہے

وَلِلْحَقِّ فِیْ ھٰذَا الْکِتَابِ حِمَایَۃٌ　　جِئْتُ بِہٖ قَصْدًا بِعَزْمٍ مُّصَمَّمِ

اس کتاب میں حق کی حمایت ہے　　جسکو میں نے پختہ ارادہ کیساتھ بالقصد لکھا ہے

وَاِنْ کَانَ مُرًّا فِیْہِ حَقٌّ مُّصَرَّحٌ　　فَاِنِّیْ اِنْ شَاءَ رَبِّیْ مُکَرَّمٌ

اس میں صاف حق ہے گو کڑوا ہے　　انشاء اللہ یقیناً مجھے عزت ملے گی

یُصَدِّقُنِیْ اُولُوا الْاَحْلَامِ طُرًّا　　وَیُکَذِّبُنِی اللَّئِیْمُ الْمُذَمَّمُ

تمام اہلِ حق میری تصدیق کریں گے　　اور کمین و ذلیل لوگ مجھے جھٹلائیں گے

فَلَا تَصْدِیْقَ اَحَدٍ مُّرَادِیْ　　وَلَسْتُ بِضِدِّہٖ بِمُتَنَدِّمِ

میری مراد نہ کسی کی تصدیق ہے　　اور نہ کسی کی تکذیب سے مجھے شرمندگی ہے

فَاِنِّیْ لِاِصْلَاحِ الْفَسَادِ کَتَبْتُہٗ　　وَمَا اَفْسَدُ شَیْءٍ مِّنْ کِتَابِ مُحَرَّمِ

یقیناً میں نے یہ کتاب فساد کے دفع کرنے کیلئے لکھی ہے　　اور کتاب محرم سے زیادہ فساد والی کوئی چیز نہیں ہوگی

فَیَنْسَوْنَ الْمَنَامَ اِذَا رَاَوْہُ　　فَوَیْلٌ وَّخُسْرَانٌ لِاَھْلِ الْمُحَرَّمِ

جب محرم والے میری یہ کتاب دیکھیں گے تو انکی نیند اڑجائیگی　　واقعی بربادی اور خسارہ محرم والے کے مقدر ہے

اُجْزٰی بِہٖ عِنْدَ رَبِّیْ مُکَرَّمًا　　بِغَیْرِ حِسَابٍ اَوْ بِکَیْلٍ مُّتَمَّمِ

مجھ کو بے حساب یا بھرپور پیمانے سے　　اپنے رب کے پاس جزا اور عزت ملے گی

وَمَنْ صَالَحَ النَّاسَ کُلَّھُمْ جَمِیْعًا　　یُدَاھِنُ فِی الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ وَیَاْثَمُ

اور صلح کل شخص یقیناً دینِ قویم میں　　ڈھیلا اور گناہ گار ہوتا ہے

وَسَمَّیْتُ نَفْسِیْ غَازِیًا لِاُجَاھِدَ

اور میں نے اپنا تخلص غازی اسی لئے رکھا ہے

اَھْلَ الْاَبَاطِیْلِ وَالْاَجْرَ اَغْنَمُ

کہ میں باطل پرستوں سے جہاد کروں اور ثواب حاصل کروں

نسیم احمد غازی مظاہری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

(از مورخِ اسلام مفکرِ ملّت حضرت مولٰنا محمد عزیز حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (علیگ) مرادآبادی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِلْاِیْمَانِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ!

اقوامِ عالم کے درمیان ایک نہ ختم ہونے والا تصادُم ہمیشہ سے جاری ہے۔ لیکن غالب اقوام کی یہ خصوصیت تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے کہ انکے درمیان خیال وعمل میں یکجہتی اور اتحاد اُن اقوام سے زیادہ تھا جو مغلوب ہوئیں۔ جس وقت تک مسلمان نظریۂ اتحاد کو عملی طور پر اختیار کیئے ہوئے تھے وہ غالب رہے۔ اور جب اس اہم ترین قومی و ملّی نظریہ کی حقیقت اُن کی نظروں سے اوجھل ہونے لگی تو زوال کے آثار اُن پر طاری ہونے لگے۔ مغربی مُنکرین اس حقیقت کو خوب سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے برطانوی استعمار کے نامبارک عہد میں پوری اسلامی دنیا کو قومیت و وطنیت کے ناپاک ترین تصوّر سے آشنا کرکے مُسلمانانِ عالم کو اُنہوں نے چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم کردیا۔ اور پھر ان میں باہمی جنگ وجدال برپا کرکے اسلامی قوتِ وحدت کو پاش پاش کردیا۔ اس کا اندوہناک ترین نتیجہ یہ نکلا کہ غیر اسلامی مغربی تصوّرات و افکار مسلمانوں میں راہ پاتے چلے گئے۔ اشتراکیت (کمیونزم) اور نظریۂ تبدیلِ انواع و نظریۂ ارتقار کے ماننے والے آج بہت سے مسلمان ہیں۔

امریکن سی آئی اے اور مُفکّرینِ یورپ کی طرف سے انکارِ حدیث کا

فتنہ پورے زور وشور سے اُٹھا تاکہ اسلام کو کمزور کیا جائے، اور شیطانی قوتیں انسانوں کو مُبتلائے فساد کریں۔ اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنیوالے جو عناصر کام کر رہے ہیں۔ اور تخریب کاری کی تحریک کو ان سے فروغ مل رہا ہے اسی قسم کی ایک کتاب ہمارے پیشِ نظر ہے۔ اور وہ حیاتُ العُلوم کے مفتی حبیبُ الرحمٰن صاحب کی لکھی ہوئی "محرّم" ہے۔ اس کتاب میں اول عشرۂ محرم کی تعزیہ داری کے خلاف اسلام ہونے پر تفصیلی بحث ہے۔ لیکن یہ شکر کا ایک لیپ ہے جسکے اندر زہر آلود تلخیاں چھپی ہوئی ہیں۔ اس میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی ایک نئی ترکیب اختیار کی گئی ہے۔ اس میں صدیقِ اکبر کی افضلیت کو داغدار کیا گیا۔ مذہبِ اسلام پر رکیک حملے کیے گئے۔ یزید کی خلافت کو برحق ثابت کر کے حضرتِ امام حسین علیہ السّلام کی عظمت و شخصیت کو مجروح کرنے کی بیجا کوشش کی گئی۔ اور سیدۂ اقدس اور حضراتِ حسنینؓ کی فضیلتوں والی احادیث کی تردید کی گئی ہے۔

افسوس صد افسوس کہ ایک دینی مدرسہ کے مفتی کا قلم اتحاد بین المُسلمین کے بجائے تفریق پھیلانے کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ اور مخالفینِ اسلام کی عملاً تائید کر رہا ہے۔ جن مسائل پر مفتی صاحب نے خامہ فرسائی کی ہے کیا وہ ملّتِ اسلامیہ کے بنیادی مسائل ہیں؟ کہ بغیر ان کے جانے ہوئے ایک شخص اسلام سے خارج ہو جائیگا۔ کیا ان اُمور کی اشاعت سے ملّت کو کوئی ادنیٰ سا بھی فائدہ پہونچ سکتا ہے؟

ملّتِ اسلامیہ جن مسائل پر متفق ہو چکی، اور اس پر صدیاں گذر چکی ہیں آج انکے خلاف کتاب شائع کرنیکا نتیجہ سوائے اختلاف پیدا کرنے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ مفتی صاحب مذکور نے اپنی اس کتاب میں یہی کیا ہے — خدائے تعالیٰ مُسلمانوں کو اُن کے شر سے بچائے۔ آمین

اگر مفتی صاحب میں واقعی دینی جذبہ کارفرما ہوتا تو وہ اشتراکیت، مسلۂ

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ارتقار اور فتنۂ انکار حدیث جیسے گمراہ کن پروپیگنڈوں کے خلاف کچھ تحریر فرماتے۔

عزیزی ومحبی مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری سلمہ الرحمٰن کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ جب انہوں نے اس فتنہ کو محسوس کیا اور "محرم" نامی کتاب شائع ہونے کے بعد مسلمانانِ مرادآباد کے درد وکرب میں مبتلا ہوجانے کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے مکمل مدلل اور مفصل جواب تحریر کر کے مسلمانوں کے درد کا مداوا اور اُن کی تشفی کا سامان فراہم کیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔

الحمد للہ مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری کی کتاب "محرم پر ماتم" مفتی صاحب کے محرم کا تشفی بخش اور تحقیقی جواب ہے، جو محرم کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے کافی وشافی ہے۔

باوجود مصروفیات کے میں نے نامی کتاب "محرم پر ماتم" کو حرف بحرف پڑھا۔ حضرت امیر معاویہؓ اور یزید علیہ ما علیہ پر مولانا نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کی داد نہ دینا اپنی کور بصری کا ثبوت ہوگا۔ یہ دونوں باب عالمانہ اور محققانہ ہیں۔ اور اس کے لئے میں اُن کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے نہایت کامیابی سے ان ابواب کو پورا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین — میں اب اس میں کمی زیادتی کو پسند نہیں کرتا۔ کمی تو اسلئے پسند نہیں کرتا کہ کمی سے وضاحت میں نقص ہوجائے گا۔ اور بیشی میں قارئین گھبرا جائیں گے۔ میرے نزدیک ایک معقول حد میں رہتے ہوئے مضامین کو نہایت خوش اسلوبی سے پورا کر دیا گیا ہے۔

جزاک اللہ خیرا الجزاء

یزید اور اسکی خلافت

مفتی صاحب نے اپنی کتاب "محرم" میں یزید کو خلیفۂ برحق ثابت کرنیکی مذموم جسارت

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کی ہے۔ اس کے متعلق ہمیں بعض حقائق کو سامنے لانا ہے۔ واقعۂ کربلا سے پہلے فقہائے مدینہ کا ایک وفد یزید کے دربار میں گیا تھا جس کا ذکر ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔ اس وفد میں حضرت زبیر بن العوّام کے فرزند حضرت عروہ بن زبیرؓ بھی تھے۔ اس وفد نے آکر جو رپورٹ دی تھی وہ یہ ہے کہ:

یزید لہو ولعب، شراب وکباب اور فسق وفجور میں مبتلا ہے۔ واللہ اگر اسوقت کوئی مہدی من اللہ ہوتا تو اس کے خلاف خروج کرتا۔ (ابن خلدون)

کیا خلیفۂ اسلام کیلئے ان خلافِ شرع اعمال میں مبتلا ہونا مفتی صاحب جائز تصور کرتے ہیں۔؟

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ اوّل صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافتِ اسلامی کے آئین اور دستور بنیادی کو ان الفاظ میں واضح فرمایا ہے

اَطِیْعُوْنِیْ مَا اَطَعْتُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِذَا عَصَیْتُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَلَا طَاعَۃَ عَلَیْکُمْ۔

جبتک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا رہوں تم بھی میری اطاعت کرو۔ اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں

خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان عام بھی صفحاتِ تاریخ میں محفوظ ہے کہ:

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ لَا اَسْتَعْمِلُ عُمَّالًا لِیَضْرِبُوْا اَبْشَارَکُمْ وَلَا لِیَاْخُذُوْا اَمْوَالَکُمْ وَاِنَّمَا اَرْسَلْتُھُمْ اِلَیْکُمْ لِیُعَلِّمُوْا دِیْنَکُمْ وَسُنَّۃَ نَبِیِّکُمْ۔

اے لوگو! میں نے جو تمہاری طرف عاملین روانہ کیے ہیں وہ اس لئے نہیں ہیں کہ وہ تمکو زدوکوب کریں اور نہ اسلئے کہ تم سے تمہارے مال لے لیں بلکہ انکا مقصد صرف اس قدر ہے کہ وہ تمکو تمہارے دین اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی تعلیم دیں۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جو بیعت لی گئی تھی اسکے الفاظ یہ تھے کہ: يُبَايِعُنَكَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ (تم سے کلام اللہ اور سنت رسول اللہ پر بیعت لی جارہی ہے۔۔

(جمہرۃ الخطب العرب مطبوعہ مصر حصہ اول ص۱۰۱)

خلیفہ رابع حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا خطبہ بھی اسی مضمون پر مشتمل ہے۔ اَلَا اِنِّیْ اَدْعُوْکُمْ اِلٰی کِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَسُنَّةِ نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (کتاب مذکور حصہ اول ص۱۶۳)

ان تمام بیانات کو پیش کرنے سے مقصود یہ ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کتاب مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قائم فرماتے تھے یعنی خلافت اسلامی میں سنت کی حیثیت اساسی اور بنیادی ہے۔ خلیفہ اسلام کیلئے جائز نہیں ہے کہ سنت سے گریز کرے۔ اور جو ایسا کرے وہ جائز خلیفہ نہیں ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس غزوہ بدر کے موقع پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرعون امت محمدیہ ابوجہل کا سر کاٹ کر لائے تھے، تو کیا آپ نے اس کو نیزہ پر بلند کرنیکا حکم دیا تھا، یا اس کی توہین کرائی تھی؟ ساری دنیا جانتی ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ آپ نے کبھی کسی دشمن اسلام کی نعش کی بھی توہین نہیں کی۔ لیکن واقعہ کربلا کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کے ساتھ نیز دوسرے شہداء کی نعشوں کے ساتھ جو گستاخانہ برتاؤ کیا گیا کہ ان کے سروں کو نیزوں پر بلند کراکر ان کی سر بازار توہین کی گئی۔ اس خلاف اسلام وخلاف انسانیت عمل کرنے والوں سے یزید نے کیا باز پرس کی؟ تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔ کیا خلیفہ اسلام ایسا عمل کریگا۔ مفتی صاحب بتائیں کیا یہی شان ہوتی ہے خلیفہ برحق کی؟ مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی جب کسی غزوہ کے موقع پر قید ہو کر دربار

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

رسالت میں لائی گئی تو آپ نے اس کا بر ہنہ سر ڈھکنے کے لئے چادر عنایت فرمائی اور فرمایا کہ یہ شریف کی بیٹی ہے۔ مگر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسیوں (خواتین اہل بیت) کی ولد الحرام ابن زیاد اور یزیدیوں نے جو توہین و تذلیل کی وہ آج تک صفحات تاریخ میں محفوظ ہے۔ کیا اس سے کوئی مسلمان انکار کر سکتا ہے کہ وہ اُمت مسلمہ کی ناموس ہیں — اور بنی امیہ نے اپنی شقاوت کا اظہار کر کے پوری اُمت مسلمہ کی عزت پر حملہ کیا ہے۔ بتائیں مفتی صاحب یزید نے اس سلسلہ میں کونسی باز پرس کی؟ اگر نہیں کی تو سنت کو پامال کرنے والے اس عمل کے بعد وہ کیسے جائز خلیفہ تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت امام علیہ السلام کو شہید کرنے کا اس نے حکم نہیں دیا تھا۔ اہل بیت کے ساتھ بہیمانہ برتاؤ کی اجازت بھی نہیں دی تھی، تو سوال یہ ہے کہ اس نے ایسا کرنے والوں کے ساتھ انتقامی معاملہ کیوں نہیں کیا؟ اُن سے قصاص کیوں نہیں لیا۔ یا کم از کم سزا کیوں نہیں دی؟ مفتی صاحب بتائیں ان مظالم کے ارتکاب کے بعد بھی وہ خلیفہ برحق رہا جس کی ناجائز حمایت پر آپ نے قلم توڑ دیا۔

عمر بن عبد العزیزؒ کا عمل

ثقہ رُوات نے یہ واقعہ بیان کیا جس کو امام سیوطی نے تاریخ الخلفاء نامی کتاب میں درج کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک شخص نے یزید کو امیر المؤمنین کہدیا تو حضرت عمرؒ نے غضبناک لہجہ میں فرمایا کہ تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے۔ اور اس کو بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ ہم حیران ہیں کہ مفتی حبیب الرحمٰن صاحب اپنے آپ کو حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ و علامہ جلال الدین سیوطیؒ جیسے حضرات سے زیادہ واقف کار اور تاریخ داں ہونیکے زعم میں کیوں مبتلا کئے ہوئے ہیں؟

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری نے واقعۃً ملتِ اسلامیہ پر عظیم احسان کیا ہے کہ مفتی صاحب کی اس دل آزار کتاب کا مدلّل وشافی جواب دیکر افرادِ ملت کو ایک زبردست ذہنی کشمکش سے نجات دی۔

فجزاہ اللہ خیر الجزاء

محرّم نذرِ آتش کیا گیا

"محرم" کتاب سے عامۃ المسلمین اس کے مصنف کے ہم خیال ہوگئے ہوں ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ عام وخاص کو اس دل آزار کتاب سے قلبی اذیت پہنچی۔ اسی شہر مرادآباد میں محلہ ڈریا اور دوسرے محلوں اور علاقوں میں اس کتاب کے نسخوں کو جمع کرکے نذرِ آتش کیا گیا۔ اور شاید ڈپٹی نذیر احمد کی کتاب "اُمّہات الاُمّت" کے بعد کسی کتاب کے جلائے جانے کا یہ دوسرا واقعہ ہے۔

تاریخ دانی اور تاریخ خوانی میں فرق

مفتی صاحب نے اپنی کتاب میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس کے ثبوت کیلئے اکثر جگہ صحیح یا غلط حوالے درج کیے ہیں۔ ہمیں یہاں ایک خاص امر کو پیش کرنا ہے وہ یہ کہ تاریخ خواں اور حقیقی مؤرخ ہونے میں بڑا فرق ہے۔ اپنے زمانۂ تعلیم میں میں بھی تاریخ کا طالب علم رہا ہوں۔ انٹرمیجٹ میں ہندوستان، انگلستان، عبّاسی خلفاء اور ٹرکی کی تاریخیں کورس میں پڑھی ہیں۔ اور جب بی۔ اے میں آیا تو میرے مضامین تاریخ اور فلسفہ تھے۔ تاریخ میں پھر انگلستان، ہندوستان اور یورپ کی تاریخ پڑھی۔ ہمارے تاریخ کے استاد پروفیسر محمد حبیب صاحب اور پروفیسر ابوبکر عبدالحلیم صاحب تھے۔ اور دونوں کی تعلیم آکسفورڈ اور کیمبرج میں ہوئی تھی۔ پروفیسر حبیب صاحب نے ہمیشہ ہمیں یہ بتایا کہ تاریخ میں یہ کبھی کافی نہیں سمجھا جاسکتا کہ فلاں مؤرخ نے اپنی کسی کتاب میں فلاں بات تحریر کی ہے۔ تاریخ کے ہر طالبعلم

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کا فرض ہے کہ وہ دیگر مؤرخین کے بیانات سے مقابلہ کر کے خود جانچ کرے اور (دلائل وشواہد وقرائن کی روشنی میں) تمام مؤرخین کے بیانات سے واقعہ کی صحت وسقم یا اہمیت ووزن کا اندازہ کرے۔ کیونکہ الفاظ کے بڑھ جانے یا گھٹ جانے یا محض طرزِ بیان سے واقعہ کی اہمیت بڑھ یا گھٹ جایا کرتی ہے۔ مفتی صاحب نے اپنے مطلب کے بیانات لیکر حوالے نقل کر دیئے ہیں۔ خود ایک ہی مؤرخ کے ان بیانات کو نیز دوسرے مؤرخین کے ایسے بیانات کو جو ان کے مطلب کے خلاف تھے نظر انداز کر دیا ہے۔ گویا دوسرے بیانات کو بلا وجہ مرجوح اور غیر اہم قرار دیکر اپنی دیانت داری کا ثبوت پیش کر دیا ہے۔ ہندوستان میں آج ہر طرف یہ شور مچ رہا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی تاریخ انگریزی مؤرخین نے اس اسلوب سے لکھی ہے جو ہندو اور مسلمان میں نفرت پیدا کرنے والی ہے، اسلئے دوبارہ تاریخ لکھی جائے۔ اب اگر ایک شخص صرف انگریز مصنف کا کوئی قول نقل کرتا ہے تو وہ بغیر تحقیق مزید کے کیونکر دلیل ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ان واقعات کو جو مفتی صاحب نے واقعۂ کربلا کے متعلق لکھے ہیں اگر دوسرے مصنفین ومؤرخین کے بیانات سے ملا کر دیکھا جائے۔ بلکہ خود انہیں مؤرخین کے دیگر بیانات سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے جن کے حوالے انہوں نے پیش کئے ہیں تو مفتی صاحب کی تحریرات لغویات کا ایک طومار ثابت ہوں گی۔ اس کی ایک مثال مفتی صاحب کی کتاب میں ملاحظہ ہو۔ وہ "جنگ کربلا کو اسلامی جہاد کہنا" کے عنوان کے تحت ان صحابہ کے نام درج کرتے ہیں جنہوں نے حضرت امام علیہ السلام کے کوفہ جانے کی مخالفت کی تھی۔ اس کو مفتی صاحب نے یہ رنگ دیا ہے کہ "اگر یہ اسلامی جہاد ہوتا تو سب صحابہ اس میں شرکت فرماتے۔ اور حضرت حسینؓ کے کوفہ جانے کی مخالفت نہ کرتے۔"

مفتی صاحب کو مؤرخ ہونے کا تو دعویٰ ہے لیکن مؤرخین کے بیانات کی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

طرف توجیہ بالکل نہیں ہے۔ مؤرخین نے ان صحابہ میں سے اکثر کے بیانات کو محفوظ رکھا ہے۔ اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفت کا سبب صرف یہ تھا کہ ان صحابہ کو کوفیوں کی وفاداری پر اعتماد نہ تھا۔ اور اسی وجہ سے عربی میں یہ جملہ ضرب المثل بن گیا ہے کہ "الکُوفِی لا یُوفِی" کوفی وفا نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اے حسینؓ آپ یمن چلے جائیے۔ وہاں آپ کے والد کے طرفدار موجود ہیں۔ مگر حضرت حسین علیہ السّلام نہ مانے۔ آخر انہوں نے یہاں تک کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ واللہ اے حسینؓ آپ اپنی موت کی طرف جا رہے ہیں۔ اگر آپ نہیں مانتے تو کم از کم عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لیجائیے۔ (تاریخ الکامل)

یہ سب باتیں اسلئے تھیں کہ ان صحابہ کو کوفیوں کے ان وعدوں پر جو انہوں نے اپنے خطوط میں کیئے تھے کوئی بھروسہ نہ تھا (یہاں پر جہاد کا کوئی سوال ہی نہ تھا) افسوس ہے کہ مفتی صاحب نے اس کی کس قدر غلط توجیہ کی ہے۔

یزید کے عہد میں جو اعمال خلافِ اسلام کئے جا رہے تھے اُن سے کوفی بھی متأثر تھے، اسی لئے انہوں نے امام علیہ السّلام کو خطوط لکھے تھے۔ بعد میں ابنِ زیاد نے انہیں رشوتیں دیکر اور خوف دلا کر توڑ لیا تھا۔ یزید کے خلافِ اسلام اعمال کے بارے میں تو ہم ابنِ خلدون کا بیان درج کر چکے ہیں۔ اور وہ خود سُنتِ نبوی سے کتنا دُور تھا جو اسی واقعۂ کربلا کے تجزیئے سے ظاہر ہے۔ جس کے چند اشارات ہم اُوپر ذکر کر چکے ہیں۔ ایسی حالت میں ان کے خلاف جو بھی جنگ کی گئی وہ عین حمایتِ اسلام میں کی گئی ہے۔ اور یہی حقیقتِ جہاد ہے۔ اور بلاشبہ حضرت امام حسین علیہ السّلام راہِ حق میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

افسوس ہے کہ مفتی صاحب کی کتاب حضرت امام حسین علیہ السّلام کی مخالفت پر مشتمل اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کا سبب ہے ۔

حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری یقیناً لائقِ ستائش ہیں کہ انہوں نے اس فتنہ انگیز کتاب کا نہایت مدلل اور شافی جواب دیکر مسلمانوں کے قلوب کو مطمئن کرنے کی مبارک اور کامیاب کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو تمام فتنوں سے محفوظ رکھے ۔ آمین یارب العالمین ۔

احقر الزمن محمد عزیز حسن (علیگ)
چوکی حسن خاں، مراد آباد
۵ فروری ۱۹۸۳ء

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

وجہ تالیف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اِمَامِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ۔ لَاسِیَّمَا الْاِمَامَیْنِ الْھُمَامَیْنِ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ بِالْیَقِیْنِ۔ وَاُمِّھِمَا فَاطِمَۃَ الزَّھْرَاءِ سَیِّدَۃِ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔ فَلْذَۃِ کَبِدِ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ۔ وَعَلٰی جَمِیْعِ الصَّحَابَۃِ نُجُوْمِ الْھُدٰی وَاَئِمَّۃِ الْوَرٰی وَتَابِعِیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ وَمَنْ اٰذَاھُمْ وَاَھَانَھُمْ بِغَیْرِ حَقٍّ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّابَعْدُ! ماہِ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مفتی حیاتُ العلوم مراد آباد کی نام نہاد کتاب "محرّم" کے نکلتے ہی مسلمانوں کے تمام طبقات میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ جہاں تک یہ کتاب پہونچی فضا کو مکدّر کرتی چلی گئی۔ ایک عظیم فتنہ بپا ہوگیا۔ اپنوں اور بیگانوں نے اس کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ چوراہوں پر رکھ کر اس کو نذرِ آتش کیا گیا۔ عوام وخواص میں سخت بے چینی پھیل گئی۔ مسلمانوں میں فتنہ کا ایک نیا باب کھلا۔ بحث وتکرار کا بازار گرم ہوگیا۔ فتنہ پروروں اور علماءِ حق کے مخالفوں نے اُسے خوب اُچھالا۔ کیونکہ اسلاف واکابرِ دیوبند کو بدنام کرنے کا ایک نیا ہتھیار اُن کے ہاتھ لگ گیا۔ وہ وابستگانِ مسلکِ دیوبند پر یزیدیت کا مکروہ لقب چسپاں کرنے لگے۔ اہلِ علم کے پاس "محرّم" اور اس کے مصنّف کے بارے میں سوالوں اور استفتاؤں کی بھرمار ہونے لگی۔ راقم الحروف کے پاس بھی تقریباً روزانہ اس

سلسلہ میں سوالات آتے رہے۔ یہانتک کہ تقریباً چالیس دستخطوں کے ساتھ علاقہ گلشہید کے مسلمانوں کی ایک درخواست بھی آگئی جس میں اس کتاب "محرم" پر بے لاگ تبصرہ اور اس کی غلطیوں اور قابل اعتراض مضامین کو بیان کر کے یزید کے سلسلہ میں اسلاف واکابر دیوبند کے نظریہ کو صفائی کے ساتھ پیش کرنے کی التجا کی گئی۔

میں سرسری طور پر اس کتاب کا مطالعہ کر چکا تھا، اور قابلِ اعتراض مقامات پر نظر پہنچ چکی تھی، مگر اس درخواست کے بعد میں نے پھر از سر نو گہری نظر سے اس کا مطالعہ کیا اور اس کی لفظی، معنوی، ادبی، علمی اور استدلالی اغلاط کے علاوہ جو باتیں عقائدِ صحیحہ اور مسلکِ دیوبند کے خلاف ملیں ان سب کی ایک طویل فہرست تیار ہو گئی۔ ان تمام غلطیوں پر مفصل ومدلل تبصرہ یقیناً ہزاروں صفحات پر پھیل جائیگا۔ اسلئے جہانتک ہو سکے گا اختصار کو ملحوظ رکھ کر بقدرِ کفایت پر اکتفا کرونگا (انشاء اللہ) میں نے ان میں سے اہم ترین غلطیوں کو متعدد معتبر علماء کے سامنے پیش کیا تو سب نے بندہ کی تائید کی، اور مفتیِ حیات العلوم کی جرأتِ بے باکانہ پر سخت تعجب و افسوس کیا، اور حکم دیا کہ اس پر ضرور تبصرہ لکھا جائے، تاکہ عوام مطمئن ہوں اور بزرگوں کا دامن "یزیدیت" کے داغ نازیبا سے پاک رہے۔ نیز حضرتِ صدیق اکبر و حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کی عظمت مسلمانوں کے قلوب میں بحالہ باقی رہے۔ اور اس "محرم" کو پڑھکر سیدھے سادھے مسلمان بدعقیدگی کا شکار نہ ہو جائیں۔ اسلئے یہ چند اوراق اہلِ اسلام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں ؎

خدا کرے کہ یہ محنت قبول ہو جائے
رضا و رحمتِ حق کا حصول ہو جائے

نسیم احمد غازی مظاہری

تبصرہ کیوں؟

اللہ جل شانہٗ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بعد حضرات صحابۂ کرامؓ و اہلِ بیتِ عظامؓ کی محبت میرا سرمایۂ حیات اور مسلمانوں کی خیر خواہی میرے لئے باعثِ نجات ہے۔ نیز اظہارِ حقیقت، حق کی حمایت، ناکردہ خطاؤں سے اکابر و اسلاف کی برارت، اور گمراہی سے حتی المقدور اہلِ اسلام کی حفاظت میرا دینی، ملّی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ مزید براں بڑوں کا اشارہ، مُتدیّن و حسّاس، اہلِ ایمان کا مطالبہ و تقاضا اور معتبر علماء کا حکم یہ تمام اُمور مجھ کو دِل آزار و نام نہاد کتاب "محرم" پر تبصرہ لکھنے کے لئے مجبور کر رہے ہیں ؎

أَنَا عَبْدُ الْحَقِّ لَا عَبْدُ الْهَوٰى ٭ لَعَنَ اللّٰهُ الْهَوٰى فِيْمَنْ لَعَنَ

(میں بندۂ حق ہوں بندۂ نفسانیت نہیں ہوں۔ خدا لعنت کرے نفسانیت پر انہیں شامل کر کے جن پر اُس نے لعنت کی)

لہٰذا نہ مجھے کسی کے تعلق کی پرواہ ہے نہ کسی ملامت گر کی مَلامت کا خوف۔

إِنْ أُرِيْدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ۔

حتی الامکان میرا اصلاح کا ارادہ ہے۔ اور میری توفیق اللہ ہی (کی طرف سے) ہے۔ میں اُسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں

کرتا ہوں روئے حقیقت کو بے نقاب ٭ مجھ کو کسی سے بیر ہرگز نہیں جناب

تبصرہ کا نام

بدقسمتی سے محرم اور ماتم دونوں میں زبردست تعلق و ربط ہے۔ محرم آتا ہے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

تو اپنے ساتھ ماتم بھی لاتا ہے۔ نادان لوگ شہدا ءِ کربلا کا ماتم کرتے ہیں اور جن کو اللہ نے دینی سمجھ اور صحیح شعور دیا ہے اور وہ اپنی عقل و دانش سے کام لیتے اور کہتے ہیں کہ ؏ ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے۔
ایسے لوگ ماتم کرنے والوں کی عقل وخرد پر ماتم کرتے ہیں۔ الحاصل اس ماہِ محرم میں کوئی ماتم سے خالی نہیں رہتا۔ بقول شخصے ؎

تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

پھر جب محرم ۳۔ ھ میں مفتی صاحب کا "محرم" نکلا تو مسلمانوں کے تمام طبقات میں عموماً اور اہلِ عقل و دانش میں خصوصاً ماتم کی دھوم مچ گئی۔ جس کا ہم نے زیرِ نظر کتاب میں تفصیل سے ذکر کر دیا ہے۔ بلکہ یہ بھی اسی پر ماتم ہے۔ اسلئے ہم نے تبصرہ کا نام ہی "محرم پر ماتم" رکھدیا ہے۔ یہ نام غالبًا نہایت موزوں، مناسب اور حقیقت سے لبریز ہے۔ اس سے نہ کسی کی ایذا رسانی مقصود ہے نہ شاعرانہ طنز ؏
ہم سخن فہم ہیں غالبؔ کے طرفدار نہیں۔

اور ؎ روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیہ
سودا نہیں، جنوں نہیں وحشت نہیں مجھے

مفتی صاحب محرم والے

جناب مفتی حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدرسہ حیات العلوم مرادآباد میں مدرس و مفتی ہیں۔ راقم الحروف اُن سے تقریبًا تینتیس سال سے بخوبی واقف ہے۔ وہ متوسط درجہ کے صحیح العقیدہ عالم اور با اخلاق آدمی تھے۔ میرا حیات العلوم کا چھ سالہ تدریسی دور اُن کے ہمراہ شیر و شکر بنکر گذرا۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

تادمِ تحریر بھی اُن سے ہمارے تعلقات ناہموار نہیں ہیں۔ خدا کرے اس "تبصرہ" کو وہ کسی بدخواہی پر محمول نہ کریں۔ بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ ایک عرصہ سے نہ معلوم کیوں ان کا مزاج عجیب سا ہوگیا ہے۔ وہ بسا اوقات بڑی حیرت انگیز باتیں کہہ دیتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ اپنی بچکانہ تحریرات کو مایۂ نازِ تحقیق اور بےمثال ریسرچ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اُن کی اِن حرکتوں پر افسوس بھی ہوتا ہے اور تعجب بھی۔ خدانخواستہ یہ کسی اندرونی خطرناک مرض یا دماغی عارضہ کا نتیجہ تو نہیں۔؟ اگر کوئی ایسی بات ہے تو خیریت سے وہ بقلمِ خود حکیم بھی تو ہیں۔ مگر خود اپنا علاج ؟

پھر ان کے مزاج میں تشدُّد اور طبیعت میں سختی اس درجہ پیدا ہوگئی ہے کہ وہ کسی بڑے سے بڑے آدمی کی بات سُننے یا مشورہ ماننے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہوتے۔ وہ اکابر تک کی تحقیقات کو یہ کہہ کر رَد کر دیتے ہیں کہ ان کو تحقیق نہ تھی۔ ان کو علم نہ تھا۔ وہ تاریخ سے ناواقف تھے۔ وہ مولانا نانوتویؒ ہوں یا مولانا گنگوہیؒ، مولانا تھانویؒ ہوں یا شیخ الہندؒ، بلکہ اسلاف میں امام احمدؒ ہوں یا عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے حضرات۔ جو علمِ تاریخ محرم والے مفتی صاحب کو حاصل ہے اس سے سب اکابر و اصاغر قطعاً محروم تھے (بزعمِ خود) ان کا علمِ تاریخ نایاب ہے، اور یا یاب نہیں۔

اب خیریت سے وہ اس مقام پر عُروج کر چکے ہیں کہ نہ اُن کو مسلک کی ضرورت ہے نہ اکابرِ مسلک کی پرواہ۔ پھر ابھی تو روز افزوں ترقی ہوتی ہی جارہی ہے۔ ایک دن شاید ایسا بھی آجائے کہ امام ابوحنیفہؒ یا کسی اور امام کی تقلید بھی اُن کے لئے ننگ و عار نہ بنجائے، اور اس سے آگے خدا خیر کرے ؎

میں کہاں رُکتا ہوں عرش و فرش کی آواز سے
ہے مجھے جانا بہت اُونچا حدِ پرواز سے

مفتی صاحب کی ہمہ دانی

اگر آپ محرم والے مفتی جی کی ہمہ دانی وقابلیت کا بے نقاب مُشاہدہ کرنا چاہتے ہیں تو زیر بحث کتاب محرم، ہی کا کھلی آنکھوں دیدار کرلیں۔ اسی آئینہ میں آپ کی تصویر معہ خدوخال نظر آجائے گی۔ اور آپ کی قابلِ فخر تحقیقات و مایۂ ناز ریسرچوں کا نقشہ آنکھوں میں پھر جائیگا۔ قرآنی آیات کا اِستنباط بھی یکتا ہوگا۔ احادیث کا ترجمہ بھی بے نظیر۔ مسائل پر دلائل بھی ایسے مُنطبق کہ ،، ماروں گھٹنا پھوٹے خیر آباد ،، پھر اُردوئے مُعلّٰی تو اُن کی اپنی مادری زبان بلکہ گھر کی لونڈی ہے۔ جس طرح چاہیں استعمال فرمانیکا اُن کو پورا حق حاصل ہے۔ تذکیروتانیث، افراد وجمع کے وہ پابند نہیں، مالکانہ تصرف تو اسی کا نام ہے۔ پھر ایک ایک بات کو دس دس مرتبہ لکھدینا بھی حکیمانہ اصول پر مبنی ہے۔ آخر گرڈ یا کچھ اور خاک دھول ملاکر تھوڑی سی معجون کو زیادہ کردینا بھی تو آجکل حکمت میں داخل ہے؟ علاوہ ازیں محاورات اور مُنتخب جملے سونے پر سہاگہ۔ بلکہ اُردو کے باذوق حضرات کیلئے سامانِ وَجد ہیں۔ غالب ومؤمن اور اقبال جیسے اساتذۂ اُردو کی قبروں پر اگر وہ پڑھ دیئے جائیں تو اُن کی رُوحیں شاید مُدتوں وَجد کرتی رہیں۔ اور وہ حضرتِ دَاغ تو سَراپا داغ داغ ہی ہوجائیں جو یہ کہہ گئے ہیں ؎

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں دَاغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

اس کی تھوڑی سی تفصیل آگے ملاحظہ فرمایئے۔ اس سے زائد یہاں کچھ لکھنا قبل از مرگ واویلا کے سِوا کیا ہے؟ ؎

بہت جی لگتا ہے صحبت میں اُن کی ؛ وہ اپنی ذات سے اک انجمن ہیں

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

مفتی ملّت اور یزیدی نسبت

محرم والے مفتی صاحب طلب علم کے سلسلہ میں ایک عرصہ تک لکھنؤ میں قیام کر چکے ہیں۔ لکھنؤ شیعہ سُنّی پہلوانوں کا زبردست اکھاڑا ہے۔ وہاں رہکر کچھ تبدیلی ہوئی۔ اور اس آغاز سے انجام کی طرف قدم بڑھتے رہے کہ محمود عباسی کی "خلافت معاویہ و یزید" جیسی کتابوں نے آپ کے اس جدید رنگ کو پختہ کر دیا۔ شدہ شدہ آپ راہِ اعتدال سے دُور پہنچکر حمایتِ یزید کے لئے میدان میں کُود پڑے۔ محلہ پیرزادہ مُراد آباد کے ایک جلسہ کو خطاب فرمانیکا موقع بھی میسّر آگیا۔ پھر تو یزید کی نعت و منقبت اور بیجا حمایت پر اپنی تقریر کا پورا زور صرف فرما دیا۔ اور یزید کو بے قصور، حضور پُرنور، امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، مرحوم و مغفور اور جنتی ثابت کر کے دم لیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت حسینؓ کا خلیفہ برحق کے خلاف خروج کرنیوالا قصوروار، باغی، مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنیوالا ہونا خود بخود ثابت ہوگیا۔ (نعوذ باللہ، نعوذ باللہ)

اس خطاب کے بعد مسلمانانِ مراد آباد کی جانب سے اس سلسلہ میں فتویٰ لیا گیا۔ آپ نے خود ساختہ موقف پر (مسلک اور اپنے مدرسہ کے نظریہ سے بے نیاز ہو کر) بے دھڑک فتویٰ رسید کر دیا۔ جو بڑے بڑے پوسٹروں کی شکل میں سب کے سامنے آچکا ہے۔ اس فتویٰ نے تمام وابستگانِ مسلکِ دیوبند کے پاک دامنوں پر "یزیدیت" کے ناپاک دھبّے لگا دیئے۔ کیونکہ ؎

چو از قومے یکے بے دانشی کرد ✽ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

(جب قوم کا ایک فرد حماقت کرتا ہے تو وہ پوری قوم کو ذلیل کر دیتا ہے)

پھر بڑوں، چھوٹوں کی فہمائش پر آپ اپنے موقف سے سر مو نہ ہٹے۔ جتنا سمجھایا گیا ضد بڑھتی گئی ؎

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی ⁂ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

انھوں نے اپنے خیر خواہوں کو بدخواہ سمجھا، اور ان کے مقابلہ میں نادان عبّاسی جیسے لچر دلائل پیش کر کے اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) کا نعرہ لگاتے رہے۔ الحاصل فہمائش کا ان پر کوئی اچھا اثر نہیں ہوا ؎

ناصحا! مت کر نصیحت دِل مرا گھبرائے ہے
میں اُسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الجبار صاحبؒ و مفتی حبیب الرحمٰن صاحب

حضرت مولانا عبد الجبار صاحب شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مُراد آباد نے جب یہ دیکھا کہ مفتی صاحب اپنی نایاب تحقیق " اور " بے مثال ریسرچ " میں حد سے بڑھ چکے ہیں۔ اور وہ بدعت کی راہ سے ناصبیت کی منزلوں تک پہونچنا چاہتے ہیں، تو انہوں نے زبانی اور تحریری طور پر اُن کو تنبیہات کیں لیکن وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے۔ اکابرِ دیوبند و علماءِ اہلِ سُنت کے موقف کو وہ یہ کہہ کر برابر ٹھکراتے رہے کہ اُن کو تاریخی معلومات نہ تھیں اسلئے ان کے نظریات غلط ہیں۔ غرض وہ اپنی تاریخ دانی کا بیجا دم بھرتے اور " مرغ کی ایک ٹانگ " الاپتے رہے۔ حضرتِ شیخ اُن کو جس قدر معلومات فراہم کرتے رہے وہ اُتنا ہی سخت ہوتے رہے ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اسی دوران ایک دن شیخ کی ایک تحریر میرے پاس آئی، جس میں یہ تھا کہ مفتی صاحب کے پاس سے ایک تحریر آئی ہے جسمیں دو باتیں آپ سے متعلق ہیں

(۱) آپ مفتی صاحب کی تحقیق و موقف کے مؤید وہم نوا ہیں۔

(۲) میں نے کسی موقع پر مسئلہ یزید کے سلسلہ میں آپ کو اور مولانا سید مستحسنُ الدین صاحب کو مفتی صاحب کے پاس بھیجا تھا۔ مجھے بالکل یاد نہیں کہ میں نے آپ سے کبھی اس قسم کا کام لیا ہو۔ آپ دونوں باتوں کا جواب بالکل صحیح صحیح عنایت فرمائیں۔ فقط عبدالجبار عفرلہٗ

کیونکہ دونوں باتیں واقعہ کے خلاف اور بالکل سیاہ جھوٹ تھیں اسلئے راقم الحروف نسیم احمد غازی مظاہری نے حضرت شیخ کے پاس جواباً صرف اتنا لکھ بھیجا۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ[1] (سبحان اللہ یہ مجھ پر زبردست بہتان ہے۔ انہوں نے مجھ پر قصداً

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ۔ جھوٹ بولا۔ یا انکا شاید دماغی توازن قائم نہیں رہا)

باندھی ہے سبنے زیرِ فلک جھوٹ پر کمر
شاید بگڑ گیا ہے کہیں ماٹ نیل کا

غالباً میرا جواب شیخ کے پاس محفوظ ہوگا۔ اور شاید مفتی جی نے بھی قصداً جھوٹ نہ بولا ہوگا۔ بلکہ بوکھلاہٹ میں ایسی خلافِ واقعہ بات لکھ ماری ہوگی۔

قضیہ کا خاتمہ

اسی تحریری مباحثہ کے زمانہ میں بعض معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ مفتی صاحب

[1] قرآن کی دو آیات سے مقتبس ہے۔ کوئی احمق تحریف کا الزام نہ لگائے۔ (نسیم احمد غازی مظاہری)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اس سلسلہ میں ایک کتاب ترتیب دے رہے ہیں۔ اور وہ اس یزیدی نظریہ کو اس میں شائع فرمانے والے ہیں۔ تو میں نے ان خطروں کو محسوس کیا جوان کی مایۂ ناز کتاب "محرم" کی اشاعت پر پیش آگئے ہیں۔ اور میں نے حضرت مولانا عبدالجبار صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس سلسلہ کو آپ فوراً بند کر دیں۔ ورنہ ایک عظیم فتنہ بپا ہو جائیگا۔ اگر مفتی صاحب نہیں مانتے تو نہ مانیں، وہ اپنے اتو کھے "ریسرچ" پر فخر کرتے رہیں۔ اس فتنہ انگیز نظریہ کی اشاعت ہو گئی تو خواہ مخواہ مسلمان انتشار کا شکار ہو جائیں گے اور اسلامیان ہند ایک نئی اندرونی الجھن میں پھنس کر دست و گریباں ہو جائیں گے۔ یہ دور مسلمانوں کے لئے انتہائی نازک، صبر آزما اور خطرناک دور ہے۔ اس وقت نظریاتی اختلافات کے باوجود مسلمانوں میں سیاسی اتحاد اور کلمہ کی بنیاد پر انکا اجتماع نہایت ضروری ہے۔ بالخصوص ہندوستان میں اختلافی مسائل کو چھیڑنا یا اختلافات کی آگ میں مسلمانوں کو جھونک دینا اُن کے تمام طبقات کے لئے بیحد مضر بلکہ سم قاتل اور مہلک ہے۔ اسلئے اس رد و کد کو ختم کر کے اپنی تمام تحریرات کو مفتی صاحب سے واپس لے لیجئے۔ اور اُن کو لکھ دیجئے کہ وہ آپ کی کسی تحریر کو شائع کرنے کی جرأت نہ کریں۔ اسکے بعد شاید وہ اس قضیہ کو کتابی شکل میں شائع نہ کر سکیں گے۔ حضرت شیخ نے تو میری رائے کو مان کر اسپر فوراً عمل درآمد فرمالیا۔ مگر افسوس صد افسوس مفتی صاحب اپنی حرکت سے باز نہ آئے، اور اس مظلوم و بیکس اُمت پر رحم نہ کھایا، بلکہ انہوں نے تمام وقتی نزاکتوں اور امتِ مسلمہ کی تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھدیا، اور "محترم" بنا کر چھاپے پر لا رکھا جس میں انہوں نے یزید کی حمایت اور توصیف و تعریف اور حضرت حسینؓ کی توہین کی۔ اس سلسلہ میں اپنے بڑوں کے نظریہ کو چھوڑتے ہوئے وہ تاریخی روایات اپنی کتاب میں درج کر دیں جو اُن کے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

یزیدی نظریہ کی مؤید تھیں۔ اور اپنے نظریہ کے خلاف تمام روایات کو شیعی، من گھڑت اور غلط قرار دیدیا۔ حتیٰ کہ بخاری و مسلم کی روایات پر بھی انہوں نے ریسرچی ہاتھ صاف کر دیا۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے اسلام کی توہین کی، اور اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلّم عقیدہ صدیق اکبرؓ کی افضلیت کا صاف صاف انکار کر دیا۔ متعدد جگہ واقعۂ کربلا کا انکار کیا۔ گناہگار مسلمانوں کو کفر میں ڈھکیل کر اُن کو ابدی جہنمی قرار دیدیا۔ انہوں نے اکابر دیوبند ہی کا مسلک نہیں چھوڑا بلکہ وہ اہلسنت کے مسلک سے بھی دست بردار ہو گئے۔ اور یزید کے ساتھ وہ رافضیت و خارجیت کی بھی حمایت و تائید کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ؎

تسکینِ جبیں ہو نہ سکی ایک خدا سے ٭ بیتابیِ طاعت نے ترشوائے صنم اور

اسی لئے جس نے بھی مفتی صاحب کا "محرم" دیکھا وہ مصروفِ ماتم ہو گیا۔ اور ہمیں بھی اُن کی اس جرأتِ بیجا پر ماتم کرنا پڑا ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتا رازِ سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

ایک اور ایٹم بم

مفتی صاحب نے اپنی نامی کتاب "محرم" میں چند گمراہ کُن اور ناقابلِ برداشت غلطیاں کی ہیں۔ جس پر ہم زیرِ نظر تبصرہ "محرم پر ماتم" لکھ رہے ہیں۔ انشاء اللہ دلائل کی روشنی میں ہم ان سب اغلاط کا پردہ چاک کر دیں گے۔ لیکن محرم میں انہوں نے شاید یزید کے مسئلہ کو زیادہ تفصیل سے بیان نہیں کیا۔ آپ کی ایک اور تخلیق جو عنقریب منظرِ عام پر آنے والی ہے، جیسا کہ "محرم" ۵۰ پر دیتے ہوئے اشتہار سے معلوم ہوتا ہے۔ اس میں انہوں نے اپنے اس نظریہ کو قلم توڑ حد تک کھول کر پیش کیا

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ہوگا۔ وہ اس مسئلہ پر ایک زبردست ایٹم بم ہوگا۔ ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا ؛ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

کاش مفتی صاحب کا "محرم" کی اشاعت پر تلخ تجربہ ان کے لئے تازیانۂ عبرت ثابت ہو اور وہ اپنی کتاب "واقعۂ کربلا" کو محرمی انداز میں عوام کے سامنے نہ لائیں جس سے مکرر فضا مکدر ہو جاتے، اور اس کے پوسٹ مارٹم کے لئے پھر کسی اہلِ علم کو قلم اٹھانا اور وقت ضائع کرنا پڑے۔ یا اغیار کی طرف سے دعووں، دھمکوں، وارنٹ، اور گرفتاری و ضمانت کی نوبت آئے۔ ہاں جمہور علماء کے معتدل نظریہ کو سامنے رکھ کر اعتدال کے سانچہ میں ڈھالکر اگر اس کو منظرِ عام پر لائیں گے تو یقیناً اسکی تحسین و توصیف اور پُرزور تائید و حمایت کی جائے گی۔ ؎

نُعَادِیْ الَّذِیْ عَادٰی مِنَ النَّاسِ کُلِّہِمْ
جَمِیْعًا وَاِنْ کَانَ الْحَبِیْبُ مُصَافِیًا

(ہم اس کی مخالفت کریں گے جو حق کا مخالف ہوگا اگرچہ وہ ہمارا کتنا ہی مخلص دوست کیوں نہو)

مصلحت پرستی یا صلح جوئی

دورِ حاضر میں اکثر لوگ "مصلحت پرستی و صلح جوئی" کے مریض ہیں۔ اسی خود ساختہ مصلحت کے بُت نے توحید پرستی کو داغدار کیا، اور اسی صلح جوئی کے نشہ نے عدل و انصاف کا خون کر دیا ہے۔ یہ مرض خواص و عوام میں اتنا غلبہ پا گیا ہے کہ مصلحت پرستوں اور صلح جو لوگوں نے ایمان و اسلام کے تقاضوں کو ناقابلِ عمل قرار دیدیا ہے۔ اب سے تین سال قبل مسلمانوں کی ایک نیم سیاسی جماعت کے بعض خضر صورت ذمہ داروں نے اسی صلح پسندی کے نشہ میں ہندوؤں کے تہوار ہولی میں شرکت کی اور کھل کر

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

رنگ کھیلا۔ اور ان کفر نواز مسلمانوں نے مسلمانوں کے معاشرہ میں اس خالص ہندووانی رسم کا بیج بو دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اب یہاں کے بعض خالص مسلم علاقوں میں بھی اس موقع پر رنگ کھیلا جاتا ہے۔ اسی جماعت کے ایک ذمہ دار نے امروہہ میں ایک سینما کے افتتاح کے موقع پر قرآن خوانی کرائی اور وہ سینما میں قرآن خوانی کیوں نہ کراتے، جبکہ اُن کے بڑوں نے بعض بڑے ہندوؤں کی ارتھیوں پر تلاوت کے پھول برسائے تھے ؎

عجم کی روایات میں کھو گئی ۔۔ یہ اُمت خرافات میں کھو گئی

خدانخواستہ یہ مصلحت پرستی، صلح جوئی اور اغیار کی خوشامد ان عقل و شعور کے دشمنوں کو بُت پرستی پر نہ ڈال دے ؎

چلتی تو ہیں زبانیں اور بھرتے ہیں شکم بھی
لیکن امید کیا ہو جب دل اُجڑ رہے ہیں

اس کمینہ خصلت پر دلیل

صلح پسند طبقہ کے احمق لوگ اور خوشامدی ٹٹو اپنی اس ذلیل عادت کی تائید میں دیوانِ حافظ کی طرف منسوب کر کے یہ گمراہ کن شعر پڑھ دیتے ہیں ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

(اے حافظ اگر میل ملاپ کی خواہش ہے تو سب کے ساتھ صلح کرلے۔ مسلمانوں میں جائے تو اللہ اللہ کر اور ہندوؤں میں پہنچے تو رام رام جپا کر)

مطلب یہ ہے کہ دھرم، مذہب، دین و ایمان اور مسلک کی پابندیوں کو ہٹا کر آزاد ہو جاؤ۔ جہاں جیسا ماحول ہو اس میں ڈوب کر نفع کے موتی حاصل کرتے رہو۔ مسجد کو بھی سلام اور پیپل کو بھی رام رام۔ اس طرح دونوں ہاتھوں میں لڈو آنے کی توقع ہے۔ اور اب اسی کا نام سیاست ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے منافق کہا ہے۔ اور اُن کا مقام جہنّم کا نچلا طبقہ بتایا ہے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۔	اور جب وہ لوگ مُسلمانوں سے ملتے ہیں تو ایمان کا دم بھرتے ہیں اور جب اپنے (جیسے) خبیثوں کے پاس

پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو بالکل تمہارے ساتھ ہیں۔

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۔	یہ لوگ ڈانواڈول ہیں، نہ اِدھر کے ہیں نہ اُدھر کے (نہ کافر نہ مسلمان)

بلکہ وہ دونوں کی نگاہوں میں ذلیل وخوار وبے اعتبار ہیں۔ "دھوبی کا کُتّا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا" ؎

نہ خدا ہی مِلا نہ وصالِ صنم ؛ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۔	بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں رہیں گے۔

یہ واضح رہے کہ میں نے "دیوانِ حافظ" کا اوّل سے آخر تک ایک ایک حرف دیکھا ہے۔ یہ شعر اس میں نہیں ہے۔ اور عارف شیرازی جیسا مردِ مومن باخدا انسان ایسا کفری شعر کہہ بھی کیسے سکتا ہے۔ بقول مولانا تھانویؒ یہ شعر "دیوانِ حافظ" کا نہیں بلکہ کسی دیوانے حافظ کا ہے۔

حاصِل یہ ہے کہ ایسی ناجائز مصلحت پرستی وصلح جوئی اور ناپاک سیاست نے قوم کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ یہ حرکت ہمارے نزدیک حماقت وبے ایمانی ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ سچے مسلمان اور مردِ مومن کا شیوہ عقائدِ صحیحہ کے ساتھ اوامرِ شرعیہ پر عمل کرنا، محرمات سے بچنا اور حق وصداقت کی حمایت کرنا ہے۔ اور بس ؎

آئینِ جواں مرداں حق گوئی وبے باکی ؛ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ایک مشہور مُغالطہ

ایک عام مُغالطہ ہے جس میں بہت سے پڑھے لکھے حضرات بھی مُبتلا ہیں۔ خصوصًا ایسے احمق لوگ جو شخصیتوں سے شریعت کو ناپتے ہیں، اور میزانِ شریعت میں شخصیتوں کو نہیں تولتے۔ ایسے لوگ اندھی تقلید میں پھنسے ہوتے ہیں۔ اُن کو خدا نے آنکھیں دی ہیں جن سے دیکھ سکتے ہیں۔ دِل و دماغ بھی ان کے پاس ہیں جن سے وہ سوچ سمجھ سکتے ہیں۔ مگر وہ دوسروں کی آنکھوں سے دیکھنے اور دوسروں کے دل و دماغ سے سوچنے سمجھنے کے عادی ہوتے ہیں، ایسے لوگ کہتے ہیں کہ بڑوں کی غلطی پکڑنا یعنی اُن کی غلطی کو غلطی کہنا جُرم ہے۔ اور دلیل میں یہ مصرع پیش کر دیتے ہیں ع

خطائے بزرگاں گرفتن خطا است (بڑوں کی غلطیاں پکڑنا خطا ہے)

حالانکہ چھوٹوں کی غلطیاں اتنی خطرناک نہیں ہوتیں جتنی بڑوں کی ہوتی ہیں مُسافروں کی غفلت یا نیند اتنی خطرناک نہیں ہوتی جتنی ڈرائیور کی ہوتی ہے۔ ڈرائیور کی ذراسی غفلت یا نیند تمام مُسافروں کو موت کے منہ میں پہنچا دیتی ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ اچھائی یا بُرائی میں بڑوں کی پیروی کی جاتی ہے۔ ایک لیڈر کی غلطی پوری قوم کو مُدتوں کے لئے پستی کے غار میں ڈھکیل دیتی ہے۔ اسلئے بڑوں کی غلطیوں پر زیادہ مُواخذہ ہونا چاہئے تاکہ پوری قوم نقصان سے محفوظ رہے۔

رہا یہ مصرع، تو نہ یہ قرآن کی آیت ہے نہ حدیث جو واجبُ العمل ہو۔ اور اگر یہ بات صحیح بھی ہے تو لوگ اس کو غلط سمجھتے ہیں۔ اسکے صحیح معنی وہ نہیں ہیں جو عمومًا لوگ سمجھتے ہیں۔ اور حضرت شیخ سعدیؒ جیسا بزرگ اتنی غلط بات کہہ بھی کیسے سکتا ہے؟ یاد رکھئے کہ لفظ گرفتن کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جن میں سے ایک معنی اتباع و پیروی کرنے کے بھی ہیں

اسلئے اس مصرع کا صاف اور بے غبار مطلب یہ ہے کہ بزرگوں کی پیروی صرف اچھے کاموں میں کرنی چاہئے۔ اگر بشریت کے تقاضے پر کوئی خطا اُن سے سرزد ہو جائے تو اس میں اُن کی پیروی کرنا گناہ ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔ (اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت ناجائز ہے) ؎

اہلِ غفلت را بدُنیا نیک و بَد معلوم نیست
خوابِ شب تعبیر خواہد یافت چوں فردا شود

شہرت کی شہوت یا ناموری کا بھوت

آندھی تقلید والوں کے بالکل برخلاف ایک دوسری قسم ایسے لوگوں کی بھی ہے جنکو اپنی ذات کے متعلق بیجا حُسنِ ظن قائم ہو جاتا ہے۔ بلکہ اُنکو اپنی برتری و بلندی کا ایسا پختہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ خواہ مخواہ خود کو آگے بڑھا کر اپنے آپ کو دوسروں کا پیشوا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو ہمہ وقت یہ خواہش رہتی ہے کہ دُنیا اُن کی فضیلت و رفعت کا اقرار و اعتراف کرلے۔ اور جب وہ اس حسین خواب کو شرمندۂ تعبیر ہوتا ہوا نہیں پاتے، بلکہ اپنی خواہش کے خلاف اپنے ہمعصروں کو سبقت کرتا ہوا یا مقامِ مطلوب کی طرف بڑھتا ہوا دیکھتے ہیں تو اُن کو سخت تکلیف و مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ تکلیف ایک لاعلاج مرض حسد کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ یہ ایک ایسی رُوحانی ٹی۔بی ہے جس کی دوا کسی دارُالشفاء میں موجود نہیں۔ پھر اس مرض سے دوسرے بہت سے امراض پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مثلاً ضد، ہٹ دھرمی، بدخلقی، آزادی، فریب، جعل سازی وغیرہ وغیرہ۔ اس مقام پر اس کیلئے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ہر پند و نصیحت بے سود، ہر تدبیر ناکام اور ہر علاج بے اثر ثابت ہوتا ہے۔ ایسا شخص اپنی نظر میں بڑا اور خلقت کی نگاہ میں حقیر ہوتا ہے ؎

اگر دل مؤمنوں کے زاہدو! عرش خدا ٹھہرے
بتوں نے جب انہیں چھینا تو پھر بتلاؤ کیا ٹھہرے

ناموری کا راستہ یا شہرت کا گُر

کبر و حسد کے مریض پر برتری اور بڑائی کا بھوت سوار رہتا ہے۔ اور بڑوں کی پیروی اس کے لئے ننگ و عار بنجاتی ہے۔ اور وہ شہرت کی شہوت سے ہر وقت دیوانہ وار سرگرداں اور بے چین رہتا ہے۔ اس مقام پر وہ کسی کی بات نہیں مانتا۔ اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ؎

بس اپنی آبرو رکھو نہ چھیڑو حضرتِ ناصح
جنوں میں تو خدا کی بات بھی مانی نہیں جاتی

پھر اس قسم کے لوگوں میں سے جن کی کھوپڑی میں تھوڑی بہت عقل (اپنی یا مانگی ہوئی) ہوتی ہے وہ ناموری حاصل کرنیکا قریب ترین اور آسان طریقہ یہ اختیار کرتے ہیں کہ بڑوں سے اختلاف کرنے لگتے ہیں اور ان کے خلاف کوئی بے نظیر نئی قسم کی تحقیق یا کوئی دلچسپ ریسرچ منظرِ عام پر لے آتے ہیں۔ بس دنیا کو حیرت اور ان کو شہرت حاصل ہوجاتی ہے۔ ان کا خیال ہوتا ہے کہ ؎

نہ شاخِ گُل ہی اونچی ہے نہ دیوارِ چمن بلبل
تری ہمت کی کوتاہی تری قسمت کی پستی ہے

مثال مشہور ہے کہ ایک مولوی صاحب بیچارے "شہرت کی شہوت" میں مبتلا تھے۔ کھوپڑی عقل سے خالی تھی، اسلئے بے تکلفی سے دوستوں

پر اپنا راز بھی ظاہر فرما دیا کرتے تھے۔ چنانچہ شہرت کا نسخہ کبھی کسی دوست سے پوچھ بیٹھے، دوست نے اُن کو یہی آسان راستہ بتا دیا۔ پھر کیا تھا مولوی صاحب نے کھٹ سے ایک اشتہار شائع فرما دیا جس میں اُن کی مختصر سی ہوائی تحقیق جلی حروف میں لکھی گئی تھی۔

"چیل کا کھانا بلا شبہ حلال ہے" (نیچے نام اور پورا پتہ) اشتہار نکلتے ہی بازاروں اور گلی کوچوں میں بلکہ ہر مجلس اور ہر گھر میں مولوی صاحب اور اُن کی نرالی تحقیق ہی کا ذکر تھا۔ جب خوب شہرت ہو گئی تو دوسرا اشتہار شائع فرمایا جسمیں اپنی غلطی کا اعتراف تھا، اور لوگوں کو چیل کھانے سے روکا گیا تھا۔ اس نمبر ۲ اشتہار نے سونے پر سہاگہ کا کام کر دیا اور شہرت میں چار چاند لگا دیئے۔ اب مولوی صاحب جدھر جاتے سب کی نظریں انہیں کی طرف ہوتیں۔ بلکہ اپنی انگلیاں مولوی صاحب کی طرف دراز کر کے لوگ کہتے کہ یہ وہی مولوی صاحب ہیں جنہوں نے چیل کو حلال کر دیا تھا پھر رجوع کر لیا اور اسکے حرام ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

نہ گردد رفعتِ دُنیائے دوں بے کشمکش حاصل
بہ گردن خیمہ را چندیں طناب اُفتد کہ برخیزد

وہ راہ بھی غلط یہ راہ بھی غلط

اندھی تقلید اگر بُری ہے تو خیالِ برتری بھی خطرناک ہے۔ وہ پستی ذلّت ہے تو یہ راہِ ہلاکت ہے۔ وہ تفریط ہے تو یہ افراط۔ راہِ اعتدال ہی بہترین راستہ ہے۔ اسلاف و اکابر کی راہ پر آنکھیں کھول کر چلنا ہی عقل و دانش کا تقاضا ہے۔ یہی راہِ ہدایت و صراطِ مستقیم ہے۔ نماز میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں صراطِ مستقیم اور راہِ راست پر چلنے کی توفیق مانگی جاتی ہے۔ تو صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں اسلاف کی پیروی کی

دعا بھی کی جاتی ہے کہ اعتدال انہیں کی پیروی سے حاصل ہو سکتا ہے، اور انہیں کی راہ منزلِ مقصود تک پہونچتی ہے۔ اسی لئے بہت سی روایات و آیات میں میانہ روی کی ترغیب دی گئی۔ اور ہر عمل، قول اور چال میں میانہ روی کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر انسانوں کی اکثریت میانہ روی سے محروم ہے۔ دنیا میں میانہ روی اختیار کرنے والے بہت کم لوگ ہیں ؎

افسوس ہم چلے نہ سلامت روی کی چال
یا بےخودی کی چال چلے یا خودی کی چال

حکمِ ربّانی اور تقاضائے ایمانی

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْآ اٰبَآءَکُمْ وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (سورۂ توبہ پ۱۰)

اے ایمان والو! تم اپنے باپ دادوں اور بھائیوں کو رفیق نہ بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو ایمان کے مقابلہ میں عزیز رکھیں اور (انکے کفر کے باوجود) جو ان سے تعلق رکھیں گے وہ لوگ ظالم ہیں۔

(ف) ماں، باپ، بھائی، بہنوں اور تمام رشتہ داروں سے تعلق مضبوط رکھنے اور اُن کے ساتھ احسان و سُلوک کرنے کی ہدایات میں بے شمار آیاتِ قرآنیہ و روایاتِ حدیثیہ وارد ہیں۔ مگر اس آیتِ مقدسہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر تعلق کی ایک حد ہے۔ اللہ اور اس کے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں ہر تعلق و دوستی نظر انداز کر دینے کے قابل ہے۔ جب دونوں رشتے ٹکرا جائیں تو اللہ و رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کا رشتہ و تعلق قائم رکھنا مؤمن کا شیوہ اور ایمان کا تقاضا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تمام تعلقات، رشتہ داروں اور دوستیوں

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

سے بالاتر ہوکر ہر باطل کا مقابلہ اور ہر گمراہی کا دفاع ایمانی تقاضا ہے۔ یہی اُسوۂ صحابہؓ ہے۔ یہی شہید کربلا اور اُن کے خاندان کی قربانیوں کا مُدعا اور خلاصہ ہے۔ اور یہی اسلاف واکابر کا شیوہ رہا ہے کہ وہ حضرات اللہ جلّ شانہٗ، اور رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، دین وشریعت اور ائمۂ دین کے بارے میں ادنیٰ اہانت کو برداشت نہ کرتے۔ اور اس مقام پر وہ رشتہ، ناطہ، دوستی اور تعلق سب کچھ قربان کردیتے تھے۔ سیرت واحوالِ صحابہؓ کی کتابیں ان کی اس امتیازی شان کے بیان سے بھری ہوئی ہیں۔ اسی شانِ امتیازی کی وجہ سے وہ حضرات ساری امت سے اعلیٰ وافضل ہیں۔ وہ زبانِ حال سے کہتے تھے ؎

تو نخلِ خوش ثمر کیستی کہ سرو وسمن

ہمہ ز خویش بریدند وبا تو پیوستند

اگر ان کے حالات کو بغور دیکھا جائے تو ایک طرف اُن میں آپس میں بے مثال محبت ہے، اور دوسری طرف وہی ایک موقف کو حق سمجھکر اس کی خلاف ورزی کرنیوالوں سے برسرِ پیکار بھی ہیں۔ ان حضرات کی تمام لڑائیوں کی بنیاد اسی جذبۂ حمایتِ حق کی دین ہے۔ اسلئے وہ اپنے مُشاجرات (جھگڑوں) میں بھی یقیناً اجر وثواب کے مُستحق ہیں۔ پھر ان حضرات کی اس شان وصفت میں سے جتنا حصہ جس کو مِلا اس میں اتنی ہی فضیلت و فوقیت پیدا ہوگئی۔

الحاصل حضرات صحابۂ کرامؓ تمام تعلقات کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کردیتے تھے۔ اور ہم کو اُن کی اتباع وپیروی کا حکم ہے۔ نصوصِ قرآن وحدیث اس پر شاہد ہیں۔ حضرات صحابۂ کرامؓ کے ایمان وعمل کو قرآن مقدس واحادیث نے معیارِ حق قرار دیا ہے۔ جس کے انکار سے قرآنی آیات واحادیث کا انکار لازم آتا ہے۔ جو نہایت خطرناک ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

(نعوذ باللہ) مگر افسوس صد افسوس ؎

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

علّامہ قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت وشریعت کی حفاظت اور اس میں رخنے ڈالنے والوں کی مدافعت بھی اللہ اور اسکے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبّت کا ایک کھلا ہوا نشان ہے۔

(رزقنا اللّٰہ وجمیع المُسلمین حُبّہ وحُبّ رسُولہ کما یحبّ ربّنا ویرضاہ آمین)

بخود خزیدہ و محکم چو کوہساراں زی
چو خس مزی کہ ہوا تند وشعلہ بیباک است

ترے شایاں نہ دُنیا دار کا جامہ نہ زاہد کا
مِلا ہے درگہِ حق سے تجھے عہدہ مجاہد کا

ہم ان مُسلمانوں کو مُبارکباد پیش کرتے ہیں جو "محرم" کی اغلاط اور گمراہ کُن باتوں سے بے چین ہو گئے۔ اور تحقیقِ حق کے لئے علمائے اسلام کے پاس پہنچے۔ اور گمراہی وبدعقیدگی کی مُدافعت کے لئے انہوں نے حسبِ حوصلہ وصلاحیت کوشش کر کے غیرتِ اسلامی و دولتِ ایمانی اور اللہ ورسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت وعظمت کا ثبوت فراہم کر دیا۔ اور انہی اہلِ ایمان کا اخلاص اور مخلصانہ مطالبہ اس زیرِ نظر تحریر کا بھی سبب بنا ؎

اسی دریا سے اُٹھتی ہے وہ موجِ تند وجولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ وبالا

اسی کے ساتھ ساتھ ہم اُن گونگے شیطانوں اور تعصّب کے گندے پُتلوں پر نفرت سے لاحول الخ پڑھتے ہیں۔ جو بزعمِ خود دین کے ٹھیکیدار، قوم کے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ذمہ دار اور پیشوائی و رہبری کے علمبردار ہونے کے باوجود خود ساختہ اُخوت یا علاقائیت وغیرہ کی عصبیت کے گندے نالوں میں ڈوب گئے۔ اور قومِ مسلم کے اُن مُردہ و بے حس عناصر پر اِنَّا لِلّٰہ الخ پڑھتے ہیں۔ جو ایسی غفلت یا مایوسی کے شکار ہیں کہ حق کے خلاف کسی آواز سے اُن کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اور حق سے بغض و عناد رکھنے والوں اور صحابۂ کرام اور اہلِ بیت سے نفرت کرنے والوں اور قصداً حق کے خلاف بغاوت کرنے والوں کیلئے کہتے ہیں۔ عَلَیْہِم لعنۃُ اللّٰہِ والملائکۃِ والنَّاسِ اجمعین دھرالداہرین۔

چراغے راکہ ایزد برفروزد ⁂ کسے گر تُف زند ریشش بسوزد

چند معروضات آغاز سے پہلے

(۱) ہم اپنے مفتی صاحب سے اتنی گذارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے خیالات پر نظرِ ثانی فرمالیں۔ اور وہ ایسے تشدّد سے باز آجائیں جس نے اُن کو اسلاف و اکابر کے موقف اور اہلُ السنت والجماعت کے مسلک سے ہٹادیا ہے۔

(۲) ہماری اس زیرِ نظر تحریر کو اپنی اور اُمتِ مسلمہ کی خیرخواہی پر محمول کریں۔ وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ خدانخواستہ ہم اُن کے بدخواہ ہیں، یا کسی دشمنی کی بُنیاد پر ہم نے یہ تبصرہ لکھا ہے۔ (نعوذ باللہ)

(۳) اگر اُن کو اس کی شکایت ہے کہ ہم نے ان کے محرمی نظریہ کے خلاف لکھا ہے، اور اُن کی غلطیوں کو فاش کردیا ہے تو ہم کو بھی ان سے یہ شکایت ہے کہ انہوں نے اسلام کی توہین کی۔ صدیق اکبرؓ کے مقام کو گھٹانے کی کوشش کی۔ قرآن مقدس کی آیات کی غلط تفسیر امت کے سامنے پیش کرکے اُن کو مغالطہ میں ڈالا۔ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ کی توہین کی۔ ان کی فضیلت والی حدیثوں کا انکار کیا۔ بخاری شریف و مسلم شریف کی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

حدیثوں کو شیعوں کی گھڑی ہوئی احادیث بتایا۔ جبکہ جمہور علماء کے نزدیک قرآن پاک کے بعد بخاری شریف کا مقام ہے۔ اور اس کی تمام احادیث کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے۔ رُواۃِ بخاری کو چلا پُھنا شیعہ قرار دیا۔ اسلاف و امتِ مسلمہ کی تکفیر کی۔ اور اکابر کو ختمِ نبوت کا منکر قرار دیا۔ واقعۂ کربلا کا انکار کیا، جبکہ وہ متواتر ہے۔ اور آج تک کسی نے اس واقعہ کا انکار نہیں کیا۔ ہمارے اور اپنے بزرگوں کے دامنوں پر "یزیدیت" کا نازیبا داغ لگا دیا۔ اور وہ ان پر سبّ و شتم کا سبب بن گئے۔ وغیرہ وغیرہ

نہ ہم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتا رازِ سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

(۴) ہماری اس تحریر میں اگر کہیں تلخی یا شدّت نظر آئے تو اس کا سبب مفتی صاحب کا بیجا رویّہ ہو گا۔ ہم نے حتی الامکان ادب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ پھر بھی ؎

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر ؛ کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

(۵) مسلمانوں کو بے فائدہ الجھنوں میں پھنسانا اور قبرستان کے مُردوں کی سڑی ہوئی ہڈیاں نکال کر چوراہے پر ڈال دینا، اور صاف فضا کو مکدّر و متعفن کر دینا نہ کوئی اچھا کام ہے نہ قوم و ملّت اور انسانیت کی خدمت ہے۔ اور نہ ہی مذہب و امتِ مسلمہ سے محبت کا ثبوت۔

(۶) اس فتنۂ انکارِ حدیث کے دور میں تائیدِ حدیث کے بجائے کتبِ حدیث کو عوام کی نظروں میں بے اعتبار بنانے کی کوشش کرنا خصوصًا بخاری شریف و مسلم شریف کی مسلّم حیثیت کو داغدار بنانا یقینًا مذہب و ملّت اور اور امتِ مسلمہ پر ظلمِ عظیم ہے۔ ایسی حرکتوں سے اہلِ باطل و منکرینِ حدیث کی تائید و تقویت اور حق کی مخالفت ہوتی ہے۔

(۷) قرآن مقدس کی آیات، نبوی ارشادات اور اولیاء اللہ کے واقعات

سے امّت کی ذہن سازی اور تربیت یقیناً بنیادی کام ہے۔ ہمارے مفتی صاحب ان بکھیڑوں کو چھوڑ کر جن میں انہوں نے خود کو پھنسا کر اپنے آپ کو خوار ویلے اعتبار کرلیا ہے۔ اگر وہ پاکیزہ ہدایات و قرآن و حدیث کی تعلیمات قوم کے سامنے پیش فرما کر رسُوم و بدعات اور خرافات کو مٹانے کی کوشش کریں تو اس میں مُسلمانوں کا بھی فائدہ ہے اور خود ان کا بھی۔ اس "محرمی" نظریہ کی اشاعت سے ممکن ہے کہ کچھ شہرت میں اضافہ ہوجائے۔ مگر بصورتِ بدنامی بقول شخصے "بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا"۔ اور ہوسکتا ہے کہ کچھ ایسے احمق لوگ جو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اپنے دل و دماغ سے سوچنے کے عادی نہیں ہوتے، ان رکیک تحقیقات کو دیکھ کر داد بھی دیدیں۔ لیکن اہلِ علم اور اربابِ عقل کے طبقہ سے ان کا اعتماد اٹھ جائیگا بلکہ اٹھ چکا ہے۔

(۸) کاش مفتی صاحب اپنی معرکۃ الآراء کتاب "واقعۂ کربلا" محرمی انداز میں عوام کے سامنے نہ لائیں جس سے فضا مزید مُکدّر اور فتنہ مکرر ہو۔ اور اس کے پوسٹ مارٹم کے لئے اہلِ علم کو قلم اٹھانا اور وقت ضائع کرنا پڑے۔ ہاں اگر جمہور علماء کے نظریہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعتدال کے سانچہ میں ڈھال کر اس کو منظرِ عام پر لائیں گے تو انشاء اللہ اہلِ علم کی جانب سے اس کی تحسین اور پُرزور تائید کی جائے گی۔

(۹) ناظرین کرام! جلد بازی، عصبیت اور طرفداری سے یکسُو ہوکر ہماری کتاب "محرم پرماتم" کا مُطالعہ فرما کر صحیح نتیجہ پر پہونچنے کی کوشش کریں۔ ہم نے اپنے مقصد کو واضح الفاظ میں ظاہر کردیا ہے۔ اس کے بعد کسی کی تصدیق و تائید یا انکار و تردید کا ہم پر کوئی اثر ہوگا اور نہ انتظار، ہم اپنے مقصد میں بہر دو صورت انشاء اللہ تعالیٰ سو فیصد کامیاب ہیں۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

(۱۰) مقدمہ کے بعد یہاں تک چند امور تمہید کے طور پر عرض کیے گئے۔ اسکے بعد درخواست کا مضمون نقل کر کے اصل تبصرہ کا آغاز ہے۔ جس میں اوّلاً مؤلف محرم کے ہمہ دانی کے زعم اور نشۂ انانیت کو توڑنے کے لیے محرم کی لفظی رکاکتوں بندش کی کمزوریوں اور محاوروں کے غلط استعمالات کو مختصر طور پر بیان کرکے چند معنوی خرابیوں اور ایسی غلطیوں کو جو خلاف شرع ہیں بیان کیا گیا ہے۔ پھر ان خاص خاص امور کو ذرا وضاحت و تفصیل سے پیش کیا گیا ہے، جو تبصرہ کا سبب بنے۔ اور بطور تائید علمائے سلف و خلف کے چند فتاویٰ وارشادات کو ذکر کردیا گیا ہے۔ تاہم اس پوری تحریر میں مقدور بھر اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ تلك عشرة كاملة۔

نسیم احمد غازی مظاہری

نقلِ درخواست

حضرت محترم مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری دامت برکاتہم العالیہ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد از سلام مسنون و آدابِ لائقہ گذارش ہے کہ مفتیِ حیات العلوم کی کتاب "محرم" نے شہر میں ایک عظیم فتنہ برپا کر دیا ہے۔ ہر طرف چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ وابستگانِ مسلکِ دیوبند کو لوگ "یزیدی" کا لقب دے رہے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس کتاب پر بے لاگ تبصرہ فرما کر ان چیزوں کو طشت از بام کر دیں۔ جو مسلکِ اہلِ سنت وجماعت کے خلاف ہیں۔ "یزید" کے سلسلہ میں اسلاف و اکابرِ دیوبند کا مسلک و نظریہ کیا ہے۔؟

اس کتاب محرم میں کون کون سی باتیں قابلِ اعتراض اور غلط ہیں۔ ان سب کو واضح فرمادیں۔ براہِ کرم اپنے عزیز اوقات کا ایک حصّہ اس پر صرف

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

فرماکر ہماری اور عامۃ المسلمین کی بے چینی کو دور فرمائیں۔ اور "یزیدیت" کے داغ ناز یبا سے ہمارے دامنوں کو پاک کریں۔ والاجر عنداللہ

فقط والسلام

درخواست کنندگان

یہاں چالیس دستخط ہیں۔ اصل درخواست ہمارے پاس محفوظ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ــــــــــ بتوفیق الوہاب

محترمین وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کتاب "محرم" کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ اس میں لفظی و معنوی خرابیاں، مذہب و مسلک کی خلاف ورزیاں اور راہِ اعتدال سے ہٹ کر جدت و شدت کی کارفرمائیاں بہت ہیں۔ اگر اس کی ہر ہر غلطی پر تحقیقی مؤاخذہ کیا جائے تو داستان طویل ہوجائے گی۔ اور سرسری جائزہ یا مختصر تبصرہ سے وضاحت نہ ہوسکے گی۔ پھر ایک طرف میری عدیم الفرصتی تفصیلی تبصرہ سے مانع ہے، تو دوسری طرف آپ حضرات کی مخلصانہ طلب واضح تبصرہ کا تقاضا کرتی ہے۔ اسلئے میں حیران ہوں کہ کیا کروں۔ لہٰذا دونوں تقاضوں کو سامنے رکھ کر ایک معتدل و متوسط درجہ کا جائزہ و تبصرہ لکھنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ نہ اتنا طویل کہ پڑھنے والے اکتا جائیں، نہ اتنا مختصر کہ مطلب واضح نہ ہوسکے۔ خیرُ الامور اوساطہا۔ وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان

نسیم احمد غازی مظاہری

دارالعلوم گلشہید۔ مراد آباد

۹ / صفر ۱۳ھ

محرم کے چند ادبی نمونے

اس عنوان کے تحت ہم اسم بامسمّٰی کتاب "محرم" کی چند لفظی غلطیاں بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ گو یہ غلطیاں مقصود تبصرہ نہیں ہیں۔ مگر تبصرہ کی تکمیل کے لئے ان اغلاط کا ذکر بھی مناسب ہے، تاکہ وہ مصنف کی ادیبانہ شان کے آئینے ثابت ہوں۔ اور ادب و تاریخ پر نازاں مؤلف اپنے زعم فاسد پر نظر ثانی کرکے شاید اپنی تحقیق اور ریسرچ کو اصل روپ میں دیکھ لے یا اپنی حیثیت اور مقام تحقیق کے درمیان دوری کا کچھ اندازہ کرسکے ؎

فرش ہے مسکن ترا عرش پہ اُڑتا ہے تو
یاد رکھ اپنی حقیقت خاک کا پُتلا ہے تو

(۱) "خاص کر باجا تو غم کے موقع پر بجائے ہی نہیں جاتے۔ یہ صرف شادی یا کسی اور خوشی کی تقریب ہی میں بجائے جاتے ہیں" (صلا)

مذکورہ عبارت اُردو ادب میں ایک بےمثال اضافہ ہے۔ مفرد و جمع کا استعمال قابلِ ملاحظہ ہے۔ اور خوشی کی تقریب تو ہے ہی خوشی کی۔

(۲) ہندوستان میں "تعزیہ" بیشمار ڈیزائن کے بنتے ہیں۔ ہر علاقہ ہر بستی بلکہ ہر شخص کے تعزیہ میں نئی ڈیزائن ملتی ہے۔ (کچھ آگے لکھتے ہیں)
"یہ بے شمار اور لاتعداد ڈیزائن کے تعزیے کس قبر کی نقل کہے جائیں گے" (ص۱۳)

۔ محرم والے مفتی صاحب نے شاید "تعزیہ" کو تعظیماً جمع سے تعبیر کر دیا ہو اور شاید ڈیزائن خوبصورتی کی وجہ سے مؤنث بن گیا ہوگا۔ اور چونکہ وہ قابلِ عظمت تعزیہ کا ڈیزائن ہے اسلئے شاید مفرد نے ہی جمع کا کام دیدیا ہوگا۔

(۳) " آج مسلمانوں کی جہالت اور بے عقلی پر جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے۔ اللہ نے اُسے اشرف المخلوقات بنایا" (ص۱۸)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

مُلاحظہ کیجئے کہ آپ کا یہ غضبناک انداز آدابِ تبلیغ و دعوت کے کس قدر موافق ہے۔ پھر اتفاق سے آپ بھی تو مسلمان ہیں، اور مسلمانوں کی عقلوں پر ماتم کرنے اور کرانے والے بھی ہیں۔ اسلئے آپ کو مدہوشی میں یہ بھی شعور نہ رہا کہ وہ لفظ "اُسے" سے مسلمانوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

"محرم ص۱۴" پر لکھتے ہیں کہ "نوحہ اور ماتم کی سخت مُمانعت ہے" تو عوام اس راز کو کیا جانیں۔ فتویٰ تو مفتی کے ہاتھ میں ہے، وہ جو چاہے لکھے، رہی یہ بات کہ یہاں یہ مُراد اور وہاں وہ۔ تو عوام بیچارے کیا سمجھیں گے مفتی کی بات؟

(ص۱۵)

(۴) "اور یہ نامعقول عُذر پیش کرتے ہیں کہ اسکے مُردہ کو تکلیف ہوتی ہے۔"

ممکن ہے کہ یہ بھی کوئی ادبی لطیفہ ہو۔ یا بیچارے کاتب کے قلم نے "اس سے" کی جگہ "اسکے" لکھدیا ہو۔ واللہ اعلم

(۵) "اس کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑے ہوتے ہیں۔" (ص۱۳)

تعظیم سے کھڑے ہونا بھی حضرت کی جدّت ہے۔ تعظیم کے لئے کھڑا ہونا تو اُردو والے ابتک استعمال کرتے ہی رہے ہیں۔

(۶) "اور تعزیہ داری میں سَراسَر بے صبری اور جزع اور فزع ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ بالکل ناجائز اور غلط ہے۔" (ص۱۲)

لفظ اور اور بار بار لکھنے میں شاید ثواب بہت ہوگا؟ پھر ہوتا ہے کی فیٹنگ اور عامیانہ استدلال یہ سب باتیں بھی قابلِ غور ہیں۔

(۷) "وہیں مرثیہ بھی بڑے دھوم سے پڑھا جاتا ہے۔" (ص۵)

حضرت کی کتاب میں لفظ "دھوم" بھی مذکر ہوگیا۔

(۸) "ہم نمونہ کے طور پر چند مرثیہ" ص۵) لفظ چند مرثیہ" مُلاحظہ فرمائیں پھر اس کے بعد مفتی جی نے چند مرثیے نہیں بلکہ مرثیوں کے چند اشعار پیش کیئے ہیں۔ اسی ص۵ کے شروع میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

"حضرت حسینؓ اور اُن کے خاندان کے شہداء کا مرثیہ جو مرثیہ نگاروں نے لکھا ہے" سوچیے تو بہت سے مرثیہ نگاروں نے ایک ہی مرثیہ لکھا ہے ؟

(۹) "مرثیہ نگاروں کے جھوٹے فرضی افسانے اور بے بنیاد افسانوں کو پڑھکر" صـ۵۸

یہاں زبانِ اُردو کی شہادت پر مرثیہ خوانی کو جی چاہتا ہے۔ ؎

ہائے اُردو تیری شہادت — اُردو والوں کی آئی ہے شامت
جو تھا نگہباں وہ ہے لٹیرا — ہائے قیامت ہائے قیامت

(۱۰) "ان جھوٹی مرثیہ خوانی کو جوش جیسے شیعہ نواز شاعر بھی اس حقیقت کا اظہار کیئے بغیر نہ رہ سکے۔" صـ۵۹)

اس جملہ کا ہر جزو مرثیہ خوانی بلکہ ماتم کا تقاضا کرتا ہے۔ کوئی ہے مائی کا لال جو حضرت کی اس عبارت کو سمجھے ؟

(۱۱) "غریب ہوں یا امیر، جاہل ہوں یا عالم، مَرد ہوں یا عورت" صـ۶۰)

عنا کی "ان مرثیہ خوانی" کا بدلہ بیچاری غریب "عورت سے لے لیا گیا ہے

"نانی خسم کرے نواسی ڈنڈ بھرے"

(۱۲) "حضرت حسینؓ جیسی مقدس ہستی اپنے نانا کے خلاف ورزی کرنے" صـ۵۲)

یہاں لفظ "کی" کے بجائے لفظ "کے" کی فیٹنگ بھی قابلِ داد ہے۔

(۱۳) "ایک جگہ حضرت حسینؓ کے لڑائی روکنے کی خواہش کا اظہار" صـ۵۵)

یہاں بھی لفظ "کے" قابلِ دید ہے۔ اس جملہ میں ایک کمال یہ بھی کر دیا گیا کہ کا، کی، کے تینوں بہن بھائی ایک جگہ موجود ہیں، جو اس دور کی نادر بات ہے۔

(۱۴) "اور بے بُنیاد مَن گھڑت باتیں واقعاتِ کربلا میں شامل کر دیئے گئے ہیں" صـ۵۸

لفظ "باتیں" تمام اُردو اساتذہ کے نزدیک اگرچہ مؤنث ہے، مگر محرّر میں پہنچکر اُس نے بھی مذکّر کا روپ دھار لیا ہے۔

(۱۵) "طرح طرح کی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا جن کو سُنکر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

نظر ان پرمطلا) واقعی ان متضاد الفاظ تانیث و مذکر کے اختلاف اور تذکیر و تانیث کے الٹ پھیر سے اردو داں طبقہ کا کلیجہ بھی منہ کو آتا ہے۔ عبارت مذکورہ میں لفظ "مصیبت" تبع نہ ہو سکا ورنہ محرم یکی ہی اپنے میں یکجا جمع ہو جاتیں۔ مگر "بن" اور "ان" سے ان سب کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے سبحان اللہ۔

(۱۶) "ان کی راگ میں راگ ملاتے رہتے ہیں ملک) راگ کا تعلق بیشتر عورتوں سے ہوتا ہے۔ اسلئے لفظ "راگ" کو بھی حضرت نے انہیں میں شامل کر دیا۔ پھر محاورہ میں بھی آپ کسی کا اتباع نہیں کرتے۔ دنیا "سُر میں سُر ملانا" بولتی ہے۔ مگر وہ تو راگ میں راگ ملاتے ہیں۔ عوامی محاوروں سے انہیں کیا مطلب؟

(۱۷) "شیعوں کے پروپیگنڈوں سے ہماری سُنی عوام و خواص اس درجہ متاثر ہے" ملک) مصنف "محرم" نے عوام و خواص سب ہی کو مؤنث سمجھ رکھا ہے۔ نہ معلوم وہ خود بھی اس دائرہ سے خارج ہیں کہ نہیں؟ بظاہر اگر عوام میں وہ داخل نہوں گے تو خواص میں ضرور ہوں گے۔ پھر خروج کیسا؟

(۱۸) "تعزیہ بمنزلہ ایک بُت کے ہے، ملا) یہ عبارت آثار قدیمہ میں سے معلوم ہوتی ہے۔ آثار قدیمہ کے قدر دانوں کے لئے یہ ایک نعمت غیر مترقبہ ضرور ثابت ہوگی۔

(۱۹) "تعزیہ داری اور اسکے مراسم کا ذرا بھی اسلام سے تعلق نہیں۔ کچھ آگے ارشاد ہے "تعزیہ داری کی رسم اسلام کے مراسم کے خلاف اہل ہنود کے رام لیلا و دسہرہ کی نقل معلوم ہوتی ہے" ملا)

مراسم سے رسمیں مُراد ہیں یا تعلقات۔ اُردو داں طبقہ کے لئے یہ لفظ باعث حیرت ہے۔ پھر "اہل ہنود کے رام لیلا" درد سر کے لئے کافی ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

علاوہ ازیں الفاظ "اہلِ ہنود" عموماً میں بہت آیا ہے۔ کیا مطلب ہے "اہلِ
ہنود" سے پوچھا جائے۔ ممکن ہے کہ اس سے ہندوؤں کی خوشی مراد ہو
کیونکہ مولوی لوگ الفاظ اہلِ اکثر یوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ دوسرا
مفتی صاحب ان کی بیویوں کا ذکر اس طرح کیوں کرتے ہیں۔ جبکہ رام لیلا وغیرہ
میں تو ہندو مرد بھی شریک رہتے ہیں۔

(۲۰) "یہ طریقہ ایمان کو سلب کر لینے کے مترادف ہے" (صفحہ ۳) یعنی صرف
شہادتِ حسین کا ذکر کرنا ہی وہ طریقہ ہے جس سے ایمان سلب ہو جاتا ہے۔
(نعوذ باللہ) — ہم یہاں اس جملہ پر لفظی اعتبار سے غور کر رہے ہیں۔
ناظرین نے یہ محاورہ شاید اس سے پہلے کبھی نہ سنا ہو گا۔ سلب کر لینے
کے معنی چھین لینا ہیں۔ تو کس کا ایمان چھین لینا مراد ہے؟ یزیدیوں کا
یا کسی اور کا؟

(۲۱) "جو لوگ تعزیہ داری میں زیادہ انہماک رکھتے ہیں ان کے نفس کی
حالت دیکھی جا سکتی ہے کہ کس قدر قابلِ رحم ہوتی ہے۔ تعزیہ داری میں
ترکِ لذت، ترکِ زینت اور غمگین جیسی صورت بنائی جاتی ہے۔
اس میں شور و شغب، ماتم و نوحہ اور گریہ و بکا وغیرہ ہوتا ہے۔ ان تمام
امور سے آدمی میں بزدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایمان کی حرارت اور جوش
ختم ہو جاتا ہے۔ (صفحہ ۱۲) عبارتِ مذکورہ کو خصوصاً خط کشیدہ الفاظ
کو پڑھ کر سر دھنیئے۔ اور غمگین جیسی صورت بنا لیجئے۔ پھر رو رو کر عقل پر
ماتم کیجئے۔

(۲۲) "ان کی زندگی بطور نمونہ کے (صفحہ ۲۳) آخر جاہل عوام بھی تو "در اصل میں"
یا "آبِ زمزم کا پانی" "لبِ دریا کے کنارے" جیسے الفاظ بولتے ہی ہیں۔
(۲۳) "یہ تو غیر جاندار کی تصویر اور نقل ہے۔ غیر جاندار کی نقل بنانا شرعاً
ممنوع نہیں" (صفحہ ۲۶) سوچئے "نقل بنانا" کس معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

بات یہ ہے کہ محرم داری تو ہے ہی نقل اور بہروپیہ پن۔ چلو لفظ جاندار تو اتنا قبیح نہیں۔ گو لفظ بے جان، فصیح ہو۔

(۲۴) "تعزیہ داروں کا حال یہ ہے کہ تعزیوں کے ساتھ جسقدر شرک و بُت پرستی، بیہودہ اور خرافات حرکتیں زیادہ کی جاتی ہیں اُتنا ہی زیادہ وہ خوش ہوتے ہیں" ص۲۸) خط کشیدہ الفاظ کی فصاحت پر نظر ڈالتے ہوئے غور کیجئے کہ تعزیوں کے ساتھ شرک کیا بلا ہے۔؟ اللہ کے ساتھ شرک کرنا تو آپنے بھی سُنا ہوگا۔ شاید مصنفِ "محرم" کے نزدیک تعزیوں کو بھی خدائی مقام حاصل ہوگیا ہو۔ (نعوذ باللہ)

(۲۵) "بے سر و پا اور فرضی و من گھڑت ہے" ص۳۰) فرضی و من گھڑت کا واؤ ایسا ہی ہے جیسا کہ ص۵ پر زمینوں و پہاڑوں کا ہے۔ یہ سب صاحبِ محرم کی ادبی جدّتوں کے نشانات اور علمی بلندیوں کے دلائل ہیں۔

(۲۶) "مگر ایک مسلمان کی زبان سے ایسی بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ شیعوں کے پروپیگنڈوں سے اس درجہ متاثر ہوجائے کہ اسے دینِ اسلام کی تعظیم و توقیر اور اس کی توہین و تذلیل اُسے بے خبر ہوجائے" ص۳۱) آپ اس جملہ کی شان و شوکت اور باقاعدگی ملاحظہ فرمایئے۔ "اُسے بے خبر ہوجاتے" کا استعمال بھی آپ کی خبرداری پر دلیل ہے۔

(۲۷) "کسقدر چوری، جیب تراشی، چاقو زنی وغیرہ ہوتی ہے" ص۳۰) یہ جملہ بھی اُردو ادب میں ایک اضافہ ہے۔

(۲۸) "جلوس میں پانی کی طرح پیسے خرچ ہوتے ہیں" ص۳۰) پانی کی طرح پیسے خرچ ہونا آپ ہی کا ایجاد کردہ محاورہ ہے۔ "پانی کی طرح پیسے کا بہا دینا" تو اُردو والوں کو پہلے سے معلوم تھا۔

(۲۹) "سیدنا حضرت حسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسہ ص۳۸) انکی مذہبی اور اخلاقی تعلیم و تربیت کے لئے جا بجا مدرسہ قائم کریں"۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

یہ دونوں جملے اُردو کے نہیں ہیں جرُدو کے ہیں۔ شاید یہ بنگالیوں کی صحبت کا اثر ہے۔ یا پوربی جرُدو کی برکت ہے۔

(۳۰) "شیعہ حضرات کے دیکھی دیکھا" (ص۱۷) یہ دیکھی دیکھا" پہچانئے کون ہیں؟ شاید دیکھی بہن ہو اور دیکھا اُس کا بھائی ہو۔ بہن بھائی سے بڑی ہوگی اسلئے اس کو پہلے ذکر کر دیا گیا ہوگا۔ اور پھر لفظ "کے" نے تو دونوں کو اور نمایاں کر دیا ہے۔

(۳۱) "اگر سیدنا حضرت حسینؓ کی شہادت کا دن یوم مصیبت اور ماتم کے طور پر منانا جائز ہوتا" (ص۲۱) یہ جملہ کسقدر مانوس الاستعمال اور جدید ادب کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔ اہلِ ادب وَجد کریں۔

(۳۲) "رُخسار اور ہاتھ بھی کالا کر لیتے ہیں" (ص۲۸) اس جملہ پر بھی شاید کسی بنگالی کا سایہ پڑ گیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک رُخسار اور ایک ہاتھ ہی کالا کرتے ہوں۔ گو یہ خلافِ واقعہ ہے۔ مگر دُنیا میں تو دونوں قسم کی باتیں رائج ہیں۔

(۳۳) "اللہ اور اسکے رسُول کے مطابق غریبوں اور محتاجوں کو دیا جائے" (کچھ آگے ہے) یہ حکمِ خدا اور رسُول کے موافق نہیں ہے" (ص۳۲) اللہ اور اس کے رسُول کے حکم کے مطابق یا موافق دینا تو آپ نے بھی سُنا ہوگا۔ لیکن اللہ اور اسکے رسُول کے مطابق دینا محرم والے حضرت کی جدّت ہے۔ آپ سوچیئے کہ اللہ اور رسُول کے مطابق کوئی کیسے دے سکتا ہے؟ اللہ غنی بندہ فقیر۔ اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سب سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ اسی طرح کسی حکم کا اللہ و رسُول کے موافق و ناموافق ہونے کا کیا مطلب ہوا۔؟ اللہ اور رسُول کے حکم کے موافق ہونا" تو بولا جاتا ہے۔

(۳۴) "صبر اور آزمائش مؤمن کو پیش آتے رہتے ہیں۔ اور وہ اس پر صبر کرتا ہے۔ اور آزمائش اور گھبراہٹ کافر کو بھی پیش آتی ہیں۔ لیکن وہ جزع

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اور فزع اور بے صبری کرتا ہے "(ص۹،۳۹۰) اوّل تو عبارت کی سلاست، اور، اور کی تکرار، اور بلا وجہ الفاظ کی بھرتی مُلاحظہ فرمائیے۔ پھر سوچئے صاحب محرم کہتے ہیں کہ مؤمن صبر پیش آنے پر صبر کرتا ہے۔ اور کافر گھبراہٹ پیش آنے پر گھبراہٹ کرتا ہے۔ (کیونکہ جزع فزع کا حاصل بھی گھبراہٹ ہی ہے) ناظرین اس مہمل عبارت کا مطلب سمجھیں۔ کیا فرماتے ہیں محرم والے ؟ ع کچھ نہ سمجھے خُدا کرے کوئی۔

مُصیبت و پریشانی پر تو لوگ صبر کرتے ہیں۔ مگر محرم والے تو صبر ہی پر صبر کرا رہے ہیں۔ اور خوف پیش آنے پر گھبراہٹ ہوتی ہے۔ مگر حضرت! گھبراہٹ ہی پر گھبراہٹ کرا رہے ہیں۔ خوب سوچئے۔

مفتی صاحب کی تصنیفات میں اس قسم کی تفریحات آپ کو بکثرت میسّر آئیں گی۔ جو اُن کی بے مثال قابلیت کے نشانات ہیں ؎

کوچۂ یار میں یہ حسرتِ دیدار مجھے ✣ روز لیجا کے نئی سیر دکھاتی ہے

(۲۵) " تو سب سے زیادہ غم کا دن منانے کا حقدار رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ وفات ہوتا۔" (ص۳۵)

کیا سمجھے آپ ؟ یعنی آپ کا یومِ وفات سب سے زیادہ اس کا حقدار ہے کہ وہ غم کا دن منائے۔ سُبحان اللہ۔

ابتک آپنے یہی سُنا ہوگا کہ لوگ غم یا غم کا دن مناتے ہیں۔ آج محرم والے مفتی جی کا یہ فتویٰ بھی آپ کو معلوم ہو گیا کہ دن بھی غم کا دن منائے۔

(۲۶) " بلکہ پہلے زمانہ کے عالم آج کے عالموں کی بدولت زیادہ شدّت کے ساتھ منع کرتے تھے "(ص۳۶)۔

خط کشیدہ عبارت کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ حضرت کیا فرماتے ہیں؟ اس مقام پر لفظ " بدولت " کا استعمال حضرت خود بدولت " ہی کا کارنامہ ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

(۲۷) "تعزیہ پرست غیر مسلموں سے بھی گئے گذرے ہیں۔ کیونکہ غیر مسلم اپنے بُتوں کو پتھر اور دھات کی قسم سے بناتے ہیں جو نہ پانی میں گل سکے، نہ آگ میں ڈالنے سے جل سکے نہ کسی ٹکر سے ٹوٹ سکے،" ص۱۵)

اس عبارت میں تعزیہ داروں پر کفر کا فتویٰ جڑا گیا ہے۔ پھر معنوی رکاکت اور بھونڈاپن تو آپ کو اس عبارت پر سرسری نظر ڈالتے ہی معلوم ہو جائیگا۔ یہاں ہم ان کے تین سکے پیش کر رہے ہیں۔ آپ بُتوں کے متعلق فرماتے ہیں' نہ گل سکے نہ جل سکے نہ ٹوٹ سکے۔ حضرت جس طرح پوری جماعت کے قائم مقام ہیں اسی طرح اُن کے مفرد الفاظ بھی جمع کا کام دیتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ اس کے برعکس بھی ہو جاتا ہے۔ تذکیر و تانیث کا بھی یہی قصہ ہے۔ آپ ہر چیز میں آزاد مجتہد ہیں۔

کاش کوئی حضرت کو اس بات کی اطلاع کر دے کہ دھاتیں بھٹیوں میں گل پگھل جاتی ہیں۔ اور پتھر جلکر چونا بنجاتے ہیں۔ اور ہتھوڑے وغیرہ کی ٹکر سے ٹوٹ بھی جاتے ہیں۔ کھپچیوں، بانسوں اور کاغذوں کا حال بھی یہی ہے کہ وہ آگ میں ڈالنے سے جل جاتے ہیں۔ دیر سویر کا فرق کوئی خاص بات نہیں۔ اب دلیل مذکور کو پھر دیکھیے کس قدر مضبوط، عالمانہ اور حقائق سے لبریز ہے۔ ع خدا کرے زورِ قلم اور زیادہ

(۲۸) "جس میں ہمارے بھلے مانس بہت سے سُنی بھائی بھی شامل ہیں۔ (کچھ آگے) اگرچہ بہت سے بیہودہ اور خرافات حرکات پائے جاتے ہیں ص۲۹"

خط کشیدہ الفاظ کی ادبیت قابلِ ملاحظہ ہے۔ پھر دیکھیے کہ محرم میں آکر لفظ حرکات نے بھی مذکر کا روپ دھار لیا ہے۔ اور بیچاری خرافات میں بھی حرکات کی مدد بہم پہنچانی پڑی۔ اور حرکات نے خرافات کو بھی مذکر کر دیا۔

ع ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔

عبارت مذکورہ میں معنوی اعتبار سے یہ غضب کیا ہے کہ اچھے سُنیوں کو

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

بھی شیعوں میں ڈھکیل دیا۔ حالانکہ سُنّیوں میں جو بھلے مانس یعنی اچھے لوگ ہیں وہ تو تعزیہ داری اور تمام مشرکانہ رُسوم سے خود ہی بچنے کا اہتمام کرتے ہیں، اور اسی لئے وہ بھلے مانس ہیں۔ یہ کیسا بُہتانِ عظیم ہے۔

افسوس ہے کہ کچھ سُنّی تو تعزیہ داری کرکے خود شیعہ ہوگئے۔ اور جو بچے کھچے محرم والے مفتی جی نے اُن کو بھی شیعوں ہی میں ڈھکیل دیا۔ یعنی آپنے سُنّیوں کا بالکل صفایا کر دیا۔ پھر وہ خود کیا ہوئے۔ بھلے مانس یا اور کچھ۔ بہرحال نتیجہ ایک ہی ہے۔ اور وہ ظاہر ہے۔ اِنّا للہ الخ

ع اُلجھا ہے پاؤں یار کا زُلفِ دراز میں۔

(۳۹) "تعزیہ داری کفار کی مشابہت ہے۔ نیز فسق وفجور اور شرک و بدعت کے کاموں سے بھرا ہوا ہے" (ص۲۱)

ملاحظہ کیجئے کہ تعزیہ داری فسق و فجور وغیرہ سے بھرا ہوا ہے تعزیہ داری بھی تو آپ کی صحبت میں مذکر ہوگیا۔ سچ ہے ع صحبتِ صالح ترا صالح کند

ایک اور جگہ ہے کہ "شہادت کی مجلسوں میں عام طور پر واقعۂ کربلا اور شہادت کے واقعات جس دیومالائی کہانی اور مَن گھڑت روایات کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے" ص۲۶ ملاحظہ فرمایئے شہادت کے واقعات بیان جاتا ہے۔ سبحان اللہ۔ سو مُرغیوں کیلئے ایک مرغا کافی ہے۔

ایک اور جگہ ہے "حسبِ ذیل شعر کو اپنے دو کانوں اور گھروں میں" ص۵) اپنے دو کانوں" قابلِ دید ہے۔

(۴۰) اس نمبر میں چند جملے اور ملاحظہ فرمایئے۔ (۱) جگہ جگہ سڑکوں اور راستوں پر چراغاں اور آرائش کے سامانوں سے آراستہ کیئے جاتے ہیں میں اور شبِ شہادت میں دل کھول کر پوری رات طرح طرح کے لطف اُٹھاتے ہیں۔ یہ تمام امورِ عیش و عشرت اور خوشی و فرحت کی علامت ہے" ص۱۱) خط کشیدہ الفاظ دیکھیئے اور سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ کیا آراستہ کیئے جاتے

ہیں ؟ اور ہیں ہیں کا تکرار شاید کاتب صاحب کی حرکت ہو۔ اور کاتب کی ایسی سینکڑوں حرکتیں ہم نظر انداز کر چکے ہیں۔ پھر تمام اُمور علامت ہے میں تمام امور مِلکر ایک ہی ہو گئے۔ یعنی معجون مرکب۔ اور موحد کو تو تمام کے آگے بھی موحد ہی رہنا چاہئے۔

(۲) ”اور تعزیہ دار ان کو بعینہٖ مُردوں کی طرح زمین میں دفن کرتے ہیں۔ پھر ان کا تیجہ، دسواں، چالیسواں بھی کرتے ہیں۔ یہانتک کہ ان کے ساتھ روٹیاں“ (ص۱۵) ان کو، ان کا، ان کے میں لفظ اُن سے تعزیہ کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔ یہ جمع کا اشارہ غالبًا تعزیہ کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے لایا گیا ہے۔ ادب آخر ادب ہے۔ اور مفتی تعزیہ کا ادب نہ کرے تو کون کریگا۔ ع بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

(۳) ” اگر ان کے بقول یہی مان لیں انہیں تکلیف ہوتی ہے تو پھر تھوڑی دیر کے بعد خود ہی اُسے توڑ موڑ کر “ (ص۱۶)

یہاں ”انہیں“ اور ”اُسے“ سے مُردہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے پہلے تعزیہ کا ادب تھا۔ اور ”انہیں“ میں مُردہ کا۔

(۴) ”شیعوں کو دُنیا و آخرت دونوں یزید ہی کی برکت سے ملی“ (ص۱۶) مفتی جی کے نزدیک دونوں جہان مِلکر ایک ہو گئے۔ اسلئے ”ملیں“ کی بجائے ملی تحریر فرمایا ہے۔ موحد کی توحید تو ہر جگہ ظاہر ہوتی ہے۔

نقد اجمالی

ناظرین محترم! مفتی صاحب کے محرم کا تماشا آپ حضرات خود بھی دیکھ سکتے ہیں۔ پوری کتاب ایسی ہی لایعنی، رکیک، بے ربط اور بھونڈی تُک بندیوں کا طومار اور زٹلیات کا پوٹلہ ہے۔ جن میں نہ تذکیر و تانیث کا لحاظ، نہ افراد و جمع کی رعایت، اور نہ مطلب کے خبط ہو جانیکا خیال ہے۔ آپ کی دیگر تصنیفات کا بھی یہی عالم ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ع اور اس پر یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہی حسین ہیں۔
ہم نے لفظی خامیوں کی ایک طویل فہرست تیار کی تھی، لیکن طوالت کے اندیشہ سے اختصار کرکے صرف چالیس کی تعداد پر اکتفار کیا گیا ہے۔ اگرچہ چالیس نمبرات میں بھی نمونے بہت آگئے ہیں) ؎

مقطع میں آپڑی تھی سخن گسترانہ بات　　ورنہ بیانِ حسنِ طبیعت نہیں ہے مجھے

دیگر دو خصوصیات

آپ کی تصنیف میں دو خصوصیات اور بھی قابلِ ذکر ہیں۔
(۱) ایک ایک بات کو ہیر پھیر کر بلا وجہ کئی کئی بار بیان کرنا جس کی برکت سے چند اَبریوں کا ہ محرم ۸۴ صفحات پر پھیل گیا۔
(۲) تعارض و اختلاف اس قدر ہے کہ اکثر ایک جگہ کی عبارت سے دوسری جگہ کے مضمون کی تردید ہوجاتی ہے۔ اگرچہ مقصودِ تبصرہ لفظی خامیوں پر مواخذہ یا تکرار و تعارض کا بیان نہیں۔ لیکن ان چیزوں کا ذکر زعمِ فاسد پر تنبیہ اور تبصرہ کی تکمیل کے لئے مناسب ہے۔
اگر وہ خود کو یگانۂ روزگار و محققِ دوراں خیال کرکے اکابر و اسلاف کی تجہیل و تحمیق نہ فرماتے تو ہم اُن کی ان اغلاط کو نظر انداز کرکے چند مسائل ہی پر قلم اُٹھاتے۔ امید ہے کہ ناظرین ہمیں اس سلسلہ میں معذور سمجھیں گے۔ بلکہ مذکورہ حصۂ تبصرہ سے بھی محظوظ و لطف اندوز ہوکر مدعی کے علم کی گہرائی و گیرائی کا اندازہ کرلیں گے۔
اب ہم ذیل میں مزید ثبوتِ مدّعا کیلئے چند ہی مثالیں تعارض و تکرار کی محرم، سے لکھتے ہیں۔ مسم احمد غازی عطاری

تعارض وتکرار کی چند مثالیں

پہلی مثال: تعزیہ بمنزلہ ایک بت کے ہے جس کو خود ہی گھڑتے اور بناتے ہیں۔ پھر اس کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ اس کی تعظیم عبادت کے طور پر کرنا کھلا ہوا شرک ہے۔ تعزیہ داری کرنے والے آجکل عام طور پر مشرکانہ عمل کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے یہ کام غیر مسلموں سے سیکھے ہیں۔

اور ان کے نمونہ پر تعزیہ چلا رکھا ہے۔ اس کی تمام رسمیں غیر مسلموں سے لی ہیں۔ کوئی ایک رسم بھی اسلامی نہیں، بلکہ جاہلیت اور کفر وشرک کا عمل ہے۔ خود تعزیہ کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ لوگوں کے خود تراشیدہ خیالات کا مجموعہ ہے۔ یہ لغو اور بیکار کام ہے۔ اس میں کوئی دینی یا دنیاوی نفع نہیں" ص ۲۱، ۲۲)

اس عبارت میں غور فرمائیں کہ ایک بات کو الٹ پھیر کر کتنی بار بیان کیا گیا ہے۔ پھر جملوں میں لفظی رکاکت کے علاوہ معنوی تعارض کسقدر ہے۔ تعزیہ داری غیر مسلموں سے سیکھی ہوئی چیز اور لی ہوئی رسم ہے۔ اور خود گھڑے ہوئے خیالات کا مجموعہ بھی ہے۔ ان دونوں باتوں میں کونسی بات صحیح ہے اور کونسی غلط؟

ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

کوئی ثبوت تعزیہ داری کا نہیں ملتا۔ یہ تو بلاشبہ ہماری اور آپ کی گھڑی ہوئی رسم ہے۔ یہ کوئی اسلامی رسم نہیں ہوسکتی" ص ۱۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تعزیہ مفتی صاحب کی گھڑی ہوئی رسم ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

"تعزیہ داری کی رسم اسلام کے مراسم کے خلاف اہل ہنود کے رام لیلا دسہرہ کی نقل معلوم ہوتی ہے (ص ۲۵) اس سے معلوم ہوا کہ تعزیہ داری ہندوؤں

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کے تہواروں کی نقل ہے۔ ایک ہی بات کو پچاسوں جگہ لایا ہے۔ اور وہ بھی کہیں کچھ اور کہیں اور کچھ۔

دوسری مثال: پھر ہندوستان ہی کے مسلمانوں میں یہ رسم (تعزیہ داری) کیوں ہے؟ ص۱۵)۔

یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے سوا اور ملکوں میں اس طرح کی بدعت (تعزیہ داری) کا وجود نہیں ملتا؟ ص۳۸)

ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ تعزیہ داری صرف ہندوستان میں ہوتی ہے، اور کہیں نہیں ہوتی۔ اب یہ بھی پڑھیئے کہ

"نیز تعزیہ داری کا یہ طریقہ ہندوستان اور ایران میں ہی کیوں ہے؟ دیگر بلادِ اسلامیہ میں یہ رسم کیوں نہیں ہے؟" ص۳۲) تعارض بالکل کھلا ہوا ہے۔

تیسری مثال: شہادت کی مجلسوں میں جہاں واقعۂ کربلا کی فرضی اور گھڑی ہوئی کہانی سنائی جاتی ہے وہیں اس کے متعلق بہت سی غلط باتیں اور غیر مستند روایتیں بیان کی جاتی ہیں" ص۶۷)

اس عبارت میں واقعۂ کربلا کا صاف انکار ہے۔ واقعۂ کربلا کی فرضی اور گھڑی ہوئی کہانی سے مراد زٹل روایات ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ اصل واقعۂ کربلا ہی مراد ہے۔ کیونکہ آگے وہیں اس کے متعلق الخ سے زٹل روایات کا ذکر بھی مستقل کر دیا گیا ہے۔ غور کیجئے۔

پھر اس فرضی داستان کا گھڑنے والا کون ہے؟ اس کا پتہ بھی محرم میں ملیگا۔ دیکھئے فرماتے ہیں کہ " درحقیقت سبائیوں نے واقعۂ کربلا کی کہانی گھڑ کر حضرت حسینؓ اور دیگر تمام صحابۂ کرامؓ کے دامن کو داغدار بنایا ہے" ص۱۱۸)

ناظرین کو واقعۂ کربلا کے انکار میں اب بھی کچھ شک ہے۔ بلکہ محرم والے حضرت کی رائے یہ ہے کہ اگر واقعۂ کربلا کو واقعی تسلیم کرلیا جائے تو اس سے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

حضرت حسینؓ اور تمام صحابہؓ کا دامن داغدار ہوتا ہے۔ اور کیوں ہوتا ہے۔ یہ مفتی صاحب ہی بتا سکتے ہیں۔ اور کسی کی سمجھ میں اس کی وجہ نہیں آسکتی۔ آیئے اسی محرم میں دوسری جگہ اس کی تردید بھی پڑھیئے۔ فرماتے ہیں کہ:

"شہادت کی مجلسوں میں عام طور پر واقعۂ کربلا اور شہادت کے واقعات جس دیومالائی اور من گھڑت روایات کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے اگر اس کا تحقیقی جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کربلا کی داستان اور روایات کا بیشتر حصہ بالکل گھڑا ہوا ہے۔" (ص۲۷)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعۂ کربلا کی کچھ اصل تو ضرور ہے۔ مگر زیادہ حصہ فرضی ہے۔ آیئے اسی محرم کو ایک اور جگہ سے پڑھیئے جس میں یہ ہے کہ "کوفیوں نے دھوکہ دیکر انہیں بیعت و خلافت کا سبز باغ دکھایا پھر میدانِ کربلا میں انہیں ظلماً شہید کیا۔ یہ سانحہ بلاشبہ زبردست سانحہ ہے۔ جو دسویں محرم ۶۱ھ میں پیش آیا۔" (ص۳۸)

اس عبارت میں وہ فرضی کہانی حقیقت بن گئی۔ ہمیں یہاں صرف عبارت کا تعارض بتانا ہے کہ ان کی ایک عبارت دوسری جگہ کی عبارت کو جھٹلاتی ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اُن کا عقیدہ و خیال کیا ہے۔ نیز ہر بات کو بار بار اُلٹا سیدھا لکھ کر خواہ مخواہ وقت ضائع کیا، اور وہ مصنف صاحب بن بیٹھے۔

چوتھی مثال: "پھر ۳۵۲ھ تک معز الدین دیلمی امیر بغداد سے پہلے یہ رسم (تعزیہ داری) کیوں نہیں منائی گئی۔" (ص۳۱)

اس مذکورہ عبارت کے حاشیہ ۱ پر خود تحریر فرماتے ہیں کہ "سب سے پہلے اسی نے ۳۵۲ھ میں اہلِ بغداد کو امام حسینؓ پر ماتم کرنے کا حکم دیا۔ نیز شہر کی رونق کم کرنے اور اظہارِ غم کے لئے بازار، دروازے بند کرنے کا حکم دیا یعنی مکمل ہڑتال کرائی۔" (ص۳۱)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ :

" البتہ ساڑھے تین سو برس کے بعد ۳۵۱ھ میں بنو عباسیہ کے دور میں ایک مشہور با اثر شیعی معز الدولہ نے سب سے پہلے شہادت حسینؓ مظلوم کی یادگار منانے کے لئے عاشوراء کے دن کو مقرر کیا۔ اسی وزیر کے حکم سے اسی سنہ میں جامع مسجد بغداد میں صحابہ کرامؓ پر تبرّا اور لعنت کی بدعت ایجاد کی گئی (کچھ آگے ہے) یہ ایک شیعی وزیر سلطنت کے دماغ کی ایجاد ہے (ص۱۴۱)"

ملاحظہ فرمایئے کہ کئی جگہ ایک ہی بات لکھی، اور الگ الگ، کہیں تو ۳۵۲ھ ہے، کہیں ۳۵۱ھ۔ کہیں اس بدعت کا موجد معز الدین امیر بغداد ہے۔ کہیں معز الدولہ وزیر یا وزیر سلطنت ہے۔

آپ کی تاریخ دانی پریشانی و حیرانی کا باعث ہے۔ نہ معلوم کونسی بات صحیح ہے کونسی غلط ہے۔ پھر ایک بات کی رگڑ کہ جبتک باریک چٹنی نہ بنا دی جائے اُس کی تکمیل ہی نہیں ہوتی۔

ہم نے یہاں چار مثالیں بطور شہادت پیش کر دی ہیں۔ کیونکہ شہادت کا زائد سے زائد نصاب یہی ہے۔ اور جو صاحب مزید لطف اندوز ہونا چاہیں وہ محرم کا تماشا خود دیکھیں۔

انوکھی حساب دانی

تاریخ دانی کی طرح مفتی صاحب کی حساب دانی بھی بے مثال ہے۔ چوتھی مثال کے ذیل میں غور کیجئے، ارشاد ہے کہ :

" البتہ ساڑھے تین سو برس کے بعد ۳۵۱ھ میں الخ یعنی واقعہ شہادت سے ساڑھے تین سو سال بعد نوحہ و ماتم کی رسم بغداد میں جاری ہوئی۔

اب حساب لگایئے مفتی صاحب کے بیان کے مطابق واقعہ شہادت ۶۱ھ میں پیش آیا۔ اس میں ساڑھے تین سو ملا کر سب حسابی لوگ کہیں گے کہ چار سو

گیارہ ہوئے۔ یعنی اگر یہ ماتم کی بدعت واقعۂ کربلا پیش آنے سے ساڑھے تین سو برس بعد ایجاد ہوئی تو ۴۱۱ھ کے بعد ہونی چاہئے۔ مگر مفتی صاحب کا انوکھا حساب بتاتا ہے کہ واقعۂ کربلا سے ساڑھے تین سو برس بعد ۳۵۱ھ میں یہ بدعت ایجاد ہوئی۔ ان کے نزدیک ۶۱ اور ۳۵۰ = ۳۵۱ ہوتے ہیں۔ بہرحال محرم والے مفتی صاحب ہر فن میں خواہ وہ تاریخ ہو یا حساب، ادب ہو یا فقہ ایک امتیازی شان اور بے مثال حیثیت، زبردست مہارت رکھتے ہیں۔ ؎

یوں تو ہم نے لاکھ حسیں دیکھے ہیں (پر) تم سا نہیں دیکھا

"محرم" کی معنوی خامیاں اور تحقیقی جائزہ

محرم کی حدود اربعہ: یہ کتاب ٹائیٹل کے علاوہ اٹھاسی صفحات اور ۳۵ عنوانات پر مشتمل ہے۔ سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ ہے۔ سرورق کے بعد صفحہ ۲، ۳ پر فہرست مضامین اور دس کتب کا اشتہار ہے۔ عنوانات اور اُن کے تحت مضامین صفحہ ۴ سے شروع ہوکر ص۸۷ پر ختم ہوجاتے ہیں۔ ص۸۸ پر زیر طبع "واقعۂ کربلا" کا تعارفی اشتہار ہے۔ اس طرح "محرم" کے مضامین صرف ۸۴ صفحات پر ہیں۔ اگر سلیقہ سے ان تمام مضامین کو لکھا جائے تو زائد سے زائد ۱۶ صفحات پر آجائیں گے۔ کاغذ، کتابت اور طباعت متوسط ہیں۔ البتہ تصحیح نہ ہونے کی وجہ سے کتابت کی اغلاط بہت ہیں۔ قیمت تین روپے پچاس پیسے ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ اسلامیہ حیات العلوم مرادآباد

کتاب کا موضوع: یہ کتاب ماہِ محرم کے فضائل و برکات میں اور مشرکانہ رسوم و ناجائز خرافات و بدعات کی تردید و مذمت میں لکھی گئی ہے۔ مگر مصنفِ محرم اس میں بے ضرورت بحثوں کو چھیڑ کر بارش سے بھاگے

اور پرنالے کے نیچے جا کھڑے ہوئے ہیں۔ کاش وہ حُدود میں رہکر موضوع کو واضح فرماتے تو اُن کی یہ کوشش قابلِ تحسین شمار ہوتی۔ جبکہ موجودہ صورت میں یہ کتاب موجبِ فتنۂ وفساد اور باعثِ گمراہی ثابت ہورہی ہے۔

ماہِ محرم کی عظمت: یہ "محرم" کا پہلا عنوان ہے۔ اس کے تحت ماہِ محرم کی فضیلت وعظمت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اس مہینہ میں خدا تعالیٰ کی تجلّیات اور اُس کے انوار وبرکات کا نزول ہوتا ہے۔ اور بندوں پر خُدا کی خصوصی توجّہات اور اس کی رحمتوں کی بارش ہوتی ہے" ملک)

نہ معلوم صاحبِ محرم یہاں پر محرم کی فضیلت بیان فرمارہے ہیں یا رمضان کی؟ اگر محرم کی فضیلت بیان فرمارہے ہیں جیسا کہ ظاہر بھی یہی ہے، تو دلیل میں کوئی آیت پیش نہیں فرمائی، جس سے امّہات المؤمنین کی افضلیت کی طرح محرم کی بھی حسّی اور قطعی فضیلت ثابت ہوجاتی۔ اور نہ کوئی حدیث ہی بیان کی۔ ممکن ہے کہ ان کو کوئی ایسی حدیث دستیاب نہوئی ہو۔ جو شیعوں سے بچتی ہوئی مفتی صاحب تک پہونچ جاتی۔ اسلئے ماہِ محرم کی بے سند اور ہوائی فضیلت پر اکتفار فرمایا گیا ہو۔

وصف میں چوٹی کے اک شعر نہ چوٹی کا کہا
جاؔن صاحب نے بھی کیا ہے یہ چوٹی چوٹی (جانؔ صاحب)

اسلام کی توہین: وہ اسی عنوان مذکور کے تحت لکھتے ہیں:

ماہِ محرم کی عظمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ مہینہ اُن چار مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے جس میں جنگ وجدال ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ مسلمانوں کے علاوہ مشرکینِ عرب بھی اس ماہ میں خانہ جنگی خواہ کتنی زبردست ہو بند کردیتے تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مہینہ کی عظمت قدیم زمانہ سے یعنی اسلام کے آنے سے پہلے سے چلی آرہی ہے۔ اگرچہ بعد میں اسلام نے اس ماہ میں قتال بند رکھنے کو منع کردیا۔ مگر اس ماہ کے احترام

کے حکم کو باقی رکھا۔" صکّ)

اس عبارت میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس سے اسلام کی زبردست توہین ہوتی ہے۔ مفتی صاحب نے یہاں پر ان دشمنانِ اسلام کی زبردست حمایت کی ہے، جو اسلام کو دنیا کے سامنے داغدار بنا کر پیش کرتے ہیں۔

یاد رکھیئے کہ "جنگ وجدال، خانہ جنگی اور قتال، تو ہمیشہ سے ہر دور میں ہر مہینہ میں اور ہر وقت اچھے اور شریف لوگوں کے نزدیک معیوب حرکت رہی ہے۔ اس میں ماہِ محرم کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اس بات کو سب ہی جانتے ہیں کہ "جدال وخانہ جنگی اور لڑائی بھڑائی شرافت وانسانیت کے خلاف ہے۔ کسی باطل مذہب نے بھی اس کی اجازت نہیں دی۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ اسلام نے شروع میں اس خلافِ انسانیت حرکت کو ممنوع قرار دیدیا تھا۔ بعد میں اس کمینہ حرکت سے باز رہنے سے منع کردیا۔ یعنی جنگ وجدال اور خانہ جنگی کو ضروری قرار دیدیا ہے۔ یہ مذہبِ اسلام پر کھلا ہوا بہتان ہے۔ اس جرأتِ بیجا کے متعلق مفتی صاحب سے پوچھیئے کہ قرآن پاک کی کس آیت سے اس کا ثبوت ہے۔ یا کونسی حدیث میں یہ حکم موجود ہے۔ یا فتووں کی کس کتاب سے آپنے یہ لکھا ہے۔؟

صاحبِ محرم نے اس مقام پر اسلام کی زبردست توہین کی ہے۔ آجکل دشمنانِ اسلام بھی اس قسم کی ناپاک سازشوں سے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یاد رکھیئے اسلام نے جنگ وجدال اور فتنہ وفساد وخانہ جنگی کی بالکل اجازت نہیں دی۔ بلکہ اسلام نے ایسی خرافات اور خلافِ شرافت و انسانیت حرکات کو مٹایا ہے۔ مگر صد افسوس کہ مفتی اسلام نے یہ ناپاک حکم اسلام کے سر تھوپ دیا۔ خدارا اسلام کو بدنام نہ کیجئے۔ غالبًا اسی خود ساختہ حکم کی تعمیل ہی میں حضرت نے ماہِ محرم میں اپنی کتاب

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

محرم ، شائع فرما کر جنگ وجدال اور فتنہ وفساد کا دروازہ کھولا ہے۔ ع
برین عقل و دانش بباید گریست

معاملہ کی حقیقت

بات صرف اتنی تھی کہ مشرکینِ عرب آپسی لڑائی جھگڑوں اور خانہ جنگیوں کے خوگر تھے۔ مگر چار مہینوں (رجبؔ، ذوقعدہؔ، ذوالحجہؔ، محرمؔ) کا احترام کرتے تھے۔ اسی احترام میں وہ لوگ ان چار مہینوں میں لڑائی جھگڑوں کی ذلیل وظالمانہ حرکت کو چھوڑ دیتے تھے۔ جیسا کہ بہت سے بے عمل مسلمان بھی رمضان المبارک کے احترام میں بہت سے گناہوں سے پرہیز کر لیتے ہیں۔ چونکہ جہاد بھی ظاہر میں عام لڑائی جھگڑوں کے مشابہ ہے۔ خاص طور پر حقیقت سے ناواقف کافروں کی نظر میں۔ اسلئے اسلام میں ابتداءً مشرکوں کی ہدایت اور نومسلموں کی رعایت کیوجہ سے مصلحتاً ان چار محترم مہینوں میں جہاد کی اجازت نہ دی گئی تھی۔ لیکن جب اسلام پھیل گیا، نومسلم اسلام میں پختہ ہو گئے، اور جہاد کے مقاصد سے لوگ پورے طور پر واقف ہو گئے تو یہ مصلحت ختم ہو گئی۔ اور اسلام نے ان چار مہینوں میں بھی جہاد کی اجازت دیدی۔ جہاد عبادت ہے۔ اور تمام عبادات کے قائم ہونے اور اللہ کے کلمہ کی بلندی کا ذریعہ بھی ہے۔

کیونکہ جہاد اسلام کا ایک ایسا عظیم الشان فریضہ ہے جو قیامت تک جاری رہیگا۔ الجهادُ ماضٍ اِلیٰ یَومِ القِیَامَۃِ۔ اور اللہ کے فرض کے قائم ہونے سے کسی زمان ومکان کی عظمت گھٹتی نہیں بڑھتی ہے۔ لیکن جو بات مفتی صاحب نے لکھی ہے اُس کی جرأت وہی کر سکتے ہیں۔

پھر وہ اپنی عبارت کی تاویل کرتے رہیں، مگر اس سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ خطرناک بھی ہے اور اسلام کی اس سے زبردست توہین بھی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ہوتی ہے۔ ؎
تیوری حال ہی کہنے سے چڑھی ہے تو چڑھے
مجھ کو کچھ خوف نہیں تیری جبیں پر چیں کا

یہ فضیلت ہے یا اہانت

اُوپر ذکر کی ہوئی محرم کی عبارت کو پھر ایک بار پڑھیئے۔ اس میں آپ کو دو متضاد باتیں ملیں گی۔ ایک تو یہ کہ جنگ وجدال کی ممانعت بھی ماہِ محرم کے احترام کا ایک پہلو تھا۔ پھر بقول مفتی صاحب یہ ممانعت ختم کر کے جنگ وجدال کو محرم میں ضروری قرار دیا گیا۔ تو جب جدال کی ممانعت عظمت کا پہلو تھا، اور اسلام نے اس پہلو کو اڑا دیا تو مطلب یہ ہوا کہ اسلام نے محرم کی عظمت گھٹادی۔ سوال یہ ہے کہ اس سے مفتی صاحب نے محرم کی عظمت وفضیلت کو بیان فرمایا ہے، یا اس کی عظمت کے گھٹ جانے کو بیان کر کے اس کی اہانت کی ہے؟ پھر اخیر میں یہ جملہ "مگر اس ماہ کے احترام کو باقی رکھا" اس کے بالکل متضاد اور لغو ہوا۔ مطلب کو سمجھئے کیا ہوا؟ جب عظمت واحترام کا پہلو اڑا دیا تو احترام کو باقی کیسے رکھا۔ یا اس پہلو کے علاوہ ناقص احترام کو باقی رکھا؟

مہینہ حساب سے بڑھ گیا

عنوان "ماہِ محرم کی عظمت" کا مضمون صرف بارہ سطروں پر مشتمل ہے۔ ان بارہ سطروں میں لفظ مہینہ گیارہ بار آیا ہے۔ وہ تو خیریت ہوگئی کہ اس میں چار بار لفظ ماہ" استعمال کرلیا گیا۔ ورنہ مہینہ حساب سے بہت آگے نکل جاتا۔ مذکورہ عبارت میں لفظ "جس میں" سے چار مہینوں کی طرف اشارہ کرنا بھی کمالِ ادب کی دلیل ہے۔ حضرت "جس میں" اور "جنمیں" میں فرق کے قائل نہیں ہیں۔ اور اسلام کے آنے کے "جیسی عبارتوں سے پوری کتاب مالا مال ہے۔ ہم ایسے ادبی جواہر پاروں پر خط کھینچ کر

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اشارہ کرتے رہیں گے ان شاء اللہ) تا کہ اہلِ ادب "محرم" پر ماتم کریں۔

عظیم واقعات سے محرم کی عظمت

ماہ محرم کی عظمت بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"نیز اس مہینہ میں بعض عظیم الشان واقعات پیش آئے ہیں۔ جو کہ ابھی یومِ عاشوراء کے عنوان میں معلوم ہوں گے" (ص۶)

"محرم" کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ماہِ محرم میں بعض عظیم الشان واقعات پیش آنے کی وجہ سے بھی عظمت و فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ عنوان "یومِ عاشوراء" کے تحت صاحبِ محرم نے بعض عظیم الشان واقعات کو ذکر بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ عاشوراء کے دن کو تمام دِنوں پر بزرگی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں، پہاڑوں اور سمندروں کو اسی دن پیدا فرمایا۔ عرش و کرسی اور لوح و قلم کو اسی دن وجود بخشا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ملائکہ مقربین کی پیدائش اسی مبارک دن میں ہوئی۔ اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان سے چھٹکارا حاصل ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ سے خلاصی ہوئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو خدا کے یہاں سے معافی ملی الخ (ص۶،۵)

واقعات کی اس فہرست سے عاشورائے محرم کی عظمت و فضیلت پر استدلال کیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب اہم واقعات محرم کی دسویں تاریخ کی فضیلت و اہمیت کو بڑھا رہے ہیں تو حضرت حسینؓ کی شہادت کا واقعہ بھی تو مسلمانوں کے نزدیک اہم واقعہ ہے۔ اس سے یومِ عاشوراء کی فضیلت و اہمیت کیوں نہیں بڑھی۔ یا مفتی صاحب کے نزدیک شہادتِ حسینؓ کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ اگر ان کے نزدیک شہادتِ حسینؓ کے

واقعہ کی کوئی اہمیت ہوتی تو وہ یہ نہ لکھتے کہ :

" اس مہینہ کی دسویں تاریخ کو یومِ عاشوراء کہا جاتا ہے۔ یہ دن اسلام میں بہت اہم و برکت وفضیلت والا دِن ہے لیکن اس کی اہمیت وفضیلت حضرت حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے نہیں ہے " ص۵)

یہ شیعوں کا پروپیگنڈہ ہے

مفتی صاحب کا خیال ہے کہ شہادتِ حسینؓ کے واقعہ کو عاشوراء کی فضیلت واہمیت میں دخیل ماننا سراسر شیعوں کا پروپیگنڈہ ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

" لیکن اس کی اہمیت اور فضیلت حضرت حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے نہیں ہے (کچھ آگے لکھتے ہیں) کہ "یومِ عاشوراء" کی فضیلت صرف شہادتِ حسینؓ کی وجہ سے ہے " صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ شیعوں کا محض پروپیگنڈہ ہے۔ یہ دن اسلام سے پہلے بھی اگلی اُمتوں میں بہت اہم اور عزت و وقار کا دِن رہا ہے " ص۵)۔ سوچیئے کہ:

اہم واقعات سے عاشوراء کے دن کی اہمیت بڑھی، مگر شہادتِ حسینؓ سے نہیں بڑھی۔ اگر اس کی اہمیت مفتی صاحب کی نظر میں ہے تو اس واقعہ شہادت سے اہمیت کیوں نہیں بڑھی۔ پھر کہیں تو صاف لکھدیا کہ اس کی اہمیت اور فضیلت حضرت حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے نہیں ہے۔ اور کہیں یومِ عاشوراء کی فضیلت صرف شہادتِ حسین کی وجہ سے ہے صحیح نہیں۔ یعنی کہیں واقعۂ شہادت کی اہمیت کا صاف انکار ہے۔ کہیں لفظ صرف کے پردے میں"۔ ایسی ہی عبارتوں سے اغیار یہ شبہ کرتے ہیں کہ محرم والے مفتی صاحب کے نزدیک واقعۂ شہادتِ حسینؓ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اور آخر شبہ کیوں نہ کریں جبکہ انہوں نے اسی محرم کے ص۲۱ پر لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کو اہمیت دینا اور دیگر بڑے بڑے شہدائے اسلام

کا کوئی تذکرہ تک نہ کرنا صرف رافضیوں کا شیوہ ہے۔ مسلمان سنی بھائیوں کو اس سے دُور رہنا چاہیئے۔ ورنہ یہ طریقہ ایمان کو سلب کر لینے کے مرادف ہے۔ (نعوذ باللہ)

ایک ناواقف آدمی ایسی عبارتوں کو پڑھکر یہ سمجھیگا کہ یہ کتاب کسی ایسے شخص نے لکھی ہے (خدانخواستہ) جس کے دل میں حضرت حسینؓ کی طرف سے بغض ونفرت ہے۔۔ اسی لئے تو شہادتِ حسینؓ کو اہمیت دینے سے ایمان سلب ہوجاتا ہے۔ اور شہادتِ حسینؓ کو اہمیت دینے والا مسلمان مُرتد ہوجاتا ہے۔ یہ محرم والے مفتی جی کا مخصوص الہامی فتویٰ ہے۔ اِنّا للہ الخ

سہ
بے وفا سمجھیں تمہیں اہلِ حرم اس سے بچو
دیر والے کج ادا کہدیں یہ بدنامی بھلی

کہیں یہ تو شیعوں کا پروپیگنڈہ نہیں ہے؟

اگر حضرت حسینؓ کو سیّد الشہداء اضافی معنی کے اعتبار سے بھی کوئی کہدے تو یہ بھی ممنوع ہے۔ اور مفتی صاحب کے نزدیک حدیث کے خلاف اور شیعوں کا پروپیگنڈہ بھی ہے۔ ہمیں تسلیم ہے مگر کیا ہم مفتی صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ شیخ عبد القادرؒ کا ارشاد کہ وہ عاشوراء کے دن کو تمام دنوں پر بزرگی حاصل ہے "(ص) حدیث کے خلاف نہیں۔ حدیث میں تو سیّد الایام جمعہ کے دن کو کہا گیا ہے۔ یا شیخ کا یہ ارشاد تو شیعوں کا پروپیگنڈہ نہیں؟ پھر یہاں آپ کی حدیث دانی کہاں چلی گئی۔ شیخ کو آپنے اس مقام پر کیوں بخشدیا۔ پھر ان واقعات کی فہرست کیوں ذکر کردی جن میں سے بیشتر کا ثبوت حدیث صحیح سے نہیں ہے۔؟ اسی لئے تو عوام کہتے ہیں، مُلّا کی ماری حلال ہے، جیت بھی اپنی اور پَٹ بھی۔

تمہاری زلفِ پیچاں نے مجھے بھی مار رکھا ہے
تماشا دیکھتے ہو کیا مرے حالِ پریشاں کا

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

صحیح حدیث کا مطالبہ

ہم نے یہ بات مفتی صاحب ہی کی لکھی ہے کہ وہ اس واقعہ ہی کو عاشورا محرم کی اہمیت کو بڑھانیوالا خیال کرتے ہیں جس کا ثبوت حدیث سے ہو۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"کہیں کسی حدیث میں شہادتِ حسینؓ کی وجہ سے مُحرم اور عاشورا کی فضیلت نہیں ذکر کی گئی" (ص۹)

پھر حدیث بھی صحیح ہونی ضروری ہے۔ جیسا کہ محرم ہی کے دوسرے مقامات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی لئے ہم بھی مفتی صاحب سے اس سوال کی جرأت کر رہے ہیں کہ وہ شیخ عبدالقادر جیلانی والی فہرست کا صحیح حدیث سے ثبوت دیں۔ ورنہ بتائیں کہ اس کو اپنی کتاب میں کیوں لکھا ہے؟ اور فہرست میں پیش کردہ واقعات سے یومِ عاشوراء کی فضیلت کو کیوں ثابت کیا ہے؟ آپکے نزدیک ان واقعات کی اہمیت ہے جنمیں بیشتر کا ثبوت حدیث صحیح سے نہیں۔ تو کیا مسلمانوں کے نزدیک شہادتِ حسینؓ کی کوئی اہمیت نہ ہوگی؟ جس کا ثبوت متواتر ہے، اور اس میں کسی کو بھی شک اور تردّد نہیں ہے۔ خواہ آپ جیسوں کی نظر میں واقعہ شہادت اتنا ہلکا ہو کہ اس سے عاشوراء کی اہمیت نہ بڑھ سکے۔

پھر واقعۂ کربلا تو دورِ نبوی سے بعد کا ہے اس کیلئے حدیث کا مطالبہ پاگل پن نہیں تو کیا ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو کیا کوئی آپ سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے کہ آپ کا مفتی ہونا کونسی حدیث سے ثابت ہے۔ جبتک آپکا مفتی ہونا کسی حدیث صحیح سے ثابت نہ ہو جائے تو آپ کی تحریر کے مطابق اسوقت تک آپ کو فتویٰ دینا ناجائز و حرام ہوگا۔ ع بریں عقل و دانش بباید گریست

حضرت حسینؓ کی توہین

صاحب محرم کا رویہ بڑا عجیب ہے۔ انہوں نے اپنے محرمی رویّہ سے مسلمانوں کے دلوں کو شدید زخمی کیا ہے۔ وہ اپنے اس محرم ہی میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "بلکہ

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

وہ (روحِ حضرتِ حسینؓ) تو اس سے خوش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد کی دینی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے۔ اور اُن کے یتیموں اور بیوہ عورتوں اور مفلسوں اور محتاجوں کی امداد اور خبرگیری ہو۔ ص۴۷)

اس عبارت میں حضرت حسینؓ پر مروّج خاندانی یا برادرانہ تعصب کا الزام لگایا گیا ہے۔ جو آجکل بعض قوموں اور بعض کمینہ لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ کہ اُن کے نزدیک اپنے بیگانہ کا سوال اور برادری وغیر برادری میں ظالمانہ امتیازی سلوک ہوتا ہے۔ کیا مفتی صاحب حضرت حسینؓ سے اس درجہ بدگمان ہیں کہ وہ مسلمانوں کی اولاد کی تعلیم و تربیت اور اُن کے یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے خوش نہ ہوں گے۔ اگر آپ کا ایسا خیال نہیں تھا تو "اُن کے" اور "اُن کی" کا کیا مطلب ہے؟

عبارتِ مذکورہ میں اس معنوی خرابی کے علاوہ عبارت کا حُسن، اور، اور کی تکرار بھی قابلِ دید ہے ؎

مریں ہم آپ کی کِس کِس ادا پر ⁂ ادائیں لاکھ اور بے تاب دِل ایک

حضراتِ حسنینؓ کی توہین

عنوان "تعزیہ سے اماموں کی یادگار" کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"رہی یہ وجہ کہ تعزیہ داری سے اماموں کی یادگار منائی جاتی ہے ورنہ اماموں کو کون جانتا" تو سوال یہ ہے کہ دُنیا میں یہی صرف بارہ امام، امام ہوئے ہیں۔ دیگر بزرگانِ دین، ائمہ کرام اور تابعین عظام اور صحابۂ کرام جو بلاشبہ تمہارے اماموں سے کہیں اُونچے درجہ کے ہوئے ہیں ان کی یادگاریں کیوں نہیں مناتے۔" ص۲۱)

اس عبارت کو غور سے پڑھیئے کتنے فریب کے ساتھ حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کی توہین کی گئی ہے۔ یہ بات یاد رکھیئے کہ شیعہ لوگ تعزیہ کو بارہ اماموں کی یادگار بتا کر سُنیوں کو مغالطہ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ سُنی حضرات شیعوں

کے بارہ اِماموں کو نہیں مانتے۔ پھر خود شیعہ حضرات بھی تعزیہ کو بارہ اِماموں کی یادگار سمجھتے ہیں اور نہ بتاتے ہیں۔ وہ عَلَم اور تعزیوں کے ذریعہ اہلِ بیت خصوصًا حضرات حسنینؓ کی یادگار مناتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ تعزیہ داری شیعوں کے نزدیک بارہ اماموں کی نہیں بلکہ صرف دُو اِماموں (حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ) کی یادگار ہے۔

دوسری بات یہ بھی ذہن میں رکھیئے کہ سیدنا حضرت حسنؓ و سیدنا حضرت حسینؓ دونوں حضرات کو صحابیت کا عظیم شرف اور نبوی خاندان کی شرافت نیز شہادت کی عظمت حاصل ہے۔ صرف صحابیت کے شرف ہی نے اُن کو اتنا بلند و برتر بنا دیا تھا کہ دیگر بزرگانِ دین (جن کو شرفِ صحابیت حاصل نہیں) ائمہ کرام اور تابعین عظام میں سے کوئی بھی انکے برابر نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ اُن سے افضل و اعلیٰ یا اُونچا ہو۔ اہلِ سنت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ کوئی تابعی و تبع تابعی خواہ وہ امام وقت ہی کیوں نہو۔ یا وہ کوئی غوث و قطب ہو کسی بھی صحابی سے افضل بلکہ انکی برابر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ نبویہ و کتبِ عقائد کی تصریحات اس پر شاہد ہیں۔ یہ ایسی مُسلّمہ حقیقت ہے کہ اس پر دلیل لانا بے ضرورت ہے۔

اس وضاحت کے بعد مفتی صاحب کی عبارت پڑھیئے کہ وہ دیگر بزرگانِ دین، ائمہ کرام اور تابعین عظام کو ان اِماموں (حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ) سے تھوڑا بہت نہیں، کہیں اُونچے درجہ کے " لکھ رہے ہیں۔ جو سراسر اہلِ سُنت کے عقیدہ کے خلاف تو ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کی توہین بھی ہے۔ انہوں نے اس عبارت میں ان حضرات کے درجہ کو تابعین، اِماموں اور بزرگانِ دین سے بہت زیادہ گھٹا کر پیش کیا ہے۔ پھر اس کی تاکید " بلاشبہ کے ذریعہ کر دی ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اسکے علاوہ اہلِ بیت سے نفرت و بیزاری کا عالم یہ ہے کہ اُن کو اپنا کہنے لئے وہ تیار نہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ "وہ تمہارے (یعنی شیعوں کے) اماموں سے کہیں اُونچے درجہ کے ہوئے ہیں۔ بارہ اماموں کا ذکر صرف فریب ہے۔ سارا زور صرف اُن اماموں کی توہین پر خرچ کیا گیا جن کی یادگار منائی جاتی ہے۔ اور وہ بلاشبہ حضرات حسنینؓ ہیں، اور دوسرے امام نہیں ہیں۔ یہ مانا کہ مفتی صاحب کا پارہ شیعوں کے خلاف گرم ہے۔ مگر ایسا جلال بھی تو حلال نہیں کہ آدمی غصہ میں اپنا ہی پیٹ پھاڑ لے۔ یا اپنا گھر پھونک ڈالے ؎

نکالا نقص یوسف میں جو نغمہ حسن کا چھیڑا : نفس کی تان گر چھیڑی تو رکھا حرف علیٰ پر

کتاب "محرم" کا مطالعہ کیجئے تو آپ محسوس کریں گے کہ اسکے مصنف کو اہلِ بیت کا تذکرہ ناگوار ہے۔ خصوصاً حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ کا ذکر چھیڑتے ہی وہ اتنے غضبناک اور جلال بیجا میں آپے سے اتنے باہر ہو جاتے ہیں کہ قلم اُن کے قبضہ میں نہیں رہتا۔ اور ان کو شاید یہ پتہ نہیں چلتا کہ میں کیا لکھ رہا ہوں۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

" وہ لوگ (یعنی ہندو لوگ) اپنے ہاتھوں سے بناتے ہوتے ڈھانچوں کو پھونکتے ہیں۔

تو یہ بھی حسنؓ و حسینؓ کے بنائے ہوئے فرضی ڈھانچوں کو پھینکتے اور دریا میں ڈالتے ہیں" ص۲۶)

محرم والے مفتی جی سے کوئی یہ تو پوچھے کہ آپ نے حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کے ڈھانچوں کو کہاں دیکھا ہے۔ دنیا میں کوئی بھی ان کے ڈھانچے نہیں بناتا۔ شاید یہ خلافِ واقعہ افسانہ بھی آپنے جلال میں لکھ مارا ہے۔ یا حضرات حسنینؓ کی اس انداز میں توہین کر کے مزید مسلمانوں کے دِلوں پر آپ وار کر رہے ہوں۔ آپ کے لکھنے کا انداز بھی ملاحظہ فرمائیں۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کسقدر گستاخانہ انداز ہے۔ یہ "حسنؓ و حسینؓ کے بنائے ہوئے فرضی ڈھانچوں کو" اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مطلب کیا ہے؟ ناظرین اس مذکورہ جملہ کے مطلب پر ذرا غور کیجئے کیا ہو سکتا ہے۔

(۱) اگر یہ مطلب ہے کہ وہ ڈھانچے خود حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں، تو یہ ایسا ہی غلط ہوگا جیسا کوئی لفظ مفتی کا ترجمہ "مُفت خورہ" کردے۔ لیکن اگر یہ مطلب ہی لیا جائے تو یہ اعلیٰ درجہ کا جھوٹ اور بہتان ہوگا حضرات حسنینؓ پر۔ اور ان کی زبردست توہین ہوگی۔

(۲) اور اگر یہ مطلب ہے کہ حضرات حسنینؓ کے ڈھانچے اوروں نے بنائے ہیں تو یہ بھی قطعاً جھوٹ اور خلافِ واقعہ ہے۔ حضرات حسنینؓ کے ڈھانچے کوئی نہیں بناتا۔ بلکہ شیعہ حضرات یا جاہل سُنی تعزیہ بناتے ہیں، جو حضرات حسنینؓ کے ڈھانچے نہیں ہوتے۔ خواہ وہ قبر کی شبیہ اور نقل ہو یا اور کوئی شکل ہو۔ واضح رہے کہ ساری دُنیا ایسی احمق نہیں کہ غلط اور صحیح ہر فتویٰ کو تسلیم کر ہی لیگی۔ اور خلق یا حق کی طرف سے کوئی مُواخذہ نہ ہوگا۔ یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ میں کس کے متعلق کیا لکھ رہا ہوں ؎

چوبِ خدا صدا ندارد ٭ وقتے کہ زند دوا ندارد

حضرت حسینؓ کی توہین اور مُسلمانوں کی تکفیر

اہلِ سُنت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ کوئی مُسلمان گناہ کا ارتکاب کرکے کافر نہیں ہوتا۔ ہاں وہ گنہگار یا فاسق ہوجاتا ہے۔ اور توبہ کے بعد فسق بھی ختم ہوجاتا ہے۔ اسلئے کسی گنہگار مُسلمان کو خواہ اس نے کبیرہ گناہ ہی کرلیا ہو کافر کہنا جائز نہیں۔ ہاں فرقہ معتزلہ (جو ایک باطل فرقہ تھا، یہ کہتا تھا کہ کبیرہ گناہ کرنے والا اسلام سے خارج

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ہوجاتا ہے۔ اور خوارج (ایک گمراہ فرقہ) کہتا تھا کہ کبیرہ گناہ سے مسلمان کافر ہوجاتا ہے۔ مگر "محرم" میں کئی مقامات پر گنہگار مسلمانوں کو کفر میں داخل کرنے کی بیجا کوشش کر کے خارجیوں کی حمایت کی گئی ہے۔ مثلاً مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حضرت حسینؓ کی شہادت کو اہمیت دینا اور دیگر بڑے بڑے شہدائے اسلام کا کوئی تذکرہ تک نہ کرنا صرف رافضیوں کا شیوہ ہے۔ مسلمان سُنی بھائیوں کو اس سے دُور رہنا چاہئے۔ ورنہ یہ طریقہ ایمان کو سلب کر لینے کے مُرادف ہے۔" (ص۱۰)

ایک موٹی عقل والا آدمی بھی جانتا ہے کہ اگر کسی بزرگ کی کسی اچھی صفت کو اہمیت دی جائے۔ یا اہتمام کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا جائے اور اسکے ساتھ دوسرے بزرگوں اور ان کی صفات کو بیان نہ کیا جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ نہ چھوٹا گناہ ہے نہ بڑا گناہ۔ ہاں اگر ایک بزرگ کی تعریف اور دوسروں کی توہین کی جائے تو یہ واقعی جُرم ہے۔

اب آپ محرم والے مفتی صاحب کی منطق سمجھئے کہ وہ مذکورہ عبارت میں کیا فرماتے ہیں: "حضرت حسینؓ کی شہادت کو اہمیت دینا اور دیگر بڑے بڑے شہدائے اسلام کا کوئی تذکرہ تک نہ کرنا صرف رافضیوں کا شیوہ ہے"۔ اور بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی۔ بلکہ صرف حضرت حسینؓ کا ذکر کفر ہے۔ یہ حرکت ان کے نزدیک ایمان کو بھی لے ڈوبتی ہے۔

آپ دُنیا کے کسی بھی عالم سے پوچھئے کہ صرف کسی ایک بزرگ کا ذکر اہمیت کے ساتھ کرنا گناہ یا کفر ہے کہ نہیں؟ ہر عالم یہی جواب دیگا کہ اسمیں ادنیٰ گناہ بھی نہیں ہے۔ لیکن محرم والے مفتی جی کا یہ فتویٰ ہے کہ "یہ طریقہ ایمان کو سلب کر لینے کے مرادف ہے۔" یعنی شہادتِ حسینؓ کو اہمیت دینا اور ان کے ساتھ دوسرے شہداء کا ذکر نہ کرنا سلبِ ایمان کے مرادف

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

(ہم معنی) اور کھلا ہوا کفر ہے۔ (نعوذ باللہ)

لطیفہ: لفظ سلب کے معنی چھین لینے کے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کس کا ایمان چھین لینا مراد ہو سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شہادتِ حسینؓ کو اہم سمجھنے والے دشمنانِ اہلِ بیت ظالموں (یزیدیوں) کا ایمان چھین لیتے ہیں۔ یا وہ خود اپنا ایمان سلب کر لیتے ہیں۔ یہ ہیں مفتی اعظم جن کو اردو کے جملے لکھنے کی بھی تمیز نہیں۔

بہرحال یہ عبارت بھی بڑی عجیب اور مہمل ہے ؎

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ ؛ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

واقعۂ کربلا کا صاف انکار

"محرم" کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے بعض بیانات فکر و نظر سے بلند اور عقل و دانش کی حدود سے بالاتر ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ کربلا کا حادثہ پیش آیا ہے۔ اور اس میں حضرت حسینؓ شہید ہوئے ہیں۔ یہ واقعہ ایسا متواتر ہے کہ کسی مؤرخ وغیر مؤرخ نے آجتک اس کے انکار کی جرأت نہیں کی۔ صرف مفتی صاحب ہی اپنے "محرم" میں اسکو فرضی داستان اور گھڑی ہوئی کہانی بتاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"شہادت کی مجلسوں میں جہاں واقعۂ کربلا کی فرضی اور گھڑی ہوئی کہانی سُنائی جاتی ہے، وہیں اسکے متعلق بہت سی غلط باتیں اور غیر مستند روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔" (ص ۶۷)

اس عبارت میں دو باتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ واقعۂ کربلا فرضی داستان اور گھڑی ہوئی کہانی ہے۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جہاں اس فرضی افسانہ کو دُہرایا جاتا ہے وہیں اس گھڑی ہوئی کہانی کے متعلق غلط باتیں اور بے سند روایات بھی بیان کی جاتی ہیں۔ اور یہ گھڑا ہوا افسانہ "کڑوا اور نیم چڑھا" کا

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

مصداق بن جاتا ہے۔

اُردو پڑھے لکھے لوگ محرم ص۷۶ میں اس عبارت کو نکال کر بغور دیکھیں کہ اس عبارت کا اسکے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ یا اس میں کوئی تاویل کی جا سکتی ہے۔؟

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"محرم کے ایام میں تعزیہ داری کے ساتھ جہاں روتے پیٹتے اور سینہ کوبی اور ماتم وغیرہ خرافات کرتے ہیں وہیں مرثیہ بھی بڑے دھوم سے پڑھا جاتا ہے۔ جس میں جھوٹی اور مَن گھڑت روایات اور فرضی کہانیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔" ص۵)

ناظرین کرام! آپ اس عبارت سے کیا سمجھے؟ کیا اس عبارت میں بھی واقعہ کربلا کو جھٹلایا نہیں گیا؟ اس کو مَن گھڑت اور فرضی کہانیوں میں شامل نہیں کیا گیا؟ کیا ان مجلسوں اور مرثیوں میں فرضی روایات کیساتھ واقعۂ کربلا وشہادت حسینؓ کا ذکر نہیں ہوتا۔؟ مگر مفتی صاحب سب کا انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان مجلسوں اور مرثیوں میں "جھوٹی اور مَن گھڑت روایات اور فرضی کہانیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس قسم کی عبارتوں سے ان کا مقصود یزیدیوں کے جرائم ومظالم کو چھپانا ہے۔ یا شہدائے کربلا کی شہادتوں کا انکار ؎

یہ طرفہ تماشا دیکھو تو دستورِ محبت یہ بھی ہے
وہ منکرِ خونِ ناحق ہے اور خون کے دھبے دامن پر

واقعی "محرم" کا مطالعہ کرنیوالوں کو اس بات کا یقین ہونے لگتا ہے کہ محرم کا مؤلف کسی سنگین دماغی عارضہ کا شکار ہے۔ اسی لئے وہ ایسی بہکی بہکی متضاد باتیں لکھتا ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

یہ بے سروپا کہانی کس نے گھڑی

محقق لوگ بال کی کھال نکال کر حقیقت تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔ اور محقق ہوتا ہی وہ شخص ہے جو دلائل کے راستہ سے حقیقت کی منزل تک پہنچ جائے۔ مفتی صاحب نے بھی اپنے "ریسرچ" کے زور سے اس بات کا پتہ لگا لیا ہے کہ واقعۂ کربلا کی بے سروپا کہانی کس نے گھڑی ہے۔ یہ فرضی افسانہ اور جھوٹی کہانی بہت بڑی ہے۔ ایک آدمی کے بس کی بات نہ تھی، اسلئے اس کو پوری ایک جماعت نے مل کر گھڑا ہے۔ دیکھئے وہ لکھتے ہیں کہ :

"درحقیقت سبائیوں نے واقعۂ کربلا کی کہانی گھڑ کر حضرت حسینؓ اور دیگر تمام صحابۂ کرام کے دامن کو داغدار بنایا ہے۔ اور انہیں بزدل و منافق بنا کر دکھانے کی پالیسی اختیار کی ہے۔ کاش ہمارے سُنی حضرات اس حقیقت کو سمجھتے۔" ص۲۶)

"محرم" کی اس عبارت سے ایک طرف تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ واقعۂ کربلا کی کہانی گھڑی ہوئی اور بے سروپا ہے جسکی کوئی حقیقت و واقعیت نہیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس داستان کے گھڑنے والے سبائی لوگ ہیں تیسری بات اس "ریسرچ" کی تکلیف اٹھانے کی وجہ کا بیان ہے۔ وہ یہ کہ اگر واقعۂ کربلا کو صحیح اور واقعی تسلیم کرلیا جائے تو اس سے حضرت حسینؓ اور تمام صحابۂ کرام کی توہین لازم آتی ہے۔ اور سب کے دامن منافقت و بزدلی کے داغوں سے آلودہ ہوجائیں گے۔ پھر صحابہؓ میں سے کوئی ایک بھی (خواہ وہ اس واقعہ سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہوچکا ہو یا نہ ہوا ہو) اس توہین اور داغ سے نہ بچ سکے گا۔ اور ظاہر بات ہے کہ صحابہؓ کی توہین اور ان کو بزدل و منافق ماننا کفر ہے۔

اب آپ حضرت مفتی صاحب کی منطق سمجھیے اس سے وہ کیا نتیجہ نکالنا

چاہتے ہیں۔ یہی تو کہ جو لوگ واقعۂ کربلا کو تسلیم کرتے ہیں وہ توہین حسینؓ اور توہین صحابہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر ہیں۔ (نعوذ باللہ)

آپ سوچئے اس فتوٰی سے کون بچا۔ ساری امت پر جھاڑو پھیر دی ہے مفتی صاحب کے اس خود ساختہ "درلیسرچ" نے ع او دامن کو بچا کر جانے والے اپنا بھی دامن دیکھ لے۔

صحابہ کرام کی توہین کیسے لازم آئی؟

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ واقعہ کربلا کو تسلیم کر لینے سے حضرت حسینؓ اور تمام صحابہ کرامؓ کی توہین کیسے لازم آتی ہے۔ اور ان کے پاکیزہ دامنوں پر بزدلی و نفاق کے داغ کیسے لگ جائیں گے؟

یہ بات اتنی اونچی ہے کہ ہم جیسے کم علم وکم فہم لوگوں کی رسائی اور پرواز اتنی بلند کہاں ہے؟ واقعی ہماری سمجھ سے یہ منطق بالا تر ہے۔ اگر "محرم" والے مفتی صاحب کے نزدیک شہادت توہین و بزدلی اور نفاق کی بات ہے۔ تو حضرت حسینؓ یا ان کے خاندان کے افراد ہی تو شہید ہوئے تھے۔ سب صحابہؓ کے دامن پر یہ داغ کیسے پہنچ گئے۔ جبکہ صحابہ میں سے ایک فرد بھی میدانِ کربلا میں ان کے ساتھ نہ تھا جیسا کہ محرم صاحب کہہ رہے ہیں۔

چلو اڑ کر چھینٹیں ہی اگر پڑ گئی ہوں تو صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد جو دنیا سے رخصت ہو چکی تھی دوسرے عالم میں ان کے دامنوں پر یہ داغ کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ حضرت کی یہ منطق ہماری عقل سے بالا تر ہے۔ کہ اگر واقعۂ کربلا کو تسلیم کر لیا جائے تو تمام صحابہؓ کے دامن بزدلی و نفاق کے دھبوں سے داغدار ہو جائیں گے۔ نہ معلوم تمام صحابہ کو کیوں لپیٹ لیا گیا۔ اس بات کو حضرت حسینؓ تک محدود رکھنا بھی کافی تھا، توہین ایک صحابی کی ہو یا سب کی نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے۔ افسوس مفتیٔ اسلام نے ایسی جرأت سے کام لیا ہے کہ انہوں نے مودودی صاحب

کو بھی بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ ہم مفتی جی سے پوچھتے ہیں کہ شہادت سے اگر بزدلی ونفاق کے داغ لگتے ہیں، اور پوری جماعت پر یہ الزام عائد ہوجاتا ہے تو حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، شہدائے بدر وشہدائے اُحد وغیرہم رضی اللہ عنہم بھی تو شہید ہوئے ہیں۔ ان سب پر اور ان کی وجہ سے تمام صحابہؓ پر بھی الزام آجائیگا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے سب ہی صحابہؓ پر نفاق کا داغ لگا دیا۔ اور ایک صحابی کو بھی اسلام میں داخل نہ رکھا۔ اِنّا للہ الخ (نعوذ باللہ نعوذ باللہ)

انکارِ واقعۂ کربلا کا راز

واقعۂ کربلا کے انکار کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ واقعۂ کربلا کو تسلیم کرکے سیّد الشہداء حضرت حسینؓ کی شہادت کو ماننا پڑیگا۔ اور ان کی بلندیوں کو تسلیم کرنا ہوگا۔ نیز یزیدیوں کا ظلم ثابت ہوجائیگا جس کو مفتی صاحب نہیں چاہتے۔ لیکن واقعۂ کربلا تو ایسی حقیقت ہے جس کو آج تک سب ہی نے تسلیم کیا ہے۔ بلکہ کئی جگہ دانستہ یا نادانستہ انکار کرکے مفتی صاحب کو بھی آخر اس واقعہ کا اقرار کرنا ہی پڑا۔ مگر یہاں اس طرف اشارہ کرگئے ہیں کہ شہادت بزدلی ونفاق کا داغ نازیبا ہے۔ اور وہ بھی ایسا متعدی جو سب ہی کے دامن پر خود بخود پہنچ جائیگا۔ (نعوذ باللہ) مگر مسلمان تو سب یہی کہتے ہیں کہ سیّدنا حضرت حسینؓ و اہلِ بیت کی شہادت، خاندانِ نبوت کی عزّت و رفعت اور جرأت وشجاعت پر ایک شاہد عدل اور زبردست دلیل و برہان ہے ؎

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے ٭ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حدیثِ صحیح کا بیجا مطالبہ

صاحبِ "محرم" پر شاید حدیث کا تاریخ سے بھی زائد غلبہ ہے۔ وہ کسی واقعہ کو اسی وقت تسلیم کرسکتے ہیں جبکہ حدیث سے بلکہ صحیح حدیث سے اسکا ثبوت ملجائے۔ خواہ وہ واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

دُنیا سے تشریف لیجانے پچاسوں سال بعد ہی کیوں نہ پیش آیا ہو۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

"کسی صحیح حدیث سے حضرت حسینؓ کا سر پیٹنا اور چیخنا، چلّانا ثابت نہیں۔" (ص۵۲)

اتنی بات اپنی جگہ بالکل مُسلّم ہے کہ سر پیٹنا، چیخنا، چلّانا اور بے صبری کرنا سیّدنا حضرت حسینؓ کی شانِ عالی کے خلاف ہے۔ خاندانِ نبوت ایسی پست حرکتوں سے پاک ہے۔ ہر گز ان سے اس قسم کی نازیبا حرکتیں سرزد نہیں ہوئیں۔ ہمارا مقصد مذکورہ عبارت پیش کرنے سے صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو واقعۂ کربلا پیش آنے سے تقریبًا پچاس برس پہلے دُنیا سے تشریف لیجا چکے تھے۔ یہاں حدیث صحیح کے مطالبہ کا کیا موقع ہے؟ جمہور محدثین کے نزدیک حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر کو کہتے ہیں۔ نہ معلوم مفتی صاحب کس چیز کو حدیث خیال فرماتے ہیں۔ اور اگر مجازی معنی کے اعتبار سے وہ اس سے صحابی کا اثر مراد لیتے ہوں تو میدانِ کربلا میں حضرت حسینؓ کے ہمراہ ایک بھی صحابی نہ تھے۔ چنانچہ مفتی صاحب خود لکھتے ہیں کہ:

> "یہ بات بھی سوچنے کی ضرورت ہے کہ صحابۂ کرامؓ سیکڑوں کی تعداد میں اسوقت موجود تھے جن کی ساری زندگی باطل کو مٹانے اور حق کا بول بالا کرنے اور جہاد وغزوات کے لئے وقف تھی۔ مگر تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک صحابی بھی حضرت حسینؓ کے ساتھ نہ نکلے بلکہ ان کو اس اقدام سے منع فرمایا۔" (ص۵۷)

پھر حدیث بھی صحیح ہونی چاہئے جو صرف مفتی صاحب کے پاس ہی دستیاب ہوسکتی ہے۔ جو شیعوں سے بچتی ہوئی اُن کے پاس پہنچکر محفوظ ہوگئی ہو۔ ورنہ بخاری ومسلم بھی اُن کی تحقیق میں شیعوں کی رخنہ اندازی سے محفوظ نہیں ہیں۔ اسی لئے وہ بخاری ومسلم کی حدیثوں کا بھی "محرم" میں

یہ لکھ کر انکار فرما چکے ہیں کہ اُن کے رُواۃ سب شیعہ ہیں۔

کاش صاحب محرم کسی لکھے پڑھے آدمی سے یہ معلوم فرما لیتے کہ حدیث صحیح کو کس موقع پر دلیل بنایا جاتا ہے۔ تو شاید پھر بے محل حدیث صحیح کا نام نہ لیتے۔ ع خدا کرے عقل و فہم اور زیادہ۔

شاید انہوں نے واقعۂ کربلا کو افسانہ اور گھڑی ہوئی کہانی اسی لئے قرار دیا ہو کہ واقعۂ کربلا پر ان کو کوئی حدیث صحیح دستیاب نہ ہوئی ہوگی۔ صرف یزید کے فضائل و مناقب میں ان کو احادیث صحیحہ کا ذخیرہ کہیں سے ہاتھ لگ گیا ہوگا؟ سے

افسوس ہم چلے نہ سلامت روی کی چال ✻ یا بے خودی کی چال چلے یا خودی کی چال

شیعوں پر تبرا

شیعہ لوگ حضرات صحابۂ کرام پر تبرّا کرتے ہیں بیشک یہ اُن کی انتہائی بُری حرکت ہے۔ اُن کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے لیکن اگر کوئی سُنی بھی شیعوں پر ناحق بُہتان باندھے تو ہمارے نزدیک یہ بھی غلط ہے۔ جتنی بات ہو اتنی ہی کہنی چاہیئے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے شیعہ لوگ سیّد الکائنات حضور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم پر تبرّا نہیں کرتے۔ مگر مفتی صاحب نے شیعوں پر غصّہ میں یہ الزام بھی لگایا ہے کہ وہ لوگ سیّد الکائنات (علیہ التحیات والتسلیمات) پر بھی تبرّا کرتے ہیں۔ ان کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

"شیعوں کے یہاں سیّد الکائنات، ازواجِ مطہرات اور صحابۂ کرام کو بیشمار گالیاں دینا سب سے افضل عبادت، دین کا رکنِ اعظم اور مذہبِ شیعہ کی خاص علامت اور خصوصیت ہے" (ص ۲۲)

مفتی صاحب کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیے

"غم منانا" کے عنوان میں لکھتے ہیں کہ البتہ عورتوں کے لئے صرف انکے شوہر کی

وفات پر چار مہینے دس دن تک سوگ منانا اسلام نے جائز رکھا ہے ص۲۹)
خط کشیدہ عبارت کی ادبیت پر نظر ڈالتے ہوئے دیکھئے کہ مفتی صاحب عدّتِ وفات میں سوگ منانے کو جائز فرما رہے ہیں۔ حالانکہ فقہ کی تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ جس (حرہ) عورت کا شوہر مر جائے اور وہ حاملہ نہ ہو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہوتی ہے۔ یہ عدّت اور اس میں سوگ منانا (زیب و زینت نہ کرنا) دونوں واجب ہیں۔

جائز اور واجب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ واجب کا کرنا ضروری اور چھوڑنا ناجائز ہوتا ہے۔ اور جائز کا کرنا بھی درست اور چھوڑنا بھی درست ہوتا ہے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ محرم والے مفتی صاحب کو فتویٰ میں کتنی مہارت ہے۔ کہ اُن کے نزدیک جائز اور واجب میں کوئی فرق ہی نہیں

ہے گر ہمیں مفتی و ہمیں فتویٰ ∴ کار امت تمام خواہد شد

تعزیوں کو فنا کرنیکی نایاب ترکیب

مفتی صاحب نے تعزیوں کو فنا کرنیکا جو اکسیر نسخہ تجویز کیا ہے اس کو بھی غور سے پڑھئے۔ شاید اس گہرائی تک کسی کی عقل نہ پہونچی ہو۔ فرماتے ہیں کہ:

"ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر تمام مسلمان اس بات پر اتفاق کرلیں کہ کسی تعزیہ پر نہ تو باجا بجائیں اور نہ اس پر علم و شیرینی چڑھائیں، نہ منت کی عرضیاں لٹکائیں، نہ ان کی زیارت کے واسطے جائیں، نہ اپنی اولادوں کو اماموں کا فقیر بنا کر ان کے سلام کو لیجائیں الخ ص۲۹)

تقریباً ان تمام رسوم اور حرکتوں کی ایک طویل فہرست بیان کرکے جو محرم میں تعزیہ دار کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"پھر دیکھئے کہ تعزیوں کا اس عالم میں نام و نشان بھی باقی رہتا ہے یا نہیں" ص۲۹)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اس بچکانہ ترکیب کو پڑھکر ذرا یہ تو سوچیے کہ مفتی صاحب کے فتوٰی کے مطابق مسلمان تعزیہ بناتے ہی کہاں ہیں ؟ یہ تعزیہ داری تو غیروں کا طریقہ ہے۔ اور اسلام سے اس طریقہ کا یا اس کو اختیار کرنیوالوں کا کوئی تعلق وواسطہ ہی نہیں۔ یہ طریقہ ایمان سلب کر لینے کے مرادف ہے۔ بلکہ شہادتِ حسینؓ کو اہمیت دینا ہی ان کے نزدیک سلبِ ایمان کے لئے بہت کافی ہے (جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا) اور جب یہ حرکت مسلمان نہیں کرتے تو پھر دُنیا سے تعزیہ کا نام ونشان کیوں نہ مٹ گیا۔

آپ سوچیئے کہ مفتی جی کا خیال صحیح رہا یا غلط۔ ؟

پھر اس نایاب ترکیب پر بھی غور فرمایئے کہ کتنی اچھوتی اور البیلی ہے یہ ترکیب ؟ اس کو جہاں بھی کھینچکر لیجائیں گے وہیں فٹ بیٹھے گی مثلاً کوئی یہ کہے کہ میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر کوئی فلاں شخص کو مارکر زمیں میں دفن کردے تو اس دنیا میں اس کا نام ونشان نہ رہیگا۔ اگر کوئی چاول، گوشت گھی وغیرہ دیگچی میں نہ ڈالے تو میرا خیال یہ ہے کہ پلاؤ کا نام ونشان نہو گا۔ اگر ساری دنیا کے مسلمان نماز نہ پڑھیں تو میرا خیال یہ ہے کہ نماز کا نام ونشان نہ رہیگا۔ اگر سب مسلمان نماز پڑھا کریں تو مسلمانوں میں بے نمازی کا نام ونشان نہ رہیگا اگر "محرم" کے تمام نسخے جمع کرکے آگ میں جھونک دیں تو "محرم" کا نام ونشان نہ رہیگا۔ وغیرہ مفتی صاحب سے کوئی یہ پوچھے کہ اس بات کو ہر کس و ناکس جانتا ہے کہ جس کام کو سب چھوڑ دیں وہ ختم ہوجاتا ہے۔ اس میں آپ کے خیال اور "ریسرچ" کو کیا دخل ہے ؟ آپ نے کونسا نسخہ کیمیا اثر تجویز فرمایا جس پر عمل آسان ہو۔ انہیں رسوم کا چھوڑنا تو مشکل ہے جن کی فہرست آپ نے لکھدی ہے۔ بیماری تو وہی ہے جو آپ کا نسخہ ہے ؎

میر بھی کیا سادہ ہیں لیتے ہیں دوا اُس سے
جس عطار کے لڑکے نے انہیں بیمار کیا ہے

جہاد کا ایک نام باطل بھی ہے

آیئے ہم آپ کو ایک ان سُنی بات بھی سُنائیں۔ مفتی صاحب "محرم" والے جہاد کا ایک نام باطل بھی رکھتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اور کفر و شرک مٹانے کی نیت سے ہو تو اُسے حق و باطل اور اسلامی جہاد کہا جاتا ہے۔" (صلٰے)

یعنی اگر جنگ کفر و شرک مٹانے کے لیے لڑی جائے تو اس کے تین نام ہیں: "حق"، "باطل" اور "اسلامی جہاد"۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حق و باطل دونوں ملکر ایک نام ہو اور اسلامی جہاد اس کا دوسرا نام ہو، ورنہ اس جملہ سے اس کے علاوہ کوئی کیا سمجھے۔؟ ع کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی ؎

خرد کا نام جنوں رکھ لیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

تعزیہ محرم والے مفتی صاحب کی ایجاد

آپ کو اب تک شاید یہ معلوم نہ ہو کہ تعزیہ کس نے ایجاد کیا، یا اگر معلوم ہو تو صحیح معلوم نہ ہو، اسمیں کچھ شبہ کی گنجائش بھی ہو۔ آیئے "محرم" کی یقینی خبر، تازہ تحقیق اور نادر فتویٰ ملاحظہ فرمایئے اور یقین کر لیجئے کہ تعزیہ کے بانی و موجد محرم والے حضرت مع متعلقین ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"جب قرآن و حدیث اور صحابۂ کرامؓ و تابعین سے کہیں کوئی ثبوت تعزیہ داری کا نہیں ملتا تو یہ بلاشبہ ہماری اور آپ کی گھڑی ہوئی رسم ہے۔" (صلٰ)

ظاہر بات ہے جب اس کا ایجاد کرنے والا اُن کے سوا کوئی نہیں، تو وہ خود ہی موجد بن بیٹھے۔ کیونکہ خود بخود اپنے آپ کوئی چیز وجود میں نہیں آسکتی۔

؎ ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد

کیا ہم یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ آپ نے لفظ ہماری کہہ کر تعزیہ کی ایجاد کو اپنی طرف کیوں منسوب فرما لیا۔ کیا راز ہے اس میں؟ خدانخواستہ تعزیہ کے تبرکات وغیرہ پر تو رال نہیں ٹپک گئی؟ ؎

ایسی ضد کا کیا ٹھکانہ اپنا مذہب چھوڑ کر
میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلمان ہو گیا

ایک اور جگہ کا اسی قسم کا ایک اور ارشاد بھی پڑھئے فرماتے ہیں کہ:

"شیعہ حضرات کی طرح ہم بھی محرم کے پہلے عشرہ میں خاصکر ۹ویں اور ۱۰ویں محرم کو شہادت کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر کر کے سامعین میں رنج و غم اور ماتم کے اثرات پیدا کرتے ہیں۔" ص۶۵

یعنی وہ یہ کام پورے زور و شور اور اہتمام سے کرتے ہیں جس سے دوسروں پر بھی اس کے اثرات پڑ جاتے ہیں۔ یہ صلح جوئی کا ایسا راستہ ہے کہ جس میں آپسی اختلافات ختم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اب شیعوں اور تعزیہ داروں کو حضرت سے خفا نہ رہنا چاہئے۔ ان کی توانائیاں سرپرستی کیلئے حاضر ہیں۔ ہاں یہ بھی خیال رہے کہ سلب ایمان میں بھی حضرت کے فتوے کے مطابق سب برابر ہو گئے۔ گویا اس حمام میں سب لوگ ہی ننگے ہو گئے۔

ماروں گھٹنا پھوٹے خیر آباد

یہ مشہور مثل ہے جو بے جوڑ بات پر بولی جاتی ہے۔ مثلاً دعویٰ کچھ ہو اور دلیل اور کچھ۔ دونوں میں کوئی مطابقت اور جوڑ نہ ہو۔ ایسے موقع پر یہ فقرہ بول دیا جاتا ہے۔ ہم ذیل میں محرم کا ایک دعویٰ اور اس کی دلیل پیش کر رہے ہیں۔ جن میں آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ "یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم" یہ بھی صاحب محرم کی جدّت ہے۔ کیونکہ دعویٰ و دلیل میں مطابقت رکھنے کا تو پہلے سے دستور رہا ہی۔ اب اس کے خلاف کرنے

میں جدّت و اظہارِ قابلیت ضرور ہے۔ ملاحظہ فرمائیے وہ لکھتے ہیں کہ:

"اسلام میں قبر کا پختہ بنانا، بلند کرنا، اس پر قبہ بنانا اور اس میں روشنی کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ۔ (مشکوٰۃ ص ۶۹ ج ۱)	اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔

دیکھئے محرم کی اس عبارت کے اندر دعویٰ و دلیل میں کتنی مطابقت ہے اس میں لفظ چنانچہ سے پہلے دعویٰ ہے جس میں چار چیزوں کی حرمت کا بیان ہے۔ (۱) قبر کا پختہ بنانا (۲) بلند کرنا (۳) اس پر قبہ بنانا۔ (۴) اس میں روشنی کرنا۔ نیز یہ دعویٰ ہے کہ ایسا کرنیوالوں پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

اب دلیل دیکھئے۔ دلیل کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ دعوے کی چاروں چیزوں میں سے دلیل میں ایک چیز بھی موجود نہیں۔ ایسے ہی موقع پر بولتے ہیں "ماروں گھٹنا پھوٹے خیرآباد"

یہ ہے جناب مفتی صاحب خیرآبادی کے علمی کمال و بالغ نظری اور حدیث فہمی و تاریخ دانی کا ثبوت، جس کے بل پر وہ خود کو یکتائے روزگار، علم و تحقیق کا علمبردار سمجھتے اور اسلاف و اساطینِ اسلام کی تجہیل و تحمیق کرتے ہیں۔ ؎

رہتے ہو خیالوں میں خوابوں میں دلوں میں
اس پر بھی یہ دعویٰ ہے کہ ہم پردہ نشیں ہیں

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

دشمن مان گئے مگر دوست؟

"محرم" والے مفتی صاحب کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیے، وہ تحریر کرتے ہیں کہ "مثال کے طور پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کو لے لیجئے جو اہلِ اسلام میں متفق علیہ عالم اور محدث مانے گئے ہیں حتیٰ کہ تعزیہ دار بھی انہیں مانتے ہیں" (ص۲۳)

اس عبارت میں چند باتیں قابلِ غور ہیں۔

(۱) بتائیے تعزیہ دار کون لوگ ہیں؟ تعزیہ دار اہلِ سنت میں سے تو کوئی نہیں ہے۔ دیوبندی، بریلوی، مقلدین اور غیر مقلدین سب لوگ ہی تعزیہ داری کو حرام و ناجائز سمجھتے ہیں۔ اصل تعزیہ دار شیعہ لوگ ہیں۔ یا وہ جاہل سُنی ہیں جو شیعوں کی پیروی کر لیتے ہیں۔ وہ نہ خیر و شر میں امتیاز کر پاتے ہیں نہ وہ علماء کے طبقہ سے آشنا ہیں۔ ان کے ماننے نہ ماننے کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔ خود مفتی صاحب کا ارشاد ہے کہ:

"ہندوستان میں محرم کے مہینہ میں تعزیہ بنانے اور اٹھانے کی رسم پائی جاتی ہے۔ اور اکثر جاہل یا کم علم رکھنے والوں کی بستیوں میں اس کا رواج ملتا ہے۔ اور ان کے دلوں میں یہ رواج اس قدر بیٹھا ہوا ہے کہ وہ بیچارے سادہ لوح عوام تعزیہ بنانے کو اپنے ایمان کا جزء سمجھتے ہیں۔" (ص۱۲،۱۱)

حاصل یہ ہے کہ شیعوں کے سوا مسلمانوں کے دیگر طبقے تعزیہ کو نہیں مانتے۔ اور جو جاہل سُنی تعزیہ کو شیعوں کی پیروی میں مانتے ہیں وہ حضرت شاہ عبدالعزیز کو نہ جانتے ہیں نہ مانتے ہیں۔ لہٰذا مفتی صاحب کے قول کے مطابق تعزیہ داروں میں شیعہ حضرات ہی رہ گئے۔ وہی شاہ صاحب کو مانتے ہوں گے۔ حالانکہ یہ بات عقل اور واقعہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ شیعوں کو جتنا نقصان شاہ صاحب سے پہنچا ہے کسی بھی عالم سے نہیں پہونچا ہوگا۔ ان کی معرکۃ الآراء کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ"

نے شیعیت کی دنیا کو تہ و بالا کر دیا ہے۔ اس دھماکہ کا زلزلہ آج تک موجود ہے۔ نہ شیعوں کی طرف اسکا کوئی معقول جواب لکھا گیا ہے، اور نہ قیام قیامت تک شیعوں سے اسکا جواب ممکن ہے۔ نہ ہی سُنیوں کے کسی عالم نے ردِ شیعیت میں آج تک کوئی ایسی جامع کتاب تصنیف کی۔ تو ظاہر ہے کہ شیعہ حضرات ان کو کس طرح مان سکتے ہیں۔ یہ ظرف تو مفتی صاحب ہی کا ہے کہ وہ محرم میں روافض و شیعہ کی تردید کرنے بیٹھیں اور ان کی تائید کر کے اٹھیں۔

(۲) شیعہ حضرات کا شاہ صاحب کو ماننا ایسا خلافِ عقل ہے جیسا کہ آگ اور پانی کا اتفاق۔ عقلؔ و واقعہ کے خلاف ہونے کے باوجود مفتی صاحب کے قول کی تردید کیسے کی جا سکتی ہے۔؟ ہاں عبارتِ مذکورہ سے یہ شُبہ ضرور ہوتا ہے (خدا کرے کہ غلط ہو) کہ محرم والے حضرت مفتی صاحب اُن کو نہیں مانتے۔ اگر مانتے تو وہ یہ نہ لکھتے کہ "جو اہلِ اسلام میں متفق علیہ عالم اور محدّث مانے گئے ہیں۔" "مانے گئے"، کے لفظ کا اضافہ دال میں کالا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ شاہ صاحب نے اپنی تصنیفات "تحفۂ اثنا عشریہ" وغیرہ میں سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو امام حسین لکھا ہے۔ اور بہت سی جگہوں میں ان کے نام مبارک کے ساتھ "علیہ السّلام" بھی تحریر فرمایا ہے۔ اور مفتی صاحب لفظ امام اور علیہ السّلام دونوں کو ممنوع اور کفر قرار دیتے ہیں۔ دیکھئے محرم ص۲۶ وہ لکھتے ہیں کہ

" درحقیقت یہ لفظ (امام اور علیہ السّلام) دشمنانِ اسلام نے ختمِ نبوت کا عقیدہ مسمار کرنے کے لئے گھڑا ہے "

ختمِ نبوت کا انکار کرنا کفر ہے، اسلئے مفتی صاحب کے نزدیک لفظ امام حسین علیہ السّلام کہنا کفر ہے۔ لہٰذا مفتی صاحب کے نزدیک شاہ عبدالعزیز صاحبؒ حضرت حسین کو امام اور علیہ السّلام لکھ کر منکرِ ختمِ نبوت اور

کافر قرار پائے۔ پھر محرم والے مفتی صاحب ایک ختم نبوت کے منکر اور کافر کو عالم دین کیسے مان سکتے ہیں۔ ؎

چھوڑ کر خوئے تعلی کر تواضع اختیار
رتبہ مسجد کے منارے کا ہے کم محراب سے

خاندانِ ولی اللّٰہی اور علماءِ دیوبند کی تکفیر

حضرت شاہ ولی اللہ اور انکے خاندان کے علماء سے لیکر اکابر دیوبند تک اکثر علماء صلحاء اور مشائخ سیدنا حضرت حسینؓ کے نام کے ساتھ امام اور علیہ السلام کے الفاظ کہتے اور اپنی تصنیفات اور خطبوں میں لکھتے چلے آئے ہیں۔ کیا یہ سب علماء ختم نبوت کے عقیدہ کو مسمار کرنے والوں میں سے ہیں۔ اور یا وہ ان الفاظ کو بول کر بلکھ کر اور خطبوں میں پڑھکر دشمنانِ اسلام اور عقیدۂ ختم نبوت کے مسمار کر دینے والوں کے مؤید و شریک ہیں۔؟ اگر مفتی صاحب کی یہی رائے ہے جیسا کہ ان کی اس تحریر مذکور سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو مفتی صاحب کے اس فتوے کی رُو سے حضرت شاہ صاحب سے لیکر آجتک کے تمام ان علماءِ حق پر کفر و عقیدۂ ختم نبوت کے مسمار کرنے کا الزام عائد ہوتا ہے۔ جنہوں نے سیدنا حسینؓ کے اسم گرامی کے ساتھ لفظ امام اور علیہ السلام لگا دیا ہے۔ (نعوذ باللہ)

عاشقوں کے خون کی چھینٹیں دور تک جایا کرتی ہیں
اور دامن کو بچا کے جانے والے اپنا بھی دامن دیکھ لے

آیت کا غلط ترجمہ

مفتی صاحب نے آیت عدت کے ترجمہ میں بھی جدت سے کام لیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (سورۂ بقرہ)	اور وہ لوگ جو تم میں سے وفات پا جائیں اور وہ اپنی بیویوں کو چھوڑ دیں تو وہ اپنے آپکو چار مہینے دس دن تک (سوگ میں)

لفظ "چھوڑدیں" کا مفہوم طلاق بھی ہو سکتا ہے (جو اس آیت کی مُراد کے بالکل خلاف ہے) کیونکہ واؤ عاطفہ مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔ جیسا کہ اُردو میں بھی لفظ اور کا عطف اسی طرح ہوتا ہے۔ اس سے خلافِ مقصود کا وہم ہوتا ہے۔ اہلِ علم اس بات کو خوب سمجھیں گے۔ پھر تین بار وہ کے تکرار سے زبان بھی بھدی ہوگئی ہے۔ نیز (سوگ میں) کی قید لگا کر مصالح و مقاصدِ عدت کو ایک ہی چیز میں منحصر کر دیا گیا۔

حضرت شیخ الہندؒ کا ترجمہ اس طرح ہے۔ "اور جو لوگ مَر جائیں تم میں سے اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو چاہیئے کہ وہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن"

اور مولانا تھانویؒ نے اس آیتِ شریفہ کا ترجمہ یہ کیا ہے:

"اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں، وہ بیویاں اپنے آپ کو روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن۔

حدیثوں کے ترجمے بھی غلط

اَلنِّیَاحَۃُ مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ (ابن ماجہ)

"نوحہ کرنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے۔" (ص۲۴۲)

اس حدیث میں لفظ امر مفرد ہے اور ترجمہ جمع (مِنْ اُمُوْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ) کا کیا ہے صحیح ترجمہ یہ ہے کہ نوحہ کرنا جاہلیت کا کام ہے۔

(۲) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْخَامِشَۃَ وَجْھَھَا وَالشَّاقَّۃَ اَجْیَبَھَا وَالدَّاعِیَۃَ بِالْوَیْلِ وَالثُّبُوْرِ (ابن ماجۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ نوچنے والی اور گریبان پھاڑنے والی پر اور بے صبری اور واویلا کرنے والی پر لعنت فرمائی ہے۔ (ص۲۴۲)

اس حدیث کے ترجمہ میں مفتی صاحب نے "اور بے صبری" اپنی طرف سے گھسیڑ دیا اور والثبور کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔

(۳) اَنَا بَرِیْٓءٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَ سَلَقَ وَخَرَقَ۔ (ابن ماجہ)

میں اس شخص سے بری ہوں جس نے کپڑے پھاڑے، طمانچے مارے اور گریبان چاک کئے۔" (صـ۲۵)

اس حدیث میں مفتی صاحب نے حلق کا ترجمہ "جس نے کپڑے پھاڑے" لکھا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ حلق کے معنی بال مونڈنے کے آتے ہیں۔ اسی طرح سلق کا ترجمہ منہ پر طمانچے مارنا کیا ہے۔ حالانکہ اکثر شراح حدیث نے آواز سے رونا اور چیخنا چلاّنا ترجمہ کیا ہے۔ یہ لفظ روایات میں سلق سین کے ساتھ اور صلق صاد کے ساتھ دونوں طرح آیا ہے۔ اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ (نوحہ کرنا، آواز سے رونا چلاّنا) سلق کے معنی زبان سے تیز تکلیف دہ اور سخت بات کہنے کے بھی آتے ہیں۔ صرف ابن جریج سے منقول ہے کہ منہ نوچنا اور تھپیڑ مارنا اسکے معنی ہیں۔ اور خرق کے معنی کپڑے پھاڑنے کے آتے ہیں۔ عام شراح نے اس کو عام ہی رکھا ہے۔ گریبان کے ساتھ خاص نہیں کیا۔ مگر حضرت مفتی صاحب نے اس میں بھی جدت کو نہیں چھوڑا۔ "اور گریبان چاک کیے" ترجمہ کر ڈالا۔

(۴) وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ: اور جاہلیت کا طریقہ اختیار کیا۔ یہ ترجمہ بھی اکثر شراح حدیث کے خلاف ہے۔ اسکا اصل ترجمہ ہے: "اور پُکارا جاہلیت کی پُکار" یعنی روتے وقت غیر مشروع اور ناجائز باتیں کہیں۔ (مظاہر حق صـ۶۶ ج۲)

(یعنی اس سے جاہلیت کی پکار پکارنا مراد ہے یعنی رونے کے وقت ایسی باتیں کہے جو شرعاً جائز نہیں۔ جو اہلِ جاہلیت کہتے تھے۔ مثلاً بربادی اور ہلاکت کی دُعا کرنے واکھفاہ، واجبلاہ ہائے میرے غار، ہائے میرے پہاڑ" جیسے الفاظ کہا کرتے تھے)

جن شراح نے وہ ترجمہ کیا ہے جو مفتی صاحب نے کیا ہے وہ محدثین نے پسند نہیں کیا۔ کیونکہ وہ لُغت کے موافق نہیں ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ایک دن کا کام سال بھر آرام

آئیے "محرم والے مفتی جی کا ایک انوکھا فتویٰ دکھائیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام فرائض و واجبات اور احکام و عبادات غیر ضروری ہیں۔ آدمی محرّم منالے اور جنت میں اپنا گھر بنالے۔ پورے سال میں ایک دن ذرا سی محنت اور سال بھر فرصت، ملاحظہ فرمائیے، "کھانے میں وسعت کرنا" عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"چونکہ عاشوراء کا دن خدا کی رحمتوں کے نزول کا دن ہوتا ہے اسلئے بندہ اس روز جس حالت میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کریگا خدائے تعالیٰ اس کے ساتھ پورے سال ویسا ہی معاملہ فرمائیگا۔ بندہ خدا کی طرف تھوڑا سا قدم بڑھائیگا اللہ تعالیٰ اس پر تمام دروازے کھولدیگا۔ جس طرح اُس دن رزق میں وسعت کریسے اللہ تعالیٰ پورے سال رزق کی فراخی کے دروازے کھولدیتا ہے" اسی طرح علماء نے لکھا ہے۔" ص۹۷

اس سے اگر عام رحمتوں کا نزول مراد ہے تو اس میں عاشوراء کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اور اگر مخصوص رحمتیں مراد ہیں جیسا کہ محرم ص۹۷ سے معلوم ہوتا ہے تو ان کا نزول عاشوراء میں ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی یا حدیث صحیح کی ضرورت ہے۔ صرف مفتی جی کا فرمادینا تو کافی نہیں۔ اس سلسلہ میں وہ کوئی "حتمی اور قطعی" آیت یا "حدیث صحیح" تو بیان فرماتے۔ ممکن ہے کہ خود کو اس مقام پر پاتے ہوں کہ:

مستند ہے میرا فرمایا ہوا ÷ سارے عالم پر ہوں میں چھایا ہوا

لیکن ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی ان کے اس بے دلیل دعویٰ کو تسلیم کرہی لیں یہ ضروری نہیں۔ خیر یہ خوشی کی بات ہے کہ اس مقام پر حضرت نے رحمتِ خداوندی کے خزانے بغیر کسی کنجی ہی کے کھول دیئے ہیں۔ اور بیچارے غریب مسلمانوں کو اتنی سہولت عطا فرمادی ہے کہ ان پر تمام دروازے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

خود ہی کھول دیئے ۔ مفتی جی کے علاوہ آج تک کسی نے بھی اتنی جرأت اور بہادری نہیں دکھائی۔ یہ صرف آپ ہی کا کمال اور دل گردہ تھا کہ مسلمانوں کی تکلیف دُور فرمادی۔ گو یا لوگ بے وقوف ہیں۔ سال بھر مصیبت بھرتے اور پاپڑ بیلتے ہیں۔ پنجگانہ نماز، زکوٰۃ، ایک ماہ کے روزے اور حج وغیرہ کی الجھنوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ صرف عاشورار کے دن آدمی خود کو متقی، عبادت گذار اور پرہیزگار بنالے۔ اور جُبّہ قلّہ پہنکر خود کو عین قاف کا بنا کر خدا کے سامنے پیش کر دیا کرے پھر سال بھر چھٹی۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ پورے سال ویسا ہی معاملہ فرمائیگا، جیسا کہ عاشورار کے دن مشاہدہ ہوا ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ بندوں کو عاشورار کے دن ہی دیکھتا ہوگا۔ پورے سال پھر ادھر توجہ کا موقع نہ ملتا ہوگا۔ اسلئے سال بھر کی چھٹی ہوگئی۔ یا سال بھر میں صرف عاشورار کے دن حاضری ہوتی ہوگی۔ اور پورے سال اسی حاضری پر معاملات جاری کر دیئے جاتے ہونگے۔

جیسے "یزید" نے ولیعہدی کے وقت تقویٰ و طہارت کے لباس میں خود کو اپنے ابّا حضور حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے پیش کردیا تھا۔ اور ایسا ہی تھوڑا سا قدم "ابتدائے خلافت و بیعت کے وقت اٹھا دیا تھا" پس وہی عین قاف اور جُبّہ قلّہ پوری زندگی کے لئے سند بلکہ مغفرت و جنت کا انمٹ سرٹیفکٹ بن گیا۔ پھر تو بے ٹکٹ ہی وہ کھٹ سے جنت میں جا گھسا۔ اسکے تقویٰ و طہارت کا وضو ظلم وستم کے کسی حدث بلکہ بہت سے احداث سے بھی نہ ٹوٹ سکا۔ اسکے فسق و فجور کو دیکھ کر اہل مدینہ اور اطرافِ مملکت نے گو اس کی بیعت فسخ کر دی۔ مگر اس کی خلافت اپنے مقام پر برحق ہی رہی۔ بَلا سے اہل مدینہ کی جانیں گئیں، عزتیں لٹیں، سب کچھ ہوا مگر یزیدی تقویٰ میں بال تک نہ آیا۔ بہرحال یزید کا تقویٰ صاحب محرم کی طرح بہت پختہ تھا۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

غور کا مقام ہے کہ منکرینِ حدیث نے تو مسیلمہ کذّاب کی طرح مسلمانوں سے دو وقت ہی کی نماز معاف کی تھی، لیکن ہمارے مفتی جی نے تو تمام عبادات ہی سے مسلمانوں کو سبکدوش فرمادیا ہے۔ بس سال بھر میں عاشورا کے دن حاضری دیدینا ہی پورے سال کے لئے کافی ہے۔ سوچئے کہ آپ کا دونوں میں سے بڑا محسن کون ہے؟ منکرینِ حدیث یا "محرم" والے مفتی صاحب' دونوں میں سے جو بھی بڑا محسن ہو وہی آپ کے شکریہ کا زیادہ مستحق ہے۔ اور منکرینِ حدیث تو جاہل ہیں، وہ عالم دین و مفتی شرع متین کا مقابلہ کر بھی کیسے سکتے ہیں۔؟ یہ بھی اندازہ لگائیے کہ منکرین حدیث اور مسیلمۃ الکذاب کا پاور زیادہ ہے یا محرم والے مفتی جی کا۔ یہ بھی یاد رکھیئے کہ محرم ص ۸، ۹ کی پیش کردہ عبارت میں مفتی صاحب نے اللہ کو بھی دھوکہ دینا چاہا ہے اور مسلمانوں کو بھی، اس طرح وہ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (وہ منافقین اللہ کو بھی دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور ایمان والوں کو بھی) کی جماعت میں اپنی تحریر کے مطابق شامل ہوگئے ہیں۔

بس تھوڑا سا قدم

حضرت مفتی صاحب کا یہ حسین ارشاد بھی قابل ملاحظہ ہے کہ "بندہ خدا کی طرف تھوڑا سا قدم بڑھائیگا اللہ تعالیٰ اس پر تمام دروازے کھول دیگا۔ یعنی سال بھر تو تمام عبادات کی بالکل چھٹی ہے ہی۔ عاشورا کے دن بھی کچھ کرنے دھرنے کی ضرورت نہیں۔ ایک قدم بھی نہ اٹھائیے، بلکہ قدم کا تھوڑا سا حصہ ہلادیجئے بس اتنی حرکت میں جنت کی رجسٹری آپ کے نام ہوجائے گی۔ ذرا اتنا ہی تو دیکھنا ہے کہ آپ زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ ایک آدھ انگلی کی حرکت سے آپ کی زندگی کا پتہ چل جائیگا۔ اَلدِّیْنُ یُسْرٌ۔ (دین آسان ہے) کی تفسیر اس سے بڑھیا نہ کسی نے کی ہے اور نہ آئندہ کوئی کرسکتا ہے۔ یہ کمال حضرت ہی پر ختم ہوچکا ہے۔ لیکن صاحب محرم نے یہ ارشاد نہیں

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

فرمایا کہ تمام دروازے کس چیز کے کھل جائیں گے۔ جنت کے، دوزخ کے، یا دربار یزید کے؟ ممکن ہے کہ فتح یزید کی خوشی میں اس دن رحمتیں بھی مُوسلاً دھار برستی ہوں، اور ہر چیز کے تمام پھاٹک کھُل جاتے ہوں ۔

دیکھا ہے ہمنے چاند محرم میں عید کا ❊ کہتا تھا ایک دن یہی لشکر یزید کا

پھر اخیر میں یہ کہہ کر کہ "اسی طرح علماء نے لکھا ہے" ساری ذمہ داری عالموں پر رکھدی ہے۔ کیا ہم یہ جرأت سوال کر سکتے ہیں کہ کیا مفتی صاحب ان علماء کا نام اور ان کی کتب کا حوالہ پیش فرما سکتے ہیں؟ افسوس ہے کہ آپنے ایسی نامعقول بات کی ذمہ داری خواہ مخواہ علماء پر رکھدی۔ ع

جو چاہے آپ کا حُسن کرشمہ ساز کرے

یزید کی زبردست حمایت

محرم والے مفتی صاحب نے اپنی مایۂ ناز کتاب "محرم" میں (جو درحقیقت زٹلیات کا ایک ناپاک پوٹلہ ہے) یزید پلید کی زبردست حمایت کی ہے۔ کتاب کا یہی وہ حصّہ ہے جس سے عوام میں زبردست بے چینی پھیل گئی۔ مفتی صاحب ہی کو نہیں بلکہ مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے تمام لوگوں کو محالفین "یزیدی" کہنے لگے۔ جس مدرسہ میں محرم والے حضرت مدرس و مفتی ہیں اس کو یزید کی طرف منسوب کر کے "یزید العلوم" کہنے لگے۔ اور کیوں نہ کہتے جبکہ مسلک دیوبند کے ایک مفتی نے یزید کی بیجا حمایت کی۔ اور اپنے اکابر کے نظریات سے ہٹ کر ایک یزیدی محرم تیار کر دیا۔ پھر ادارہ کا مفتی، ادارہ کی زبان اور ادارہ کے مسلک کا ترجمان و ذمہ دار محافظ ہوتا ہے۔ نیز اس پر ادارہ کے ارباب حل وعقد کا سکوت سب کے لئے اس نظریہ کا ثبوت بنجاتا ہے۔ اسلئے اگر ادارہ ہی کو "یزید العلوم" لقب دیدیا گیا تو قصور کس کا ہے۔؟

چو از قومے یکے بے دانشی کرد ٭ نہ کہہ را منزلت ماند نہ مہ را

(جب کسی قوم کا ایک فرد حماقت کرتا ہے۔ تو کسی بڑے کی عزت رہتی ہے نہ چھوٹے کی)

حقیقت یہ ہے کہ مفتی جی نے "محرم" کے صفحات میں یزید کی بیجا تعریف اور ناحق اس کی نعت خوانی کرکے اس کو "کریلا اور نیم چڑھا" بنا دیا ہے۔ "محرم" اسکے بغیر بھی محرم تھا اور اس کی گمراہ کن تحریرات ملّت کو نقصان پہنچانے کے لیے کافی تھیں لیکن یزید کی پلید آبری نے اسکو مزید گندہ کر دیا۔

ملاحظہ فرمایئے "یزید کو بُرا بھلا کہنا" عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

"شہادت کے جلسوں میں محرمی واعظین اپنے وعظ کی ساری تان یزید کی بُرائی کرنے اور اُس پر لعنت بھیجنے پر توڑتے ہیں۔ یزید کو پلید، فاسق و فاجر، ظالم بدبخت، قاتل حسین، دشمن حسین، خانۂ کعبہ کو ڈھانے والا اور مدینہ پاک کی بے حرمتی کرنے والا، بد دین اور کافر سب ہی کچھ کہتے ہیں۔ اور یزید کی طرف سے ایسی سخت نفرت پھیلا دی گئی ہے کہ آج بڑے بڑے سُنّیوں کو بھی یہ ہمت نہیں کہ وہ اپنے بچوں کا نام یزید رکھ سکیں۔ حالانکہ بے شمار صحابہ و تابعین اور محدثین اس نام کے ملتے ہیں۔" (ص ۶۹)

یہ مدحت یزید کی تمہید ہے جسمیں محرمی واعظین کو ملامت کی گئی ہے کہ وہ یزید کو بُرا بھلا کیوں کہتے ہیں۔ اس کو نازیبا القاب سے کیوں یاد کرتے ہیں جس طرح مفتی صاحب کو محرمی واعظین سے شکوہ ہے ہمیں بھی محرمی مفتی صاحب سے یہ شکوہ ہے کہ آپ اس کی بیجا تعریف کیوں کرتے ہیں؟ جس طرح آپکے پاس یزید کے شروع دور کی روایات تاریخی موجود ہیں، واعظوں کے پاس بھی تاریخ کا دوسرا پہلو موجود ہے جس میں اسکے فسق و فجور، شراب و کباب وغیرہ کے واقعات بکثرت موجود ہیں۔ پھر اُن کے پاس اکابر و اساطین امت میں سے بہت سے حضرات

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کے اقوال اور اُن کی تحریرات موجود ہیں۔ مثلاً عمر بن عبدالعزیزؒ، امام احمد ابن حنبلؒ، قاضی ابو یعلیؒ، قاضی ابو الحسینؒ، الکیا الہراسی الشافعی، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، حافظ بدر الدین عینی، علامہ سعد الدین تفتازانی، حافظ ابن کثیر شافعیؒ، علامہ ابن الجوزیؒ، علامہ ذہبی، علامہ ابن تیمیہؒ، علامہ سید محمود آلوسی حنفی مفتی بغدادؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، علامہ مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ، قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ وغیرہم بیشمار ایسے علماء نے جو یگانۂ روزگار تھے یزید کی مذمت کی ہے۔ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (جو اپنے زمانہ کے یکتا محدث، مفسر، فقیہ، بہترین مؤرخ، اعلیٰ درجہ کے متقی و محتاط صوفی حنفی تھے) نے تو یزید کو کافر و ملعون لکھا ہے اس اجمال کی تھوڑی سی تفصیل آئندہ اوراق میں مذکور ہے۔ اب یہ بتائیے کہ اتنے بڑے بڑے علماء کی تصریحات و تحقیقات کے بعد بھی بیچارے محمودی و اعظمین قصور وار ہیں؟ کیا وہ بھی آپ کے فتویٰ کی وجہ سے یزید کی نعت گوئی اور مدح سرائی کرنے لگیں؟

یاد رکھیئے کہ ہم ہرگز اس حق میں نہیں ہیں کہ آپکے یزید کو برا بھلا کہا جائے۔ ہماری رائے تو یہی ہے کہ اس کا کسی طرح بھی ذکر نہ کیا جائے۔ جس طرح ہم اسکے برا کہنے کے حق میں نہیں ہیں، امیر المؤمنین وغیرہ کے تعریفی کلمات کا بھی ہم اس کو ہرگز اہل نہیں سمجھتے۔ اور ہماری یہ رائے جمہور علمائے امت کی تحقیقات اور اُن کے نظریات کو سامنے رکھ کر ہے۔ کیونکہ ہم نہ محقق ہیں نہ مجتہد نہ غیر مقلد۔ ہم اپنے بڑوں کے نظریات میں اعتدال پاتے ہیں ہمیں وہی اعتدال پسند ہے۔ ذیل میں اس کی تائید کے لئے اساطین امت کی چند تحقیقات اور ان کے فتاوی مختصراً ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ محمودی نظریہ کا فساد سب پر روشن ہو جائے۔ خصوصاً ان حضرات اکابر کے بیانات

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

پڑھکر ناظرین حضرات مفتی صاحب کی دیانتداری کی داد دیں گے، جنکو انہوں نے اپنے خود ساختہ نظریہ کا مؤید قرار دیا ہے۔ افسوس ہے کہ ان حضرات پر مفتی صاحب نے کھلا ہوا بہتان باندھا ہے۔

(۱) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا خیال

نوفل بن ابی عقرب نے یحییٰ بن عبدالملک سے بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ "امیرالمؤمنین یزید" نے کہا، تو فوراً حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ تو یزید کو امیرالمؤمنین کہتا ہے؟ پھر خلیفہ (عمر بن عبدالعزیزؒ) نے اس شخص کے بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ اور اس شخص (یزید کو امیرالمؤمنین کہنے والے کے) بیس کوڑے مار دیئے گئے۔ (لامع الدراری ص ۴۸۶ ج ۲)

حافظ ابن حجرؒ نے یہ واقعہ اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں کتاب تہذیب الکمال سے نقل کیا ہے۔ اس واقعہ کے تمام راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ اگر یہ واقعہ غلط ہوتا تو اپنی عادت کے مطابق حافظ ابن حجرؒ اس پر ضرور ریمارک کرتے اور حافظ ابن حجرؒ کی توثیق کے مقابلہ میں کوئی دوسرا مخالف موجود نہیں۔ لہٰذا اس واقعہ کے ثبوت میں کوئی تردّد نہیں۔

(حقیقت یزید)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ عادل، خاندان بنو امیہ کے ایک اہم فرد اور اس امت کے سب سے پہلے مجدد ہیں۔ آپ کی ولادت سنہ ۶۱ھ میں ہوئی۔ اخیر عمر میں خلیفہ ہوئے۔ کیونکہ عدل و انصاف بدرجۂ اتم کرتے اور فاروقِ اعظم کے طرز پر امورِ خلافت انجام دیتے تھے، اسلئے آپکو عمرِ ثانی بھی کہتے ہیں۔ آپ کی مدتِ خلافت صرف ۲ سال ۵ ماہ ہے۔ سنہ ۱۰۱ھ میں وفات ہوئی۔ اور یزید کی خلافت ۳ سال چھ ماہ رہی۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اور ۶۴ھ م ۶۸۳ء میں بعمر ۲۸ سال اس کا انتقال ہوا۔ اس سے آپ اندازہ لگائیے کہ خلیفۂ عادل عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کا زمانہ یزید کے زمانہ سے کتنا قریب ہے۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی اسی خاندان بنو امیہ کے ایک فرد ہیں جس خاندان کا یزید تھا۔ تو عمر بن عبدالعزیزؒ یزید سے زیادہ واقف تھے یا محرم والے مفتی صاحب زیادہ واقف ہیں؟

عمر بن عبدالعزیزؒ کو گوارا نہیں کہ یزید کو امیرالمؤمنین کہا جائے۔ اور جس نے کہدیا اُس کو سزا دی گئی۔ پھر حافظ ابن حجرؒ جیسا مشہور نقاد اس واقعہ کو تسلیم کرتا ہے مگر محرم والے شاید حافظ ابن حجرؒ سے بھی بڑھ گئے ہیں جو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی تعمیر الگ فرما رہے ہیں۔

(۲) حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ارشادِ گرامی

امام التفسیر مفتیِ بغداد علامہ سید محمود آلوسی حنفی اپنی تفسیر روح المعانی پ۲۶ سورہ محمد میں لکھتے ہیں کہ علامہ برزنجی نے الاشاعہ میں اور علامہ ہیثمیؒ نے الصواعق میں نقل کیا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جب اُن کے صاحبزادہ عبداللہ (صالح) نے یزید پر لعنت کرنے کے سلسلہ میں پوچھا تو حضرت امام نے ارشاد فرمایا کہ اُس پر کس طرح لعنت نہ کی جائے جس پر خود حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مقدس) میں لعنت فرمائی ہے۔ صاحبزادہ نے عرض کیا میں نے کلام اللہ پڑھا ہے اس میں تو یزید پر لعنت کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ تو حضرت امام احمدؒ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ	پھر تم سے یہ بھی امید ہے کہ اگر تمکو حکومت
تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا	ملجائے تو تم دنیا میں فساد مچا دوگے
أَرْحَامَكُمْ أُولَئِكَ الَّذِينَ	اور اپنے رشتے ناطے توڑ ڈالوگے۔ ایسے
لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَ	ہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ۔ فرمائی ہے پھر انکو بہرا اور اندھا بنا دیا ہے۔
امام احمدؒ نے فرمایا کہ اس سے بڑھکر کونسا فساد ہو سکتا ہے جو یزید نے کیا؟ اور اس سے بڑھکر کونسی قطع رحمی ہو سکتی ہے جو یزید نے کی ہے؟
علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ کی رائے میں کسی معین گنہگار پر اس کے قابلِ لعنت وصف اور عمل پر لعنت کا جواز ہے۔
حضرت امام احمدؒ کا یہ واقعہ بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے لعنت کے جواز کی بنیاد دو چیزوں کو بنایا ہے۔
فسادفی الارض اور قطع رحمی۔ واقعہ یہ ہے کہ جس نے مدینہ منورہ میں فساد کیا ہو، اس سے بڑھکر مفسد کون ہو سکتا ہے؟ اور جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ کا خیال نہ کیا ہو، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کے قاتلوں سے کوئی انتقام نہ لیا ہو، ان کو کوئی سزا نہ دی ہو، اس سے بڑھکر کون قطع رحمی کر سکتا ہے؟ اس نے تو ایسے رشتہ ناطے کو توڑا ہے جس پر سارے رشتے قربان ہو سکتے ہیں۔ پھر وہ خلیفہ برحق اور امیرالمؤمنین کیسے ہو سکتا ہے؟ جس نے اللہ کے حکم قصاص کو جاری نہیں کیا۔ قرآن پاک نے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اور فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ اور فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ فرمایا ہے (یعنی جو حکم خداوندی کے موافق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم، کافر اور فاسق و نافرمان ہیں) یہ حقیقت ہے کہ یزید نے حکم خداوندی کو قائم نہیں کیا۔ اگر اس نے اہل بیت کا انتقام و قصاص لیا ہو تو ہم یزید کے حمایتیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ثابت کریں۔ ورنہ یزید کی بیجا حمایت سے دست بردار ہو جائیں۔

(۳) حضرت علامہ ابن تیمیہؒ کی تحقیق

اس میں شک نہیں کہ روافض نے یزید پر بہت سے بے سر و پا الزام

بھی لگائے ہیں۔ اس سلسلہ میں بہت سی روایات اور کہانیاں گھڑی گئی ہیں جن کو محققین نے رَد کیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی اپنی کتاب "منہاج السُّنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ" میں اس قسم کے خُرافات کی سخت تردید کی ہے۔ اور اپنے مزاج کے اعتبار سے بہت شدت سے کام لیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ بعض واقعی اور واقعاتی حقائق کا بھی رَدّ و انکار کر گئے ہیں۔ نیز اپنی مشہور عادت خُروج عن المذہب کی بناء پر اُنہوں نے اپنے مسلک کی بھی پرواہ نہیں کی۔ ان سب باتوں کے ...... باوجود اُن کے کلام میں حقائق کا اعتراف بھی موجود ہے۔ ایسا ہرگز نہیں جیسا کہ "محرم" کے صفحات سے ظاہر ہوتا ہے۔ دیکھئے وہ قولِ رافضی کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

> "رہی یہ بات کہ بعض لوگ تعصُّب میں حَد سے بڑھکر یزید کے امام ہونے کا اعتقاد کرتے ہیں۔ تو اگر وہ لوگ اس کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ وہ یزید اُن خلفاء و ائمہ میں سے تھا جو صاحبِ رُشد و ہدایت تھے جیسے ابوبکر و عمر و عثمان و علی (رضی اللہ عنہم) تو ایسا اعتقاد علمائے مسلمین میں سے کسی کا بھی نہیں ہے۔ ہاں کچھ جاہلوں کا یہ عقیدہ ضرور ہے (کہ وہ اس کو امام المسلمین اور امیر المومنین مانتے ہیں) جیسا کہ بعض جاہلوں نے اُس کو صحابی یا نبی بھی مان لیا ہے، تو یاد رہے کہ یہ جاہل لوگ ہیں۔ اہلِ علم ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔" (منہاج السُّنۃ صـ۲۳۸)

اور اگر اس قول کا یہ مطلب ہے کہ یزید اپنے زمانہ میں اکثر مُسلمانوں کا بادشاہ اور خلیفہ تھا جیسے بنوامیہ کے دوسرے بادشاہ (حجاج وغیرہ) اور بنی عباس کے بادشاہ تھے، تو یہ ایک حقیقت مسلّمہ ہے۔ (منہاج صـ۲۳۹)

غور فرمائیے کہ مفتی صاحب کو اُن کے حمایتی علامہ ابن تیمیہؒ جیا تبل

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

قرار دیرہے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ یزید اور اُس جیسے امراء کے فسق پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"جب کوئی خلیفہ یزید، عبدالملک، اور منصور وغیرہ جیسا بنجائے تو یا تو اُن سے جنگ کر کے دوسرا کوئی خلیفہ بنایا جائے، جیسا کہ بعض بہادر قسم کے لوگوں کی رائے ہے۔ تو یہ رائے فاسد ہے۔ کیونکہ اس کا مفسدہ مصلحت پر غالب ہے۔ کیونکہ جو بھی کسی بادشاہ کے مقابلہ میں نکلتا ہے عموماً اُس کا انجام بُرا ہی نکلتا ہے۔ جیسا کہ اہلِ مدینہ کا واقعہ حرہ میں ہوا، اور اشعث کا (جس نے عبدالملک کا مقابلہ کیا) عراق میں ہوا (آگے لکھتے ہیں کہ) یہ خروج کرنیوالے دین کو قائم نہ کرسکے، بلکہ اپنی دنیا کو بھی برباد کر بیٹھے پس علاج اللہ کی بارگاہ میں تضرع، دعا اور صبر ہے۔" (ملخصاً ۲۴۲)

علامہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک بھی یزید فاسق ہے

علامہ ابن تیمیہؒ ایک طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ:

(۱) یزید کے بارے میں بھی یہی بات طے ہے جیسے دوسرے دُنیادار یا بادشاہوں کے لئے ہے یعنی جو لوگ ان کی اچھے کاموں میں اطاعت کریں گے جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ نے عمل کیا تو وہ ماجور ہوں گے۔ اور جو لوگ اُن کے جھوٹ کو سچ بنانے کی کوشش اور ظلم و ستم میں اُن کی مدد کریں گے تو وہ اثم و عدوان (گناہ و زیادتی) میں اُن کے شریک اور عذاب و سزا اور مذمت کے مستحق ہوں گے۔

(۲) یزید کے بارے میں تین گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو اُس کا معتقد ہے جو اُس کو صحابہؓ یا خلفائے راشدینؓ یا انبیاء علیہم السلام میں شمار کرتا ہے۔ دوسرا گروہ اُس کو صاف کافر و منافق کہتا ہے۔ یہ دونوں گروہ باطل پر ہیں۔ وہ صرف ایک (فاسق) بادشاہ تھا (نہ اتنا نیک تھا

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

نہ بالکل کافر) ہاں حضرت حسینؓ مظلومیت کی حالت میں شہید ہوئے ہیں۔
اُن کو قتل کر دینا اللہ اور اُسکے رسُول کی نا فرمانی ہے جس نے قتل کیا
یا قتل پر مَدد کی یا خوش ہوا سب ہی اس معصیت میں شریک اور مجرم
ہیں۔ درحقیقت یہ تمام مسلمانوں کے لئے ایک عظیم مصیبت ہے۔ اور حضرت
حسینؓ کے حق میں شہادت، درجہ کی بلندی اور عُلوِ مرتبت ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے بھائی (حضرت حسنؓ) کے لئے ایسی سعادتِ
عظمٰی طے فرمادی تھی جو ایسی عظیم مصیبت ہی سے حاصل ہو سکتی تھی۔
چنانچہ بڑے بھائی زہر دیکر شہید کیئے گئے۔ اور چھوٹے بھائی مقتول (شہید)
ہوئے۔ تاکہ وہ منازلِ سُعداء اور عیشِ شُہداء کو پالیں۔"

(۳) لوگ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بارے میں تین قسم کے ہیں۔
(۱) ایک فریق کہتا ہے کہ اُن کا قتل ہونا ہی ٹھیک تھا۔ کیونکہ وہ مسلمانوں
میں انتشار و تفریق پیدا کر رہے تھے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ جب تمہارا
معاملہ ایک شخص پر مجتمع ہو جائے پھر کوئی شخص تفریق پیدا کرنا چاہے
تو اس کو قتل کر دو۔ یہ گروہ یہ بھی کہتا ہے کہ سب سے پہلے خروج کرنیوالے
(باغی) اسلام میں حضرت حسینؓ ہیں۔ (نعوذ باللہ)
(۲) دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ امام مطلق تھے۔ کوئی دینی یا دنیوی معاملہ
ان کے بغیر نافذ نہیں ہو سکتا تھا۔
(۳) تیسرا گروہ اہلِ سُنّت کا ان دونوں کے درمیان ہے۔

(۴) لٰكِنَّهٗ مَعَ ذٰلِكَ مَا انْتَصَرَ لِلْحُسَيْنِ وَلَا اَمَرَ بِقَتْلِ قَاتِلِهٖ وَلَا اَخَذَ بِثَارِهٖ۔

اس (یزید کی صفائی) کے باوجود یزید نے حضرت حسینؓ کا بدلہ نہیں لیا۔ نہ انکے قاتل کے قتل کا حکم دیا، نہ کسی قسم کی اس کو سزا دی۔

(۵) جن قدرتی حادثوں اور سزاؤں کے پیش آنے کا قاتلینِ حسینؓ کے لئے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ذکر کیا جاتا ہے۔ تو اس میں ذرہ برابر شک نہیں۔ کیونکہ قتلِ حسینؓ اعظم الذنوب (بہت بڑا گناہ) ہے۔ اور جس نے یہ جرم کیا اور جو اس پر راضی ہوا اور جس نے قاتلین کی مدد کی، یقیناً وہ سب عذابِ خداوندی کے مستحق ہیں ۔ بہرحال امام زہریؒ کا قول کہ تمام قاتلین کو دنیا میں بھی سزا دی گئی (یعنی اللہ نے اُن کی پکڑ فرمائی) یہ بالکل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ظلم کا بدلہ دنیا میں بہت ملتا ہے۔ اور حضرت حسینؓ پر ظلم کرنا بڑا ظلم ہے۔

(ملخصاً از ص ۲۴۵ تا ۲۵۰ ج ۲)

علامہ ابن تیمیہؒ کی منہاج السنۃ کے ان چند اقتباسات سے اندازہ کیجئے کہ وہ افراط و تفریط کے درمیان اہل السنۃ کے مسلک کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور اہلِ رفض کی تردید میں وہ حقائق کا اعتراف بھی کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ یزید کو حجاج جیسے ظالم بادشاہوں کی صف میں کھڑا کر رہے ہیں۔ محرم والے مفتی جی کی طرح وہ اس کو امیرالمؤمنین اور خلیفہ راشد ثابت کرنے کی کوشش نہیں فرماتے۔ نیز وہ اس کو فاسق قرار دے رہے ہیں۔ اور اس کی بیجا حمایت کرنے والوں کو جاہل کہہ رہے ہیں۔

نگہ نکلی نہ دل کی چور زلفِ عنبریں نکلی
اِدھر لا ہاتھ، مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

علامہ ابنِ تیمیہؒ اور لعنتِ یزید کا مسئلہ

علامہ ابن تیمیہؒ نے یزید کے فسق کو تسلیم کرتے ہوئے لعنتِ یزید کے بارے میں علماء کا اختلاف بیان فرمایا ہے۔ اور خود اس میں اعتدال کا راستہ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ وہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں کہ:

یزید پر لعنت کا حکم ایسا ہی ہے جیسا دوسرے (فاسق) بادشاہوں پر لعنت کا حکم ہے۔ مثلاً مختار ابن ابی عبید ثقفی امیرِ عراق جس نے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ظاہر یہ کیا تھا کہ قاتلینِ حسینؓ سے انتقام لینا ہے۔ مگر اُس نے پھر یہ دعویٰ کردیا کہ جبریلؑ میرے پاس آتے ہیں یقیناً یزید اُن سے بہتر تھا۔ اور حجاج ابن یوسف بالاتفاق یزید سے بڑا ظالم تھا۔ زیادہ سے زیادہ یزید کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اور اس جیسے بادشاہ فاسق تھے۔ اور فاسق معین پر لعنت کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔ اور لعنت کرنا کسی کے نزدیک بھی فرض وواجب نہیں۔ بعض حضرات جیسے اصحابِ امام احمدؒ کا ایک گروہ اور ابوالفرج بن الجوزی وغیرہ جوازِ لعنت کے قائل ہیں۔ دوسرے بعض حضرات عدمِ جواز کے قائل ہیں۔ مثلاً حنابلہ کا ایک گروہ ابوبکر عبدالعزیز وغیرہ، اور امام احمدؒ کا مشہور قول کسی معین فاسق پر لعنت کرنے کے بارے میں کراہت کا ہے۔ اور ہر ایک کے پاس دلائل ہیں (جنکو علامہ نے ذکر بھی کیا ہے" (ص ۲۵۱، ۲۵۲)

آگے یزید سے فسق کو دھونے کی رکیک تاویلات کی ہیں۔ حالانکہ علامہ ابن تیمیہؒ اس بات کو تسلیم کرچکے ہیں کہ وہ ظالم وفاسق تھا۔ اس نے شہدائے کربلا کا انتقام نہیں لیا۔ حکمِ قصاص نافذ نہیں کیا۔ قاتلین کو کوئی سزا نہیں دی۔ واقعۂ حرّہ میں اس نے تین دن کے لئے مدینہ کو حلال کیا، اور وہاں قتل وغارتگری کی۔ اور کچھ نہیں ملا تو ابن تیمیہؒ نے مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ کی حدیث ہی پیش کردی جس پر تفصیلی کلام آگے آنے والا ہے۔ (انشاء اللہ) پھر توبہ کا احتمال ذکر کیا، کہ ممکن ہے وہ تائب ہوگیا ہو۔ مگر توبہ پر بھی تو کوئی دلیل نہیں ہے۔

یہ واضح رہے کہ یزید کے بارے میں علامہ ابن تیمیہؒ جیسوں کی آڑ لیکر محرمی مفتی صاحب نے جو رول ادا کیا ہے، اور اُس کو پاک صاف خلیفۂ برحق وغیرہ ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کے متعلق علامہ ابن تیمیہؒ نے صاف لکھدیا ہے کہ وہ جاہل ہیں۔ اہلِ علم سے اُن کو کوئی تعلق

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

نہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

وَبَعْضُهُمْ يَعْتَقِدُ أَنَّهُ مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ فَهَؤُلَاءِ لَيْسُوا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الَّذِينَ يُعْتَدُّ بِقَوْلِهِمْ۔ (منہاج السنۃ ج۲)

اور بعض لوگ جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید رشد و ہدایت والے خلفاء میں سے تھا، وہ لوگ اہل علم میں سے نہیں ہیں، جنکی بات قابل بیان ہو۔

(۴) یزید کے بارے میں حافظ ابن کثیر الدمشقی الشافعیؒ کی رائے عالی

جناب مفتی محمی نے حافظ ابن کثیرؒ، امام احمدؒ، علامہ ابن تیمیہؒ وغیرہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے یزید کو نیک بتایا ہے۔ اور جن لوگوں نے اسکی طرف فسق و فجور کی نسبت کی ہے انہوں نے ان مؤرخین کی خوب خبر لی ہے۔ ملاحظہ کیجئے وہ لکھتے ہیں کہ:

"علاوہ ازیں امام احمد بن حنبلؒ، علامہ مقدسی، قاضی ابوبکر بن العربیؒ، علامہ ابن کثیرؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، امام غزالیؒ، شیخ ابوالیسر (علامہ شامی کے پوتے) ان سب نے ہی یزید کو برا بھلا کہنے سے اور اُسے قتل حسینؓ کا مجرم قرار دینے سے منع فرمایا ہے۔ اور جن مؤرخین نے شیعی روایات کی تقلید میں یزید کی طرف فسق و فجور کو منسوب کیا ہے اُن مؤرخین کی خوب خوب خبر لی ہے۔ اور یزید کو سچا مسلمان، خلیفۂ وقت، امیر المؤمنین، احکامِ شرعیہ و حدودِ شرعیہ کے نافذ کرنے والا تحریر فرمایا ہے۔" (محرم ص۲۷)

ناظرینِ کرام! امام احمدؒ کا ارشاد آپ پڑھ چکے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی امام احمدؒ کا اور اُن کے مقلدین میں سے ایک طبقہ کا خیال جوازِ لعنت کا لکھا ہے جس کو آپ پڑھ چکے ہیں۔ خود علامہ ابن تیمیہؒ یزید کو حجاج وغیرہ کی طرح فاسق اور ظالم لکھتے ہیں، اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اُس نے حضرت حسینؓ کا قصاص نہیں لیا۔ اور اللہ کی حد جاری نہیں کی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اب ذیل میں ہم حافظ ابن کثیرؒ کے چند ارشادات نقل کرتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوگا کہ وہ یزید کو کیسا سمجھتے ہیں۔ پڑھتے جائیے اور محرم والے مفتی صاحب کی دیانت وصداقت پر ماتم کرتے جائیے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ محرم والے مفتی صاحب نے اپنے مطلب کی روایات نکال کر باقی کو شیعوں کی روایات بتا کر چھٹی کر دی ہے۔ میرے خیال سے انہوں نے تاریخ کا خصوصًا (البدایہ والنہایہ) کا آنکھ بند کر کے یا یزید کی حمایت کا چشمہ آنکھوں پر چڑھا کر مطالعہ فرمایا ہے۔ وہ یزید کے ایسے گرویدہ اور عاشقِ زار ہیں کہ اُن کو اُس کا مثل و مثیل ہی کوئی نظر نہیں آتا۔ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں ۶۳ھ کے واقعات میں واقعہ حرہ کو لکھتے ہیں کہ اہلِ مدینہ نے یزید کی بیعت کو فسخ کر کے قریش پر عبداللہ بن مطیع کو اور انصار پر عبداللہ ابن حنظلہ بن عامر کو امیر بنا دیا تھا۔ اور اس سال کے شروع میں اس معاملہ کا اظہار اور مظاہرہ منبر (مسجد نبوی) کے پاس اس طرح کیا کہ کوئی اپنے سر سے عمامہ اُتار کر ڈال دیتا کہ میں نے یزید کی بیعت کو اپنے اُوپر سے اس طرح اُتار کر پھینکدیا۔ تو کوئی اپنا جوتا نکال کر پھینک دیتا کہ میں نے یزید کی بیعت کو اس طرح پھینک دیا۔ یہانتک کہ جوتے اور عمامے بہت سے جمع ہوگئے۔ پھر یزید کے عامل عثمان بن محمد ابن ابی سفیان کو (جو یزید کا چچیرا بھائی تھا) مدینے سے نکال دینے کا متفقہ فیصلہ کیا گیا۔ اسی طرح بنی امیہ کو وہاں سے نکالنے کا ارادہ کیا گیا۔ حضرت زین العابدین وابن عمرؓ اور اُن کے گھر والوں نے یکسوئی اختیار کرلی۔ اور گوشہ نشین ہوگئے۔ اسی طرح اور بھی کچھ لوگ فتنۂ یزید سے بچکر گوشہ نشین ہوگئے۔ بلکہ بعض نے تو منع بھی کیا کہ بیعت فسخ نہ کرو ممکن ہے کہ بڑے فتنہ میں گرفتار ہوجاؤ۔

پھر حافظ ابن کثیرؒ نے واقعہ حرہ کو پوری تفصیل سے بیان کیا اور یزیدی فوجوں کے وہ مظالم ذکر کیے جن کو پڑھ کر سنگدل سے سنگدل آدمی کی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو جائیں گے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اس واقعہ حرہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسلم بن عقبہ مُزنی کو (جس کو یزید نے دس، بارہ یا پندرہ ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا تھا) یہ حکم دیا تھا کہ مدینہ سے فارغ ہو کر مکہ پر حملہ کرے۔ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے جنگ کرے۔ اس سے پہلے عبیداللہ بن زیاد (قاتلِ حضرت حسینؓ) کو بھی یہی حکم دیا تھا کہ وہ مکہ پر لشکر کشی کرے۔ مگر عبیداللہ بن زیاد نے جواب میں یہ کہدیا تھا کہ:

وَاللّٰهِ لَا اَجْمَعُهُمَا لِلْفَاسِقِ اَبَدًا اَقْتُلُ ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَغْزُو الْبَيْتَ الْحَرَامَ۔ (البدایہ ص ۲۱۹ ج ۸)	خدا کی قسم میں یہ دو نافرمانیاں کار و فاسق (یزید) کیلئے ہرگز جمع نہ کرونگا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے لختِ جگر کو بھی قتل کروں اور بیت اللہ پر لشکر کشی بھی کروں۔

غور کا مقام ہے کہ جس بدکار نے فاطمہ کے لال کے خونِ ناحق میں اپنے ہاتھ رنگے تھے، اور محض یزید کی خوشنودی کے لئے یہ جرم عظیم کیا تھا خود وہ یزید کو فاسق و بدکار کہہ رہا ہے۔ اور حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں بغیر نکیر کے اس کو لکھ رہے ہیں، مگر مفتی صاحب ابن کثیرؒ پر جھوٹا بہتان باندھ رہے ہیں کہ وہ یزید کو نیک بتاتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

ثم اَبَاحَ مُسْلِمُ بْنُ عُقْبَةَ الَّذِيْ يَقُوْلُ فِيْهِ السَّلَفُ مُسْرِفُ بْنُ عُقْبَةَ قَبَّحَهُ اللّٰهُ مِنْ شَيْخٍ سُوْءٍ مَا اَجْهَلَهُ الْمَدِيْنَةَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ كَمَا اَمَرَهُ يَزِيْدُ لَاجَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا وَقَتَلَ خَلْقًا كَثِيْرًا مِنْ اَشْرَافِهَا وَقُرَّائِهَا وَانْتَهَبَ اَمْوَالًا كَثِيْرَةً مِّنْهَا وَ	پھر مسلم بن عقبہ نے جس کو بزرگ مُسرف (ظالم) بن عقبہ کہتے تھے، اللہ تعالیٰ اُس خبیث ترین بڈھے پر لعنت کرے کہ وہ انتہائی جاہل تھا۔ اُس نے تین دن کیلئے مدینہ کو حلال کر دیا کہ یزید نے اُس کو یہی حکم دیا تھا، اللہ تعالیٰ یزید کا بُرا کرے، اور اُس نے مدینہ

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

وَقَعَ شَرٌّ عَظِيمٌ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ عَلیٰ مَاذَکَرَہٗ غَیرُ وَاحِدٍ۔

(البدایہ ج ۸ ص ۲۲۲)

منورہ کے اشراف اور علماء کو قتل کیا۔ بے انتہا مال لوٹے، اور بڑا شر اور زبردست فساد واقع ہوا۔ اس واقعہ کو بہت سے لوگوں نے بیان کیا ہے۔

آپ غور فرماتے رہیں کہ ابن کثیرؒ یزید کی تعریف فرماتے ہیں یا اُس کے فسق وفجور کو غضبناک انداز میں ذکر فرماتے ہیں۔ پھر آگے اور مظالم ذکر کیئے ہیں مثلاً حضرت عثمان غنیؓ کے صاحبزادے عمر بن عثمان کی داڑھی اس جرم میں اکھڑوادی کہ اُنہوں نے بنو امیہ کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ ایک عورت اپنے بیٹے کی سفارش میں آئی تو اسی مُسرف نے اسکے بیٹے کا سَر کاٹ کر اسکے ہاتھ میں دیدیا۔ مدینہ میں اسکے فوجیوں نے زنا کاری اتنی کی کہ ایک ہزار عورتوں کے ناجائز حمل رہ گئے۔ اور حرام کے بچے پیدا ہوئے۔ حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ اجلّہ صحابہ وغیرہ غاروں میں چھپ گئے۔ ایسے واقعات کی ایک طویل فہرست بغیر نکیر کے بیان کی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے ایک واقعہ ایسا بیان کیا ہے جس سے یزید کا تقویٰ اور اُس سے لوگوں کا اتفاق (جس کا محرمی مفتی صاحب نے دعویٰ کیا ہے) ظاہر ہو جائیگا۔ فرماتے ہیں کہ:

"جب امیر معاویہؓ کا انتقال ہوگیا تو اہلِ مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس پہنچا جسمیں عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر بھی تھے۔ اور یہ بہت شریف، فاضل، بلند مرتبہ، عابد و زاہد آدمی تھے۔ اُن کے ساتھ اُن کے آٹھ بیٹے بھی تھے۔ اُن کو یزید نے آٹھ ہزار درہم دیئے۔

اور ان کے آٹھوں بیٹوں میں سے ہر ایک کو دس دس ہزار درہم دیئے، اور ان سب کو کپڑے اور سواریاں بھی دیں۔ جب یہ حضرات مدینہ واپس پہنچے تو لوگ ان سے ملنے کے لئے آئے اور حالات معلوم کیے۔ تو حضرت عبداللہ

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ابن حنظلہ نے فرمایا ہم ایسے آدمی (یزید) کے پاس سے آرہے ہیں کہ خدا کی قسم اگر میرے ساتھ میرے بیٹوں کے علاوہ دوسرا کوئی بھی نہ ہو تو میں پھر بھی اُس سے جہاد کرونگا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت ہم کو تو یہ معلوم ہوا ہے کہ یزید نے آپ کا بہت اکرام کیا ہے۔ بڑی خدمتیں کی ہیں۔ اور عطائیں بھی خوب دی ہیں آپ نے فرمایا صحیح ہے اُس نے یہ سب کچھ کیا اور ہم نے اُس کی عطائیں اسلئے قبول کی ہیں کہ اُن کے ذریعہ ہم اُس سے جنگ کرنے کی تیاری کرلیں۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں کو بیعت پر آمادہ کرلیا اور اہلِ مدینہ نے اُن کے ہاتھ پر یزید سے جنگ کرنے کے لئے بیعت کرلی۔ اس معاملہ کی جب یزید کو خبر پہونچی تو اس نے مُسلم بن عقبہ کو اہلِ مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے بھیجا (اور واقعہ حرہ پیش آیا جو بدترین واقعہ ہے)۔ (البدایہ صفحہ ۲۲۱ ج ۸ صفحہ ۲۲۲)

اس سے کچھ آگے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

وَقَدْ اَخْطَأَ يَزِيْدُ خَطَاءً فَاحِشًا فِيْ قَوْلِهٖ لِمُسْلِمِ بْنِ عُقْبَةَ اَنْ يُّبِيْحَ الْمَدِيْنَةَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَّ هٰذَا خَطَاءٌ كَبِيْرٌ فَاحِشٌ مَعَ مَا انْضَمَّ اِلٰى ذٰلِكَ مِنْ قَتْلِ خَلْقٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَاَبْنَائِهِمْ وَقَدْ تَقَدَّمَ اَنَّهٗ قَتَلَ الْحُسَيْنَ وَاَصْحَابَهٗ عَلٰى يَدَيْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَقَدْ وَقَعَ فِيْ هٰذِهِ الثَّلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنَ الْمَفَاسِدِ الْعَظِيْمَةِ فِي الْمَدِيْنَةِ النَّبَوِيَّةِ مَا لَا يُحَدُّ وَلَا يُوْصَفُ وَلَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ

یزید نے بڑا کھلا ہوا جرم عظیم کیا، مُسلم بن عقبہ کو یہ حکم دیکر کہ مدینہ کو تین دن کیلئے حلال کردے۔ یہ اس کا یقیناً بہت ہی سنگین جرم ہے۔ اس کے ساتھ اس نے صحابہ اور انکی اولاد میں سے بہت سوں کو قتل کرایا۔ اور ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ اُس نے عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسینؓ اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کرایا ہے۔ اور ان تینوں دنوں کے اندر اللہ کے نبی کے شہر میں بڑے مفاسد پیش آئے جنکا شمار و بیان نہیں

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ اَرَادَ بِاِرْسَالِ مُسْلِمِ بْنِ عُقْبَةَ تَوْطِئَةَ سُلْطَنِهٖ وَمُلْكِهٖ وَدَوَامِ اَیَّامِهٖ مِنْ غَیْرِ مُنَازِعٍ فَعَاقَبَهُ اللهُ بِنَقِیْضِ قَصْدِهٖ وَحَالَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ مَا یَشْتَهِیْهِ فَقَصَمَهٗ قَاصِمُ الْجَبَابِرَةِ وَاَخَذَهٗ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ، وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِیَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ○

(البدایہ ص۲۲۳ ج۸)

ہو سکتا، اور اللہ تعالیٰ کے سوا انکا علم بھی کما حقہٗ کسی کو نہیں اور یزید نے مسلم بن عقبہ سے مدینہ پر چڑھائی اسلئے کرائی تھی کہ اس کی حکومت پھیل جائے، اور اسکا ملک بلا شرکت غیرے ہمیشہ رہے۔ لیکن حق تعالیٰ نے اسکی مراد کے برخلاف اس کو سزا دی، اور اُسکی اس ناجائز مراد کو پورا نہ ہونے دیا۔ اور ظالموں کو ہلاک کرنیوالے اللہ نے اُسکو بھی ہلاک و برباد کر دیا۔ اور اس عزیز و مقتدر نے اپنی شانِ قدرت کے مطابق اسکی پکڑ فرمائی۔ اور آپکے رب کی پکڑ ایسی ہی زبردست ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتے ہیں بیشک اللہ کی پکڑ دردناک اور سخت ترین ہوتی ہے۔

پوچھیے محرم والے مفتی جی سے کہ آپکے یزید کے حمایتی حافظ ابن کثیرؒ اپنی اسی "البدایہ والنہایہ" میں یزید کی کس قدر پُرزور حمایت و مدحت فرما رہے ہیں۔ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیے اور محرم کی بھی تلاوت فرمایئے۔ تاکہ دورِ حاضر کے مفتی صاحب کا سیاہ جھوٹ اور اساطینِ اُمّت پر بہتان آنکھوں سے نظر آجائے۔

ابن کثیرؒ نے اسکے بعد اس سلسلہ میں چند احادیث ذکر کی ہیں، جن سے یزید و مسلم ابن عقبہ اور اس قسم کے لوگوں کا قابلِ لعنت ہونا بیان کیا ہے۔ جن میں سے چند حدیثوں کا مضمون یہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) جو اہلِ مدینہ سے فریب کریگا وہ اس طرح پگھل جائیگا جیسے پانی میں نمک

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

پگھل جاتا ہے۔

(۲) جو مدینہ والوں کے ساتھ بُرا ارادہ کریگا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں رانگ کی طرح پگھلائیں گے۔ یا یہ فرمایا کہ اس طرح پگھلائیں گے جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(۲) جو اہلِ مدینہ کو ظلماً ڈرلئے اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائیں گے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اس کا کوئی فرض قبول فرمائیں گے نہ نفل۔

(۴) جو مدینہ والوں کو خوفزدہ بنائے اللہ اس کو خوفزدہ بنائے، اور اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

(۵) جس نے انصارِ مدینہ کو خوفزدہ کیا اس نے میرے دل کو خوفزدہ کیا۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے اور ان جیسی دیگر احادیث سے علماء کی ایک جماعت نے یزید پر لعنت کے جواز کے متعلق استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ امام احمدؒ سے بھی منقول ہے۔ اور اسی کو اختیار کیا ہے خلالؒ، ابوبکرؒ، عبدالعزیزؒ، قاضی ابویعلیٰؒ اور اُن کے بیٹے قاضی ابوالحسینؒ وغیرہ نے اور امام ابوالفرج بن الجوزیؒ نے تو ایک مستقل کتاب اس سلسلہ میں تصنیف کی۔ اور اس میں یزید پر لعنت کے جواز کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اور دوسرے علماء نے یزید بن معاویہ پر لعنت سے منع کیا ہے۔ اور انہوں نے بھی اس بارے میں کتابیں لکھی ہیں۔

لیکن ان لوگوں کا مقصد لعنت کو منع کرنے سے صرف یہ ہے کہ لوگ آگے بڑھکر اُس کے والد (حضرت ابومعاویہؓ) یا اور صحابہ کرامؓ پر لعنت نہ کرنے لگیں اور انہوں نے اسکے بعض اعمال کی تاویلات کیں۔ اور بعض کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ امام فاسق تھا اور آدمی امام بننے کے بعد جب فاسق ہوجائے تو علماء کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ اس کو

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

نہ معزول کریں نہ اس کے خلاف خروج کریں۔ کیونکہ اس میں فتنہ کو اُبھارنا، ناحق قتل وخونریزی، لوٹ مار اور بے عزتی جیسے مفاسد ہیں، جیسا کہ واقعۂ حرہ میں یہ سب کچھ پیش آیا۔ (البدایہ والنہایہ ص۲۲۲ تا ۲۲۴ ج۸)

یہ ہے بیان حافظ ابن کثیرؒ کا جن کے متعلق محرم والے حضرت لکھتے ہیں کہ انہوں نے "یزید کو بُرا بھلا کہنے سے اور اُسے قتلِ حسین کا مجرم قرار دینے سے منع فرمایا ہے۔ اور جن مؤرخین نے شیعی روایات کی تقلید میں یزید کی طرف فسق وفجور کو منسوب کیا ہے ان مؤرخین کی توب خوب خبر لی ہے۔ اور یزید کو سچا مسلمان، خلیفۂ وقت، امیرالمؤمنین، احکامِ شرعیہ اور حدودِ شرعیہ کے نافذ کرنیوالا تحریر فرمایا ہے۔" (محرم ص۲۷)

مفتی صاحب کی اس عبارت کو ابن کثیرؒ کے بیان پر پیش کرکے ناظرین مفتی صاحب کی سچائی کا اندازہ خود ہی لگالیں کہ وہ اپنے یزید سے کچھ کم سچے مسلمان تو نہیں ہیں؟

ابن کثیرؒ یزید کی موت کا ذکر ایک اور جگہ اس طرح کرتے ہیں۔

فَاِنَّهٗ لَمْ يُمْهَلْ بَعْدَ وَقْعَةِ الْحَرَّةِ وَقَتْلِ الْحُسَيْنِ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى قَصَمَهُ اللّٰهُ قَصَمَ الْجَبَابِرَةِ قَبْلَهٗ وَبَعْدَهٗ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا۔ (البدایہ ص۲۲۴ ج۸)	پھر واقعۂ حرہ وشہادت حضرت حسینؓ کے بعد اللہ نے اُسکو زیادہ مہلت نہیں دی کہ اللہ نے اُسکو اس طرح ہلاک کردیا جیسا دوسرے ظالموں کو اس سے پہلے اور اسکے بعد ہلاک کیا۔ بیشک اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں اور پوری قدرت رکھتے ہیں۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

مسلم بن عقبہ نے مدینہ کو تاراج کرکے (واقعۂ حرہ کے بعد) یہ کہا تھا کہ اے اللہ میں نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینے کے بعد

اپنے نزدیک اہلِ مدینہ کو قتل کرنے سے زیادہ محبوب ترین عمل کوئی نہیں کیا۔ اور میرا خیال ہے کہ مجھے آخرت میں اس کا صلہ ضرور ملیگا۔ اور اسکے بعد بھی میں جہنم میں چلا جاؤں تو یقیناً میں بدنصیب ہوں۔ (اسکے بعد ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ) پھر وہ مرگیا۔ خدا اُس پر لعنت کرے۔ اور واقدیؒ کے قول کے مطابق وہ مقام مسلک میں مدفون ہوا۔ پھر اس کے پیچھے اللہ نے یزید بن معاویہ کو لگا دیا۔ وہ بھی مسلم بن عقبہ کے بعد ۱۴ ربیع الاول کو مرگیا۔ خدا نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور نامُراد کر دیا۔ بلکہ قہر والے خدا نے اُن پر قہر نازل کیا۔ اور اُن کا مُلک اُن سے چھین لیا۔ وہ جس سے چاہے مُلک چھین لیتا ہے۔ (البدایہ ص ۲۲۵ ج ۸)

ابن کثیرؒ نے یزید کی تعریف کرنیوالوں کی تردید کی ہے

مفتی صاحب تو کہتے ہیں کہ ابن کثیرؒ نے یزید کی تعریف کی اور اس کو فاسق و فاجر کہنے والوں کی خوب خبر لی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ابن کثیرؒ نے یزید کو فاسق و قابلِ لعنت اور ظالم کہا ہے۔ جیسا کہ اُوپر کے بیانات سے بھی معلوم ہوا۔ اور جس نے یزید کی تعریف کی ابن کثیرؒ نے ان کی خوب خبر لی ہے۔ ذیل میں ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیے وہ لکھتے ہیں کہ:

وَلَهُ مُصَنَّفٌ فِي فَضْلِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ اَتٰى فِيْهِ بِالْغَرَائِبِ وَالْعَجَائِبِ وَقَدْ رَدَّ عَلَيْهِ اَبُو الْفَرَجِ بْنُ الْجَوْزِيِّ فَاَجَادَ وَاَصَابَ۔

(البدایہ ص ۲۲۸ ج ۱۲)

اور ان کی یعنی شیخ عبدالمغیثؒ کی ایک تصنیف ہے یزید کی فضیلت میں جسمیں اُنہوں نے بڑی عجیب و غریب (غلط سلط) باتیں لکھی ہیں۔ اور محدث ابن الجوزی نے اُسکی تردید کی۔ اور بہت عمدہ تردید کی، اور بالکل درست کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ کتاب "فضلِ یزید" ابن کثیرؒ کے نزدیک غلط اور قابلِ رد تھی۔ اور امام ابن الجوزیؒ نے جو اس کی تردید کی ابن کثیرؒ کے نزدیک وہی درست ہے۔ اسی لئے انہوں نے فَاَجَادَ وَ اَصَابَ کے الفاظ لکھ کر اسکو خوب سراہا اور فرمایا کہ وہ کتاب "فضلِ یزید" رد ہی کے قابل تھی۔ کیونکہ اس میں غلط سلط، بے تکی اور بے تحقیق و غیر مستند باتیں جمع کی گئی تھیں۔ شیخ عبدالمغیث کی کتاب کی مذمت میں ابن کثیرؒ نے اتی فیہ بالغرائب والعجائب لکھ کر عبدالمغیث کی اس کتاب کی مٹی پلید کر دی۔ اور "فضل یزید" کو خاک میں دفن کر دیا۔ حافظ ابن کثیرؒ محدث ابن الجوزیؒ کے متعلق اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کَانَ مِنْ صُلَحَاءِ الْحَنَابِلَةِ وَكَانَ يُزَارُ۔ (البدایہ ص ۳۲۸/۱۲) ابن الجوزی حنبلی بزرگوں میں سے ایک ایسی شخصیت تھے کہ لوگ انکی زیارت کے لئے آیا جایا کرتے تھے۔

ابن الجوزیؒ اور شیخ عبدالمغیث میں فرق

محدث ابن الجوزیؒ اور شیخ عبدالمغیث دونوں حنبلی ہیں۔ مگر دونوں میں علمی اعتبار سے بڑا فرق ہے۔ ع اگر فرقِ مراتب نکنی زندیقی۔

ابن الجوزی محدث، فقیہ، حافظ حدیث اور بیشمار کتابوں کے مصنف ہیں اُن کی تصنیفات اتنی ہیں کہ اگر اُن کے اجزار کو اُن کی پیدائش سے لیکر اُن کی وفات تک کے دنوں پر تقسیم کریں تو اُن کی عمر کے دنوں پر سے اُن کی کتابوں کے اجزار بڑھ جائیں گے۔ بخلاف شیخ عبدالمغیث کے کہ وہ صالحین حنابلہ میں سے ہیں۔ وکان یُزار اِن اور دونوں حضرات بزرگ تھے — لوگ اُن کی ملاقات کے لئے آتے جاتے تھے۔ لہٰذا محدث ابن الجوزیؒ نے شیخ عبدالمغیث کی کتاب "فضلِ یزید" کے رد میں جو کتاب "الرد علی المتعصب العنید المانع عن ذمِ یزید" لکھی ہے وہ بہت عمدہ اور صحیح رد ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

جس کی تصدیق حافظ ابن کثیرؒ نے بھی فَاَجَادَوَاَصَابَ کے زوردار الفاظ سے کی ہے۔ مقصد اس تحریر کا یہ ہے کہ ایک مسلک کے دُو عالموں میں سے ترجیح کس کے قول کو ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں میں امام ابن الجوزیؒ کا علمی مقام بلند تر ہے۔ ابن الجوزی نے اپنی اسی کتاب "الردّ علی المتعصب العنید" میں یہ بھی لکھا ہے وَقَدْ اَجَازَ الْعُلَمَاءُ الْوَرِعُوْنَ لَعْنَتَہٗ کہ اہلِ ورع وتقویٰ علمار نے یزید پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔

(حقیقت یزید ص ۱۸، ۱۹)

شیخ عبدالمغیث کی مصلحت

جن حضرات نے یزید پر لعنت کرنے کو منع کیا ہے۔ اسلئے نہیں کیا کہ وہ لوگ اس کو خلیفہ برحق یا نیک، صالح اور بے قصور جانتے ہیں۔ بلکہ کسی نے احتیاطاً، کسی نے صحیح ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے، اور کسی نے اسلئے کہ لوگ اس سلسلہ میں جری ہوکر دوسرے خلفاء وصحابۂ کرام تک پہنچکر ان کی شان میں گستاخی نہ کرنے لگیں۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ (جو مفتی صاحب کے خیال میں یزید کے حمایتی ہیں) اپنی کتاب "منہاج السنہ" میں لکھتے ہیں کہ:

"ابوالفرج ابن الجوزیؒ کی ایک کتاب ہے جس میں انھوں نے یزید پر لعنت کرنے کا جواز ثابت کیا۔ اور شیخ عبدالمغیث حربی کا رد کیا ہے۔ کیونکہ شیخ عبدالمغیث اس پر لعنت کرنے کو منع کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ خلیفہ ناصر کو جب یہ بات پہونچی کہ شیخ عبدالمغیث یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں۔ تو خلیفہ ناصر اُن کے پاس پہونچے۔ اور اس بارے میں اُن سے پوچھا۔ شیخ خلیفہ کو پہچان چکے تھے۔ مگر اسکا اظہار نہیں کیا کہ میں نے آپکو پہچان لیا ہے۔ غرض شیخ نے خلیفہ کو یہ جواب دیا کہ میں نے یزید پر لعنت سے اس لئے منع کیا ہے کہ لوگ دوسرے خلفائے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

مسلمین پر لعنت نہ کرنے لگیں۔ اگر ہم عوام کے لئے لعنت کا دروازہ کھولدیں تو لوگ ہمارے خلیفۂ وقت کو بھی نہ بخشیں گے۔ کیونکہ اُسکے مظالم بھی یزید سے کم نہیں ہیں، بلکہ اُس سے بڑھکر ہیں۔ اس کے بعد شیخ نے خلیفۂ وقت کے کچھ مظالم شمار کیے۔ تو خلیفۂ ناصر دُعا کی درخواست کرکے واپس چلے گئے۔

(منہاج السنہ صفحہ ۲۵۲ ج ۲)

اس سے ایک تو یزید پر لعنت کرنے کی ممانعت کی وجہ معلوم ہوئی، کہ صرف یہ مصلحت تھی کہ لوگ جری ہوکر حد سے نہ بڑھ جائیں۔ اور دوسرے خلفاء پر لعنت نہ کرنے لگیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ شیخ عبدالمغیث یزید کو بدکار و قابل لعنت سمجھتے تھے۔

ابن کثیرؒ کے نزدیک یزید فاسق تھا

ابن کثیرؒ نے یزید کے متعلق یہ لکھنے کے بعد کہ وہ سخی، فصیح، شاعر اور ذی رائے وغیرہ تھا لکھا ہے کہ:

وَکَانَ فِیْهِ اَیْضًا اِقْبَالٌ عَلَی الشَّهَوَاتِ وَتَرْكُ بَعْضِ الصَّلٰوَاتِ فِیْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ وَاِمَاتَتُهَا فِیْ غَالِبِ الْاَوْقَاتِ۔ (البدایہ صفحہ ۲۳۰ ج ۸)

اور یزید شہوتوں پر پڑا ہوا تھا اور بعض اوقات نمازیں بالکل چھوڑ دیتا تھا اور پڑھتا تھا تو زیادہ تر وقت خراب کرکے مکروہ اوقات میں پڑھتا تھا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے یزید کے دونوں رُخوں کو اُجاگر کیا ہے۔ مگر مفتی صاحب کی انصاف پسند طبیعت کا اندازہ کیجئے کہ اُنھوں نے یزید کی حمایت میں تو سب کچھ لکھ مارا ہے خواہ صحیح ہو یا غلط۔ اور مؤرخین خصوصًا ابن کثیرؒ نے اُس کی مذمت میں جو کچھ کہا اور بڑی قوت و صفائی سے بلا خوف تردید کہا مفتی صاحب نے اُس کا تذکرہ تک نہیں کیا۔ بلکہ ایسی باتوں کو شیعوں کی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

طرف منسوب کرکے شیعی روایات بتادیا۔ جب مفتی دین کی طبیعت میں انصاف نہیں تو انصاف اور کہاں تلاش کیا جائے ؟

ع چوکفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اسکے بعد حافظ ابن کثیرؒ نے وہ احادیث ذکر کی ہیں جن میں نماز کو ضائع کرنے کی وعید و مذمت مذکور ہے۔ اور یزید کے دورِ حکومت کے مفاسد کی طرف بھی اشارہ ہے مثلاً

(۱) ابو سعید خدریؓ کی روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ,, ایسے نالائق جانشین ساٹھ سال بعد ہوں گے جو نماز کو ضائع کرینگے۔ اور خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑیں گے۔ عنقریب وہ غی (وادیِ جہنم) میں داخل ہوں گے الخ

(۲) ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنہ ۶۰ھ (کے قریب زمانہ) سے پناہ مانگو اور لونڈوں کی امارت سے۔

(یہ روایات مشکوٰۃ شریف میں بھی کتبِ صحاح سے منقول ہیں)

اور عبدالرحمٰن بن سعیدؒ نے یزید کے بارے میں یہ شعر کہا تھا ؎

لَسْتَ مِنَّا وَلَيْسَ خَالُكَ مِنَّا ؛ يَا مُضَيِّعَ الصَّلٰوَاتِ لِلشَّهَوَاتِ

تو ہمارا نہیں نہ تیرا ماموں ہمارا ہے   او شہوتوں کے پیچھے پڑکر نمازوں کو ضائع کرنیوالے

عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک باندی سے یہ شعر سنا تو اس کو مارا اور فرمایا کہ اس طرح سے پڑھ ؎

اَنْتَ مِنَّا وَلَيْسَ خَالُكَ مِنَّا ؛ يَا مُضَيِّعَ الصَّلٰوَاتِ لِلشَّهَوَاتِ

تو ہمارا ہے اور تیرا ماموں ہمارا نہ تھا   او شہوتوں کی خاطر نمازوں کو ضائع کرنیوالے

حافظ ابن کثیرؒ کے نزدیک یزید کا فسق و فجور متفق علیہ ہے

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ زیادہ تر یزید کے جو عیوب بیان

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کیئے جاتے ہیں وہ ہیں شراب نوشی اور بے حیائی کے کام کرنا (کچھ آگے لکھتے ہیں) اور جب اہلِ مدینہ اس کی اطاعت سے نکل گئے، اور اس کی بیعت توڑ کر انہوں نے اپنا حاکم ابنِ مطیع وعبداللہ بن حنظلہ کو بنالیا، تو انہوں نے یزید کی شراب نوشی اور اس کے گھناؤنے کاموں کا ہی ذکر کیا۔ اور انکو روافض کی طرح کفر و زندقہ کے ساتھ متہم نہیں کیا۔ حالانکہ اہلِ مدینہ اس وقت یزید کے سخت ترین دشمن تھے۔ بلکہ یزید فاسق تھا۔ اور فاسق کی بیعت فسخ کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے فتنہ اور خونریزی ہوتی ہے۔ جیسا کہ واقعۂ حرہ میں ہوا۔ (کچھ آگے ہے) وَلٰكِنْ تَجَاوَزَ الْحَدَّ بِاِبَاحَةِ الْمَدِيْنَةِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ الخ (یزید نے مدینہ کو تین دن کے لئے مباح کر کے حد سے تجاوز کیا) اور اس سے بڑا زبردست شر پیدا ہوا (جسکی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں) وَقَالُوْا اِنَّهٗ كَانَ اِمَامًا فَاسِقًا ۲۲۳ ج ۸ (یزید کے بعض اعمال کی تاویل کرنیوالوں نے بھی یہی کہا ہے کہ اس کا امام فاسق ہونا طے ہے)

ان عبارتوں کے علاوہ "البدایہ والنہایہ" میں اور بھی متعدد مقامات پر ایسی عبارتیں موجود ہیں (جن میں سے بعض کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں) جن سے یزید کے فاسق و فاجر ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔

فتنوں کی بنیاد

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد ۶۰ھ میں جب بنوامیہ نے اور بعض دوسرے لوگوں نے ولی عہدی کی بناء پر یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ تو یزید کو سب سے زیادہ اسی کا اہتمام تھا کہ سب لوگ میری خلافت پر متفق ہو کر بیعت قبول کر لیں۔ خصوصًا وہ لوگ جنہوں نے یزید کی ولی عہدی سے بھی اتفاق نہیں کیا تھا اور یزید کی بیعت سے صاف انکار کر دیا تھا، اسلئے حکومت سنبھالتے ہی یزید نے امیر مدینہ کو حسب ذیل خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ يَزِيْدَ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم امیر المومنین

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى وَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ مُعَاوِيَةَ كَانَ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ اَكْرَمَهٗ وَ اسْتَخْلَفَهٗ وَخَوَّلَهٗ وَمَكَّنَ لَهٗ فَعَاشَ بِقَدْرٍ وَمَاتَ بِاَجَلٍ فَرَحِمَهُ اللّٰهُ فَقَدْ عَاشَ مَحْمُوْدًا وَمَاتَ بَرًّا تَقِيًّا وَالسَّلَامُ۔

یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ کو۔ بعدہٗ واضح رہے کہ معاویہؓ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے عزت وخلافت اور نعمت وطاقت سے نوازا تھا۔ تو وہ مدّتِ مقدّرہ تک زندہ رہکر وقتِ مقرر پر وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ انپر رحم فرمائے کہ انہوں نے قابلِ تعریف زندگی پائی، اور نیکی وتقویٰ کی حالت پر وفات پائی۔ والسّلام

وَكَتَبَ اِلَيْهِ فِيْ صَحِيْفَةٍ كَاَنَّهَا اُذُنُ الْفَارَةِ اَمَّا بَعْدُ فَخُذْ حُسَيْنًا وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ بِالْبَيْعَةِ اَخْذًا شَدِيْدًا لَيْسَتْ فِيْهِ رُخْصَةٌ حَتّٰى يُبَايِعُوْا۔ وَالسَّلَامُ۔

(البدایۃ والنہایہ ص ۱۴۶، ۱۴۷ ج ۸)

اور یزید نے ولید بن عتبہ کے پاس ایک چھوٹا پرچہ چوہے کے کان کی برابر اور لکھا جسمیں یہ تھا۔ اسکے بعد معلوم ہو کہ حسینؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ ابن زبیرؓ کو نہایت سختی سے پکڑ کر بیعت لے لو جسمیں کسی قسم کی رُو رعایت اور نرمی نہو جبتک وہ بیعت نہ کرلیں اسوقت تک انکو نہ چھوڑنا۔ والسّلام

یزید نے اسی قسم کا خط عُبیداللہ بن زیاد کے پاس بھی لکھا تھا۔ اور درحقیقت یہی خطوط تمام فتنوں کی بنیاد ثابت ہوئے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ مذکورہ خطوط کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"جب مدینہ میں حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر پہونچی تو سب کو بہت صدمہ ہوا۔ ولید نے فوراً مروان کو طلب کیا۔ اور دونوں خط پڑھ کر سُنائے اور مشورہ چاہا۔ مروان نے کہا کہ ان لوگوں کو وفاتِ معاویہؓ کی خبر دینے سے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

پہلے ان سے بیعت لے لو۔ اور وہ انکار کریں تو قتل کر ڈالو۔ چنانچہ ولید نے فوراً عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو حضرت حسینؓ و حضرت ابن زبیرؓ کے پاس ان کو بلانے کے لئے بھیجا۔ ان دونوں حضرات نے عبداللہ سے کہا تم چلو ہم ابھی آتے ہیں۔ عبداللہ واپس ہو گیا تو حضرت حسینؓ نے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ معاویہؓ کی وفات ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے۔ پھر حضرت حسینؓ نے اپنے غلاموں کو ساتھ لیا، اور چل دیئے۔ غلاموں کو امیر ولید کے دروازے پر بٹھا دیا اور فرما دیا کہ اگر کوئی تردد والی بات سنو تو فوراً اندر آجانا۔ اسکے بعد حضرت حسینؓ اندر امیر مدینہ ولید کے پاس پہنچے۔ سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ مروان بھی وہیں بیٹھا تھا۔ ولید نے یزید کا خط حضرت حسینؓ کو دیا اور حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر دی۔ حضرت حسینؓ نے اناللہ الخ پڑھکر اُن کے لئے دعار فرمائی۔ امیر ولید نے بیعت کی دعوت دیدی۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا مجھ جیسا آدمی خاموشی سے بیعت نہیں کر سکتا۔ اور میرا خیال ہے کہ اس کی آپ بھی مجھ سے جرأت نہ کریں گے۔ سب لوگ جمع ہوں تو آپ ہمکو اُن کے ساتھ بلائیں تاکہ معاملہ ایک رہے۔ اور جو کچھ ہو وہ اتفاق کے ساتھ ہو۔ ولید عافیت پسند آدمی تھے۔ واپسی کی اجازت دیدی۔ مروان نے ولید سے کہا کہ خدا کی قسم اگر اس وقت بغیر بیعت کے یہ تمہارے پاس سے چلے گئے تو تمہارے اور ان کے درمیان زبردست خونریزی ہوگی۔ ان کو فوراً روک کر بیعت لے لو۔ نہ مانیں تو قتل کر دو۔ اور یہاں سے ان کو نکلنے نہ دو۔ حضرت حسینؓ وہاں سے یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے: او زرقاء کے بیٹے (مروان) تو مجھ کو قتل کر سکتا ہے؟ تو جھوٹا اور بدکار ہے۔ اور اپنے گھر چلے آئے۔ ولید نے مروان سے کہا کہ واللہ اب ہم ان کو کبھی نہ دیکھیں گے۔ ولید نے کہا خدا کی قسم اے مروان مجھے یہ بات ہرگز پسند نہیں کہ حضرت حسینؓ کو قتل کر دوں، اور مجھے اس کے صلہ میں

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ساری دُنیا اپنے خزانوں سمیت مل جائے۔ سُبحان اللہ کیا میں حضرت حسینؓ کو صرف ان کے بیعت سے انکار کر دینے کی بنا پر قتل کر دوں؟
خُدا کی قسم میرا یقین ہے کہ جو حضرت حسینؓ کو قتل کردیگا قیامت کے دن اس کے اعمال کی ترازو خالی رہ جائے گی (یعنی اس کے تمام اعمال اکارت ہوجائینگے) اس کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت لینی چاہی، مگر وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے۔ اور ایک دن بعد حضرت حسینؓ بھی معہ اہل وعیال مکہ پہونچ گئے۔ پھر حافظ ابن کثیرؒ نے عبداللہ بن عباسؓ و عبداللہ بن عمرؓ کی بیعت کا ذکر کیا۔ کہ انہوں نے خوشدلی کے بغیر صرف فتنہ اور اختلاف سے بچنے کے لئے یزید کی بیعت قبول کر لی۔

حضرت حسینؓ کے اکرام پر معزولی

مگر اسی سال رمضان میں صرف اس جرم میں کہ اُس نے حضرت حسینؓ و عبداللہ بن زبیرؓ سے جبرًا بیعت کیوں نہ لی، اور اُن کو مکہ کیوں جانے دیا۔ ولید بن عتبہ کو یزید نے مدینہ کی امارت سے معزول کر دیا۔ اور امیر مکہ عمرو بن سعید کی امارت میں مدینہ بھی دیدیا۔ اسکے متعلق ابن کثیرؒ لکھتے ہیں وکان مُتَالّھًا وَّمُتَکَبِّرًا (کہ وہ بہت گھمنڈی اور متکبر تھا) اسی نے مکہ مکرمہ پر لشکر کشی کی۔ اور حرم محترم کی پاک زمین کو یزید کے حکم سے خونِ ناحق سے رنگین کیا۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۷۴ و ۱۷۵ ج ۸)

اس مذکورہ عبارت سے آپ صحیح اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یزید کا منشأ حضرت حسینؓ وغیرہ کے بارے میں سوائے اسکے کچھ نہ تھا جو ولید کے سامنے مروان کی زبان سے ظاہر ہوا۔ اور جس کا ظہور میدانِ کربلا میں ہوا۔ ورنہ ولید کے پاس یہ نہ لکھتا کہ اُن سے بیعت لینے میں پوری سختی برتنا جس میں نرمی کا نام نہو! ورنہ پھر وہ ولید کو اس کی نرمی اور حضرت حسینؓ و ابن زبیرؓ کی سخت پکڑ نہ کرنے پر معزول نہ کرتا۔ یہ سب بیان حافظ ابن کثیرؒ کا ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

مفتی صاحب جن کی "البدایہ والنہایہ" کا بار بار حوالہ دیکر یہ باور کراتے ہیں کہ ابن کثیرؒ کے نزدیک یزید بے قصور ہے۔ اگر مفتی صاحب انصاف اور ایمانداری سے کام لیتے تو حافظ ابن کثیر کی اسی کتاب سے اُن کے یہ بیانات بھی جو ہم نے پیش کیۓ ہیں مسلمانوں کے سامنے رکھتے، اور یزید کے بارے میں وہی فیصلہ فرماتے جو حافظ ابن کثیرؒ و علمائے محتاطین اور اکابر دیوبند نے کیا ہے۔ مگر افسوس کہ اُنہوں نے یزید کی یکطرفہ و بیجا حمایت کی جس سے لازمی طور پر اہل بیت و حضرت حسینؓ و عبداللہ بن زبیرؓ جیسی اہم شخصیتوں اور دوسرے صحابہ کی توہین و تحقیر ہوتی ہے۔ اور ان پر بغاوت کا الزام آتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

(۵) حضرت امام غزالیؒ کا محتاط ارشاد گرامی

جن لوگوں کے بارے میں مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ اُنہوں نے یزید کو سچّا پکّا مسلمان اور متقی و پرہیزگار بتایا ہے۔ اور اُس کو فاسق و فاجر کہنے والے شیعہ نواز مؤرخین کی خوب خوب خبر لی ہے۔ اُن میں سے حضرت امام احمد ابن حنبلؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، علامہ ابن کثیرؒ کے ارشادات تو آپ حضرات کے سامنے آگئے اور مفتی صاحب کے جھوٹ کا پول کھل گیا۔ مفتی صاحب نے امام غزالیؒ کو بھی یزید کے حمایتیوں میں شامل کیا ہے۔ حالانکہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یزید کے معاملہ میں متردّد ہیں۔ نیز احتیاط کے پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ قتلِ حسینؓ پر اُس کی رضا ثابت نہیں۔ کیونکہ رضا و عدمِ رضا قلب سے ہوتی ہے۔ قلب کا حال اللہ کو معلوم ہے۔ پھر ممکن ہے کہ اس نے ان بدکاریوں سے جسمیں وہ مبتلا رہا ہے توبہ کرلی ہو۔ رہی یہ بات کہ اس کے لئے ہم دُعائے رحمت کریں تو ہم سب مسلمانوں کے لئے دُعائے رحمت و مغفرت کرتے ہیں، اس میں کسی صالح اور فاسق کی تخصیص نہیں

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ظاہر یہی ہے کہ وہ مسلمان تھا، تو جیب سب مسلمانوں کے لئے ہم دُعاء رحمت کرتے ہیں تو وہ دُعاء اُس کو بھی پہونچتی ہو گی۔ دیکھیے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وَاَمَّا الغزالي فَانَّهُ خَالَفَ فِي ذٰلِكَ وَمَنَعَ مِنْ شَتْمِهٖ وَلَعْنِهٖ لِاَنَّهُ مُسْلِمٌ وَلَمْ يَثْبُتْ اَنَّهُ رَضِيَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَلَوْ ثَبَتَ لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ مَسُوْغًا لِلَعْنَةِ لِاَنَّ الْقَاتِلَ لَا يُلْعَنُ لَا سِيَّمَا وَبَابُ التَّوْبَةِ مَفْتُوْحٌ وَالَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ قَالَ الْغَزَالِيُّ وَاَمَّا التَّرَحُّمُ عَلَيْهِ فَجَائِزٌ بَلْ مُسْتَحَبٌّ وَنَحْنُ نَتَرَحَّمُ عَلَيْهِ فِيْ جُمْلَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ خُصُوْصًا فِي الصَّلَوَاتِ ذَكَرَهُ ابْنُ خَلِّكَانَ مَبْسُوْطًا بِلَفْظِهٖ فِيْ تَرْجَمَةِ الْكِيَا هٰذَا۔ قَالَ وَالْكِيَا كَبِيْرُ الْقَدْرِ مُقَدَّمٌ وَمُعَظَّمٌ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(البدایہ والنہایہ ص ۱۷۳ ج ۱۲)

اور امام غزالیؒ نے لعنِ یزید میں دوسرے علماء سے اختلاف کیا ہے۔ اور یزید کو بُرا بھلا کہنے اور اس پر لعنت کرنے سے منع کیا ہے، کیونکہ وہ مسلمان تھا اور یہ ثابت نہیں کہ وہ قتلِ حسینؓ سے راضی تھا۔ اور اگر ثابت بھی ہو تو اس سے بھی لعنت جائز نہ ہو گی۔ کیونکہ قاتل پر لعنت نہیں کی جاتی، خصوصاً جبکہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے وہ بہت مغفرت فرمانیوالا بڑا مہربان ہے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ رہی اسکے لئے دُعاءِ رحمت تو وہ جائز بلکہ بہتر ہے۔ اور ہم تمام مسلمانوں میں شامل کرکے اُسکے لئے بھی رحمت کی دُعاء کرتے ہیں خصوصاً نمازوں میں مؤرخ

ابن خلکان نے تفصیل سے امام کیا کے حالات میں ذکر کیا ہے۔ ابن خلکان نے کہا کہ کیا نہایت بلند مرتبہ اور باعظمت پیشوا و امام تھے (اس لئے امام غزالی کے مقابلہ میں ان کے فتویٰ کو ترجیح ہے)

یاد رکھیے کہ امام غزالی اس مسئلہ میں تردد ظاہر فرماتے ہیں کہ یزید

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

قتلِ حسینؓ پر راضی تھا یا نہیں۔ پھر اگر راضی بھی تھا تب بھی اُن کے نزدیک یزید پر لعنت جائز نہیں۔ کیونکہ خود قاتل صرف گنہگار ہوتا ہے۔ اہلِ سنّت کے نزدیک قاتل کافر نہیں ہوجاتا۔ مسلمان باقی رہتا ہے۔ اور مسلمان پر لعنت نہیں کرنی چاہئے۔ پھر ممکن ہے کہ اُس نے اپنے فسق و فجور اور قتل پر راضی ہونے سے توبہ کرلی ہو۔

اس پوری عبارت کو پڑھکر آپ یہ بتایئے کہ کہیں امام غزالیؒ کی طرف یزید کی تعریف کی نسبت کی گئی ہے۔ یا امام غزالیؒ نے یزید کو نیک، متقی، امیرالمؤمنین سچا مسلمان بتایا ہے؟ اگر حافظ ابن کثیرؒ کو یا مؤرخ ابن خلکان یا کسی اور مؤرخ کو امام غزالیؒ کی یہ بات ملتی تو وہ ضرور نقل کرتے۔ صرف اتنا ہے کہ وہ یزید کے جرائم کے ثبوت میں تردّد ظاہر کرتے ہیں۔ اور لعنت سے احتیاط برتتے اور اسی کا دوسروں کو مشورہ دیتے ہیں، نہ یزید کی حمایت وصفائی بیان کرتے ہیں نہ اُس کی بُرائی بیان کرتے ہیں۔ البتہ یزید کے فسق و فجور کا امام غزالی کو بھی اعتراف ہے۔ اُن کے ساتھی امام الکیاؒ الہراسیؒ یزید پر لعنت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ امام غزالیؒ اور امام کیاؒ دونوں شافعی المذہب و ہمعصر اور ایک ہی استاذ کے شاگرد ہیں۔ لیکن مؤرخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ امام کیاؒ کا مرتبہ بلند اور علمی پایہ امام غزالیؒ سے بڑھا ہوا ہے۔ مطلب ابن خلکان کا یہ ہے کہ امام غزالی کے مقابلہ میں امام کیاؒ کی بات زیادہ قابلِ قبول اور تحقیقی ہے۔

اندھی اور مکھی مار تقلید

محمود عباسی نے ایک کتاب "خلافتِ معاویہ و یزید" لکھی تھی جس میں اس نے یزید کی پُرزور حمایت کی تھی۔ اس نے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ علامہ ابن کثیرؒ نے بھی فقیہ الکیاؒ الہراسیؒ کے استفتے اور امام غزالی کے فتوی کا تذکرہ کرتے ہوئے یزید پر سبّ و شتم کرنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ وہ (یزید) مسلمان

تھے۔ اور یہ ثابت نہیں کہ وہ قتلِ حسینؓ سے راضی تھے۔ (ص۵۵)

بالکل ایسی ہی بات محرم والے مفتی صاحب نے بھی عباسی کی تقلید میں لکھ ڈالی کہ علامہ ابن کثیرؒ اور فلاں فلاں ان سب نے ہی یزید کو بُرا بھلا کہنے سے اور اس کو قتلِ حسینؓ کا مجرم قرار دینے سے منع فرمایا ہے الخ (محرم ص۴۳)

گویا مفتی صاحب نے اپنے پیشوا عباسی کی ماری ہوئی مکھی پر مکھی ماردی۔ اور یہ نہ دیکھا کہ علامہ ابن کثیرؒ یا دوسرے علماء کی رائے وہی ہے جو عباسی جاہل نے لکھی ہے یا اور کچھ ہے۔ ابن کثیرؒ کی تاریخ البدایہ والنہایہ ص۱۷۳/۱۲ کی عبارت میں امام غزالی و امام کیاؒ کا اور ان کے فتووں کا ذکر کرتے ہوئے ابن کثیرؒ نے امام غزالی کی رائے کو ذکر کیا ہے کہ انہوں نے یزید پر سب و شتم و لعنت سے منع کیا ہے۔ اور ابن کثیرؒ نے اس مقام پر اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔ افسوس ہے کہ منع تو امام غزالی کریں اور مفتی جی اس میں ابن کثیرؒ کو بھی شامل فرمادیں۔ واہ واہ سے

چہ خوش گفت است سعدیؒ در زلیخا ٭ اَلَا یَا اَیُّہَا السَّاقِی اَدِرْ کَاسًا وَّنَاوِلْہَا

قاتلِ حسینؓ یزید ہے

ابن کثیرؒ کی رائے اور تحقیق پہلے بیان ہو چکی۔ انہوں نے یزید کو قتل کا مجرم قرار دیا ہے۔

فرمایا ہے: اَنَّہٗ قَتَلَ الْحُسَیْنَ عَلٰی یَدَیْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ زِیَادٍ۔	(کہ یزید نے حضرت حسینؓ کو عبید اللہ ابن زیاد کے ہاتھوں قتل کیا)

اور مقصد قتل کرانیکا اپنے ملک کا دوام اور بلا شرکت غیرے خلافت کا بقا تھا۔ اور یزید کے بارے میں ابن کثیرؒ کی کیا رائے تھی اُس کو مذکورہ عبارت کے آخری کلمات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ پھر دیکھئے ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

فَعَاقَبَہُ اللّٰہُ بِنَقِیْضِ قَصْدِہٖ وَحَالَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ مَا یَشْتَھِیْہِ وَقَصَمَہُ اللّٰہُ قَاصِمُ الْجَبَابِرَۃِ	پھر اللہ نے اس (یزید) کو اس کی مراد کے خلاف سزادی، اور اللہ نے اسکی خواہشِ نفسانی پوری نہ ہونے دی۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

وَاَخَذَہٗ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ الخ	اور اللہ نے اس کی کمر اس طرح توڑ دی۔
(البدایہ ج۸ ص۲۲۱)	جس طرح وہ ظالموں کی کمر توڑ دیا کرتا

ہے۔ اور اس کو اس طرح دھر پکڑا جس طرح قادر مطلق زبر دست کی پکڑ زبردست ہوتی ہے الخ

مفتی صاحب نے خواہ مخواہ جگہ جگہ تاریخی کتابوں کے حوالے لکھ لکھ کر لوگوں کو مرعوب کرنا چاہا ہے۔ لیکن جو لوگ کتاب دیکھنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں، یا سستی کی وجہ سے نہ دیکھ سکتے ہوں ایسے لوگ چاہے مرعوب ہو جائیں اور یہ سمجھ لیں کہ شاید مفتی صاحب نے سوچ سمجھ کر دیانت و صداقت اور ایمانداری کے ساتھ یہ سب لکھا ہوگا۔ لیکن جو لوگ کتاب دیکھنے اور حقیقت تک پہنچنے کے عادی ہیں وہ یقیناً مفتی صاحب کی چال کو سمجھ لیں گے کہ انہوں نے اپنے باطل نظریہ کو رواج دینے کے لئے انصاف و دیانت سے جدا ہو کر یہ سب کچھ کیا ہے ؎

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

(نوٹ) مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ "اسے یعنی یزید کو قتل کا مجرم قرار دینے سے (ابن کثیرؒ وغیرہ نے) منع کیا ہے۔ حالانکہ ابھی اوپر ابن کثیرؒ کی عبارت آپ پڑھ چکے ہیں۔ اور اس سے پہلے اور حضرات ابن تیمیہؒ و امام احمد وغیرہ کے ارشادات آپ کی نظر سے گذر چکے ہیں۔ سب ہی اس کو قتل حسینؓ کا مجرم قرار دیتے ہیں۔ خصوصاً ابن کثیرؒ تو کہتے ہیں کہ یزید نے حضرت حسینؓ کو عبید اللہ ابن زیاد کے ہاتھوں قتل کرایا ہے۔ مفتی جی کی صداقت کا آپ کو قدم قدم پہ ثبوت ملیگا۔ ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

محمد تقی ... (signature)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

امام الفقہار ابوالحسین الکیّا الہراسیؒ الشافعی کا فتویٰ

علی بن محمد ابوالحسین عماد الدین جو الکیّا الہراسیؒ کے لقب سے مشہور ہیں، بہت بڑے فقیہ، ہمعصروں میں فائق اور اپنے زمانے کے شافعی مذہب علمار کے پیشوا اور امام تھے۔ امام کیّا الہراسیؒ اور امام غزالیؒ امام الحرمین کے شاگردوں میں امتیازی شان اور سب سے بلند مقام رکھتے تھے۔

(البدایہ والنہایہ ص ۱۲۷/ج ۱۲)

انہیں الکیّا الہراسیؒ سے یزید کے بارے میں فتویٰ دریافت کیا گیا تو جواب میں انہوں نے یزید کے کھیل کود اور فسق و فجور کا ذکر کیا۔ اور اس پر سب و شتم (بُرا بھلا کہنے) کو جائز قرار دیا۔ (البدایہ ص ۱۷۳/ج ۱۲)

حیٰوۃ الحیوان میں ص ۱۹۵، ۱۹۶/ج ۲ میں ہے کہ کیّا ہراسی فقیہ شافعی سے یزید کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ صحابی ہے یا نہیں۔ اور اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ انہوں نے فرمایا یزید صحابی نہیں۔ بلکہ وہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں پیدا ہوا۔ لیکن سلفِ صالحین امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے اس کے بارے میں دُو دُو قول ہیں۔ تصریح اور تلویح اور ہمارا صرف ایک قول تصریح ہے تلویح نہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ وہ گلدار سے شکار کھیلتا تھا، اور نرد شیر کھیلتا تھا۔ اور شراب کا عادی تھا۔ شراب کے بارے میں اس کے یہ دُو شعر ہیں ؎

اَقُوْلُ لِصَحْبِیْ ضَمَّتْ الْکَاْسُ شَمْلَهُمْ ۔۔۔ وَدَاعِیْ صَبَابَاتِ الْهَوٰی یَتَرَنَّمُ
خُذُوْا بِنَصِیْبٍ مِّنْ نَعِیْمٍ وَّلَذَّةٍ ۔۔۔ فَكُلٌّ وَّاِنْ طَالَ الْمَدٰی یَتَصَرَّمُ

(یعنی میں اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں جن کی جماعت کو دورِ جام نے جمع کردیا ہے، اور محبت کی امنگوں کا داعی ترنم خیز ہے۔ کہ عیش و لذت سے اپنے حصہ کو لے لو اسلئے کہ مدت خواہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو ہر ایک انسان ختم ہو جائیگا)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

امام کیاؒ نے یزید کے بارے میں ایک طویل فصل لکھی جس کی نقل سے ہم نے پہلو تہی کی تھی۔ پھر انہوں نے ورق اُلٹ کر لکھا ہے کہ اگر سفید کاغذ سے میری کوئی مدد کرتا تو میں قلم کی باگ چھوڑ دیتا اور یزید کی رُسوائیوں میں لمبا چوڑا کلام کرتا۔ (حقیقت یزید ص۱۹ تا ۲۱)

مفتی صاحب نے امام غزالیؒ کی رائے کو تو نقل فرمادیا مگر اُن کے ساتھی ہمعصر و ہم سبق، فقیہ و محدث مفتی کیا الہراسیؒ کے فتویٰ کو نظر انداز فرمادیا۔ انصاف تو یہ تھا کہ اُن کے فتوے کا بھی اپنی کتاب میں ذکر فرمادیتے اور یہ بھی ذکر کرتے کہ کس کا فتویٰ قابلِ ترجیح ہے۔ مگر یہ یزید کی حمایت کے خلاف ہوجاتا۔

ترجیح کس کے فتویٰ کو ہے؟

امام غزالی بھی شافعی المذہب عالم ہیں اور امام کیا الہراسی بھی۔ دونوں ہمعصر ہیں، اور ایک ہی استاذ کے شاگرد بھی ہیں۔ اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیرؒ نے یزید کے بارے میں دونوں حضرات کے فتاویٰ ذکر کر کے ترجیح کے لئے مورخ ابن خلکان کا قول مذکور نقل کیا ہے کہ

وَالْکِیَا الْهِرَاسِی کَبِیْرُ الْقَدْرِ مُقَدَّمٌ وَّمُعَظَّمٌ۔ (البدایہ ج۱۲ ص۱۷۲)

امام کیا ہراسیؒ بڑے مرتبہ والے اور باعظمت امام ہیں۔

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ کیا ہراسیؒ محدث، مفتی، مناظر، مدرس، اکابر فضلاء اور سادات فقہاء میں سے ہیں۔ (حوالہ بالا)

الحاصل امام کیا ہراسی، امام غزالی سے بڑھے ہوئے ہیں۔ دونوں کے حالات حافظ ابن کثیرؒ کی البدایہ والنہایہ میں موجود ہیں۔ ان سے دونوں کا موازنہ ہوسکتا ہے۔ اور بخوبی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ دونوں میں سے کس کا فتویٰ راجح و قوی ہے۔ ذیل میں حافظ ابن کثیرؒ کے بیان کے مطابق دونوں کے مختصر حالات پڑھیئے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

امام غزالی رحمہ اللہ

ابو حامد غزالی ۴۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ علم فقہ امام الحرمین سے حاصل کیا۔ وہ علوم کثیرہ میں فائق ہوئے۔ مختلف فنون میں کئی کتابیں لکھیں۔ جن مسائل میں گفتگو کرتے اذکیائے عالم میں شمار ہوتے۔ وہ جوانی ہی میں اکابر میں شمار ہونے لگے تھے۔ وہ ۴۸۴ھ میں مدرسہ نظامیہ بغداد کے مدرس ہو گئے تھے جبکہ اُن کی عمر ۳۴ سال تھی۔ اُن کے درس میں بڑے بڑے علماء آکر مستفید ہوتے تھے۔ اُن کے درس میں حاضر ہونے والے علماء میں سے ابو الخطاب، ابن عقیل بھی ہیں۔ جو حنبلی مسلک کے بڑے عالم ہوئے ہیں۔ یہ لوگ امام غزالی کی فصاحت اور علوم وفنون سے واقفیت ومہارت پر حیرت کرتے تھے۔ امام ابن الجوزیؒ نے کہا کہ امام غزالیؒ کے کلام کو ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ پھر امام غزالیؒ دُنیا بالکل چھوڑ کر عبادت واعمالِ آخرت میں لگ گئے۔ اور کتابت کے ذریعہ روزی کماتے تھے۔ انہوں نے شام کا سفر کیا۔ ایک مدّت دمشق وبیت المقدس میں مقیم رہے۔ اس زمانہ میں احیاء العلوم تصنیف فرمائی، جو عجیب کتاب ہے۔ بہت سے شرعی علوم پر مشتمل ہے۔ تصوّف واعمالِ قلوب کی بھی اس میں عمدہ چیزیں موجود ہیں۔ لیکن اس میں بہت سی حدیثیں غریب، منکر اور موضوع ہیں۔ جیسا کہ اس کے علاوہ اُن کی دوسری مسائل فرعیہ کی کتب میں بھی ایسی احادیث موجود ہیں جن سے احکام حلال وحرام پر استدلال کیا گیا ہے۔ پھر ایسی کتاب کا معاملہ تو اور بھی سہل ہے جس میں ترغیب وترہیب وفضائل ہوں۔ ابن جوزیؒ نے اور ابن الصلاح نے امام غزالیؒ پر بہت ہی تشنیع کی ہے۔ محدّث مازری نے تو احیاء العلوم کو جلا دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ ایسے ہی دوسرے مغربی محدثین نے بھی یہی ارادہ کیا تھا۔ اور انہوں نے یہ کہا کہ یہ کتاب (احیاء علوم الدین) غزالی کے دین کے علوم کو زندہ

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کرنے والی ہے۔ لیکن ہمارے دین کے علوم کا احیاء تو کتاب اللہ و سنّتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہے۔ چنانچہ میں نے کتاب الطبقات، میں امام غزالیؒ کے حالات میں اس کو بیان کیا ہے۔ محدّث ابن شکرؒ نے احیاء العلوم کے بہت سے مقامات کو ضعیف کہا ہے۔ اور اس کی کمزوریوں کو ایک مفید کتاب میں بیان کر دیا ہے۔ امام غزالیؒ خود کہتے تھے کہ حدیث میں میری پونجی اسیح ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اخیر عمر میں حدیث سُننے اور بخاری و مسلم یاد کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ امام ابن جوزیؒ نے بھی احیاء العلوم پر ایک کتاب لکھی ہے، جس میں احیاء العلوم کی غلطیاں بیان کی ہیں۔ اس کا نام "علوم الاحیاء باغالیط الاحیاء" ہے۔ امام جوزیؒ نے بیان کیا ہے کہ ایک وزیر نے نیشاپور جانے کے لئے امام غزالیؒ پر زور دیا تو وہ نیشاپور گئے۔ اور مدرسہ نظامیہ میں کچھ مدت پڑھایا۔ پھر وہ اپنے شہر (طوس) میں آ کر رہے۔ وہاں انہوں نے ایک خانقاہ تیار کی۔ اور ایک عمدہ جگہ حاصل کر کے اس میں باغ لگوایا۔ اور قرآن کی تلاوت و حفظِ احادیث میں مشغول ہو گئے۔ اور اسی حالت میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ

امام الکیاالہراسی رحمہ اللہ

علی بن محمد ابو الحسن الطبری جو الکیاالہراسیؒ کے لقب سے معروف ہیں۔ فقہاءِ کبار میں اور شافعی مسلک کے بڑے علماء میں ہیں۔ امام الحرمین کے شاگرد ہیں۔ وہ اور امام غزالیؒ دونوں اُن کے تلامذہ میں سب سے بڑے تھے۔ دونوں نیشاپور کے مدرسہ نظامیہ میں استاذ تھے۔ یہ ابو الحسین فصیح، بلند آواز اور خوبصورت تھے۔ محدّث، مفتی، مدرس اور بڑے فضلاء اور سادات فقہاء میں سے تھے۔ اُن کی ایک کتاب ہے جس میں امام احمد بن حنبلؒ کا ان مسائل میں رد کیا ہے جن میں وہ اور اماموں سے الگ ہیں۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اس کے علاوہ ان کی اور تصنیفات بھی ہیں۔ ابن خلکان نے کہا کہ وہ حدیث کے حافظ و مناظر تھے۔ اور کبیر القدر و با عظمت امام و پیشوا تھے۔

دونوں میں کون بڑھا ہوا ہے؟

یہ دونوں شافعی ہیں۔ ہم سبق، ہم عمر اور معصر ہیں۔ مگر کیّا الہراسی کا علم وفضل وفقاہت وغیرہ میں ممتاز اور اونچا مقام ہے۔ امام غزالی کی تصنیفات پر بہت مواخذے ہوئے مگر امام کیّا کی کسی بھی تصنیف کے بارے میں یا انکے علم حدیث وفقہ کے بارے میں حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ نے کوئی ایسی بات نہیں لکھی جیسی امام غزالیؒ کے بارے میں لکھی گئی ہے۔ لہٰذا امام غزالیؒ کے مقابلہ میں امام کیّا الہراسیؒ کا فتویٰ زیادہ قابلِ قبول ولائقِ اعتبار ہوگا۔ پھر امام کیّا کا فتویٰ یقین اور صحیح معلومات وتحقیق پر مبنی ہے۔ اور امام غزالیؒ کے قول میں تردد وشک ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ امام غزالیؒ پر تصوّف کا بہت غلبہ تھا۔ اور اہلِ تصوّف پر لوگوں سے حُسنِ ظن کا غلبہ بھی ہوتا ہے۔ وہ جرح قدح کو پسند نہیں کرتے جس کی وجہ سے سب وشتم اور بُرا بھلا کہنے کو نامناسب سمجھتے تھے۔ پھر انہوں نے یزید کو نیک، صالح، بےقصور بھی تو نہیں کہا۔ جس سے محرم والے مفتی جی کا مقصد پورا ہوسکے۔ یزید کی تعریف کسی معتبر، معتدل المزاج عالم، مورخ، محدّث نے نہیں کی۔ اور کوئی کر بھی کیسے سکتا ہے، داغِ کربلا و واقعۂ حرہ کو کون چھپا سکتا ہے۔؟ ہاں بعض لوگوں نے اس پر خاک ڈالدی، بُرا بھلا نہیں کہا۔ نہ اس کو پسند کیا۔ بعض نے اس پر لعنت بھی کی۔ بعض نے سکوت کیا، جیسا جس کا مزاج تھا یا انکی اپنی تحقیق تھی ویسا ہی کیا اور کہا۔ اور ہمارے علمار نے توقف وسکوت کو اسلم قرار دیا۔ اور اس مسئلہ میں زائد کھود کرید کو وقت کا ضائع کرنا سمجھا ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ یزید نہ عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے نہ عمل سے۔ یہی ہم پسند کرتے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ہیں۔ ہم یزید پر لعنت کو پسند کرتے ہیں نہ اس کی تعریف کو۔ بلکہ ہم کسی طرح بھی اسکا ذکر پسند ہی نہیں کرتے۔ سزا و جزا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ حساب کتاب اسی کی بارگاہ میں ہوگا۔ اسلئے یزید اور اس کے پلید کارناموں کو اللہ کے حوالہ کر کے اپنے قیمتی اوقات کو مفید و مقصود کاموں میں لگانا ہی دانشمندی کا کام ہے۔

(نوٹ) جن کو مفتی صاحب نے یزید کا حمایتی قرار دیا ہے اُن میں امام احمد بن حنبلؒ، علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن کثیرؒ اور امام غزالیؒ کی حمایت کا حال تو آپ کو سابق تحریر سے بخوبی معلوم ہو گیا ہے کہ ان میں سے ایک بھی یزید کا حمایتی نہیں مفتی جی کا ان لوگوں پر یہ سراسر بہتان ہے: کہ یہ حضرات یزید کے مداح، خیر خواہ یا حمایتی ہیں۔ یہی حال علامہ مقدسیؒ و ابو الیسرؒ کا بھی ہے۔ ہم زیادہ تفصیل کر کے خواہ مخواہ مختصر کتاب کو طویل نہیں کرنا چاہتے۔ ہاں اتنا مفتی صاحب سے ضرور معلوم کر لیا جائے کہ ساری دنیا کے لاکھوں علماء، ائمہ، محدثین، مورخین، صوفیہ اور مشائخ میں سے یزید کے حمایتی آپ کو صرف یہی چھ سات لوگ ملے تھے۔ اور لوگوں نے یزید کو کیا کہا اور کیا لکھا، وہ آپ نے کیوں ظاہر نہ فرمایا۔

اگر آپ منصف و ایماندار ہوتے تو اور اکابر اُمت کے خیالات سے بھی مسلمانوں کو آگاہ کرتے۔ یا کم از کم انہیں حضرات کے صحیح خیالات ایمانداری سے مسلمانوں کے سامنے رکھتے۔ لیکن ایسا کرتے تو محرم والے مفتی صاحب کا گھروندہ ہی مسمار ہو جاتا۔ ناظرین سمجھ لیجئے کہ دال میں کالا ضرور ہے۔ ورنہ ائمہ اربعہ، صحابہ و تابعین وغیرہ کے اقوال چھوڑ کر صرف یہی چند علماء رہ گئے تھے جن کو آپنے بہتان و افتراء کا نشانہ بنایا ہے۔ افسوس صد افسوس۔

محمد آغا زکی خاں

(۷) علامہ ابوالفضل شہاب الدین، سید محمود آلوسی حنفی مفتی بغداد وصاحب روح المعانی کی تحقیق انیق

حضرت علامہ سید محمود آلوسیؒ م ۱۲۷۰ھ اپنی تفسیر روح المعانی پ ۲۶ سورہ محمد میں آیت فَهَلْ عَسَيْتُمْ الخ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس آیت سے یزید کے اُوپر لعنت کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ (اُس پر وہ پہنچے جس کا وہ مستحق ہے) پھر علامہ برزنجی و علامہ ہیثمی کی کتابوں (الاشاعۃ اور الصواعق) کے حوالہ سے امام احمدؒ کا وہ ارشاد لکھا ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس سے آگے وہ لکھتے ہیں کہ:

امام احمد بن حنبلؒ کا یزید پر لعنت کرنا اس بنیاد پر ہے کہ وہ مُعیّن گنہگار پر اس کی قابلِ لعنت صفت کی بنا پر لعنت کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ کسی معین شخص پر لعنت کرنا جائز نہیں، خواہ وہ فاسق و نافرمان مسلمان ہو یا کافر ذمی ہو۔ پھر وہ زندہ ہو یا مر گیا ہو۔ کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ اُسکا خاتمہ کُفر پر ہوا ہے یا ایمان پر۔ یا آئندہ اُس کا خاتمہ کفر پر ہو گا یا ایمان پر۔ (اسی طرح فاسق میں احتمال ہے کہ اس کا خاتمہ توبہ پر ہو جائے یا ہو گیا ہو) ہاں جس کافر کا خاتمہ یقیناً کفر پر ہوا جیسے ابوجہل (فرعون و قارون، عبداللہ بن اُبی وغیرہ) یا آئندہ یقیناً اُس کا کفر پر خاتمہ ہو گا جیسے شیطان (دجال وغیرہ) تو ایسے مخصوص کافر پر بلا شبہ تعیین کے ساتھ لعنت کرنا جائز ہے۔

(امام احمد کی طرح) شیخ الاسلام سراج بلقینی بھی معین گنہگار پر جوازِ لعنت کے قائل ہیں۔ ان حضرات کی دلیل بخاری و مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بُلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے، اس وجہ سے اُس کا شوہر اس سے ناراض ہو کر رات گذارے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کہ عورت جب اپنے شوہر کا بستر چھوڑ کر رات گذارتی ہے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ اور ان روایات میں یہ احتمال بعید ہے کہ فرشتے خاص طور سے اس عورت پر لعنت نہ کرتے ہوں بلکہ عام الفاظ میں (اس قسم کی عورتوں پر) لعنت کرتے ہوں، جن کے عموم میں یہ عورت بھی آجاتی ہو۔ مثلاً یوں کہتے ہوں کہ "اللہ تعالیٰ اُس عورت پر لعنت کرے جو اپنے شوہر کا بستر چھوڑ کر رات گذارے" گو اُن کے صاحبزادے جلال بلقینیؒ نے اپنے والد کیساتھ اس احتمال کو لیکر بحث کی ہے۔

زواجر میں ہے کہ اگر فاسق معین پر جوازِ لعنت کے سلسلہ میں مسلم شریف کی اس روایت ذیل سے استدلال کیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے گدھے کے پاس سے گذرے جس کے چہرے کو گودا گیا تھا تو آپ نے فرمایا، "لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ فَعَلَ ھٰذَا" (اللہ اُس پر لعنت کرے جس نے یہ حرکت کی) تو یہ استدلال زیادہ ظاہر ہے۔ کیونکہ لفظ ھٰذا شخص معین کی طرف اشارہ کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ اسلئے لفظ ھٰذا کے ذریعہ اشارہ کرنا معین شخص پر لعنت کے جواز کی کھلی دلیل ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس قول پر بلا توقف یزید پر لعنت کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اُس کی خبیث صفات بکثرت تھیں۔ اور اُس نے اپنے مکلّف ہونے کے پورے زمانے میں بیشمار کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا تھا۔ اور اس پر جوازِ لعنت کے لئے وہ مظالم بھی بہت کافی ہیں جو اُس نے اپنے دورِ حکومت میں اہلِ مدینہ واہلِ مکہ پر کیے تھے۔ امامِ طبرانیؒ نے عمدہ سند کے ساتھ روایت ذکر کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

اَللّٰھُمَّ مَنْ ظَلَمَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ وَاَخَافَھُمْ فَاَخِفْہُ وَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَایُقْبَلُ مِنْہُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ۔	اے اللہ جو مدینہ والوں پر ظلم کرے اور اُنکو ڈرائے تو آپ اُسکو خوفزدہ بنا دیجئے۔ اور اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ اسکی نہ کوئی نفل

عبادت قبول ہوگی نہ فرض عبادت۔

اور بڑی زبردست مصیبت تو وہ ہے جو اُس نے اہلِ بیتِ نبیؑ کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا۔ اور حضرت حسینؑ (علیٰ جدہٖ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کی شہادت پر راضی اور خوش ہوا۔ اور اہلِ بیت کی اُس نے توہین کی، جو متواتر المعنی اور یقینی اَمر ہے۔ جس کا ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ اس کی تفصیلات آحاد ہیں۔

حدیث میں موجود ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں (چھ قسم کے لوگوں) پر لعنت کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اُن پر لعنت فرمائی ہے۔ اور (یہ بات یاد رہے کہ) ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔

(۱) کتاب اللہ میں زیادتی اور تحریف کرنے والا (۲) تقدیر کو جھٹلانے والا۔ (۳) زبردستی حاکم بننے والا تاکہ اُن لوگوں کو عزیز بنادے جن کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے۔ اور اُن کو ذلیل کردے جن کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے۔

(۴) میری اولاد کی اُس شئی کو حلال کرنے والا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے (۵) اور حرمِ خداوندی کو حلال کرنے والا (۶) اور میری سنت کا چھوڑنے والا (یزید اخیر کے چار جرائم کا بلاشک مرتکب تھا)

علامہ سید آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے یزید کے کفر کا قطعی فیصلہ کیا ہے اور اُس پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ اُن میں سے حافظ ناصر السنۃ ابن جوزیؒ بھی ہیں۔ اور ان سے پہلے ابو یعلیٰ ہیں۔ اور علامہ تفتازانی تو صاف یہ کہتے ہیں کہ میں یزید کے بارے میں کوئی توقف نہیں کرتا۔ نہ اُسکے ایمان (کے ضائع ہونے) میں تردد کرتا ہوں، اللہ کی لعنت ہو یزید پر۔ اُسکے مددگاروں حمایتیوں اور کارپردازوں پر۔ اور جن لوگوں نے یزید پر لعنت جائز ہونے کی تصریح کی ہے اُن میں سے علامہ جلال الدین سیوطیؒ بھی ہیں۔ ابن الوردی کی تاریخ اور کتاب "الوافی بالوفیات" میں لکھا ہے کہ جب گرفتار شدہ (اہلِ بیت) عراق میں یزید کے پاس لائے گئے، اور یزید نے حضرت علی اصغرؓ و حضرت حسینؓ کے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

بچّوں اور ان کی عورتوں سے ملاقات کی، تو شہیدوں کے سر نیزوں پر لٹکے ہوئے تھے۔ مقام جبرون پر پہنچے تو کوئی کوّا بولا۔ اس پر یزید یہ کہنے لگا ؎

لَمَّا بَدَتْ تِلْكَ الْحُمُوْلُ وَاَشْرَفَتْ — تِلْكَ الرُّءُوْسُ عَلٰى شَفَا جَبْرُوْنٖ

نَعَبَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ قُلْ اَوْلَا تَقُلْ — فَقَدِ اقْتَضَيْتُ مِنَ الرَّسُوْلِ دُيُوْنِیْ

(یعنی جب وہ سواریاں اور شہدار کے سر مقام جبرون کے قریب پہنچے تو کوّا بولنے لگا تو میں نے کہا کہ تو بول یا نہ بول میں نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنے قرضے وصول کرلئے ہیں)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کفّار بنی اُمیہ کو غزوۂ بدر میں قتل کیا تھا۔ مثلاً یزید کے نانا عُتبہ کو، اسکے ماموں (عُتبہ کے بیٹے) کو اور ان کے علاوہ بنی امیہ کے جن لوگوں کو بدر میں قتل کیا گیا تھا میں نے اُن سب کا بدلہ آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لے لیا ہے۔

اور ایسی باتیں کرنا کھلا ہوا کفر ہے۔ جب اس کا صحیح ثبوت موجود ہے تو بتاؤ یزید کے کفر میں کیا شک رہا۔ بالکل ایسی ہی کفری باتیں وہ ہیں جو اُس نے عبداللہ ابن زبعریٰ کے حالتِ کفر کے کہے ہوئے اشعار پڑھے تھے ؎

یَا لَیْتَ اَشْیَاخِی الابیات (جن میں کفری باتیں موجود ہیں)۔

امام غزالیؒ نے (اللہ اُن کو معاف فرمائیں) یزید پر لعنت کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔ اور علامہ سفارینی حنبلیؒ اُس اُوپر ذکر کی ہوئی روایت پر بھی دار و گیر کی ہے، جس کو علامہ برزنجیؒ اور علامہ ہیثمیؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے۔ (یعنی اُن کا یزید پر لعنت کرنا اور فَهَلْ عَسَيْتُمْ الخ کو دلیل بنانا) چنانچہ علامہ سفارینیؒ فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ سے جو بات محفوظ ہے وہ ان دونوں حضرت (برزنجی و ہیثمیؒ) کی نقل کے خلاف ہے۔ حالانکہ فروع میں یہ تصریح موجود ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے بعض نے حجاج کو اسلام سے خارج مانا ہے۔ لیکن ایسے لوگوں پر یزید جیسے ظالم (کے اسلام سے خارج نہ ماننے) کا اعتراض

پڑیگا۔ اور امام احمدؒ نے اس کے خلاف تصریح کی ہے۔ اور اسی پر اصحاب (کا فیصلہ اور ان رائیں) ہیں کہ معین کر کے کسی پر لعنت جائز نہیں ہے۔ ہاں قاضی ابوالحسینؒ، علامہ ابن الجوزیؒ وغیرہ حضرات کا اس میں اختلاف ہے۔ شیخ الاسلام (علامہ ابن تیمیہؒ) نے کہا کہ امام احمدؒ کا ظاہر کلام (کسی کو معین کر کے لعنت کرنے کے بارے میں) کراہت ہی (کا قول ہے) اس کے بعد علامہ سفارینیؒ فرماتے ہیں کہ مختار اور پسندیدہ قول ابن الجوزیؒ، قاضی ابوالحسینؒ اور اُن کے موافقین ہی کا ہے۔ یہاں تک علامہ سفارینیؒ کا کلام ختم ہوا۔

اور ابو بکر ابن العربی مالکی علیہ من اللہ ما یستحق (اس پر اللہ کی طرف سے وہ نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے) نے ایک زبردست جھوٹ بولا چنانچہ انہوں نے یہ بات کہی کہ حسینؓ تو اپنے نانا کی تلوار سے مارے گئے ہیں، اور بعض جاہل لوگ بھی اس سلسلہ میں اُن کے موافق ہیں۔ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ (بھاری ہے وہ بات جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے)

یہ لوگ یزید کو امیر المؤمنین اور حضرت حسینؓ کو باغی اور واجب القتل خیال کرتے تھے۔ (نعوذ باللہ)

ابن الجوزی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "السر المصون" میں فرمایا کہ ان عام اعتقادات میں سے جو ایک ایسی جماعت پر چھا گئے ہیں، جو جماعت خود کو سنت کی طرف منسوب کرتی ہے یہ عقیدہ بھی ہے کہ یزید حق پر تھا، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کے مقابلہ پر خروج کرنے میں (باغی اور) قصور وار تھے۔ اگر یہ لوگ کتب سیرت کا مطالعہ کر لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ یزید کی بیعت کس طرح منعقد ہوئی۔ اور لوگوں نے اپنے اُوپر اُس کی بیعت کو کس طرح لازم کر لیا۔ حالانکہ یزید نے کسی بُرائی اور گستاخی سے احتیاط نہیں کی۔ پھر اگر ہم یزید کی بیعت کے منعقد ہونے کو تسلیم بھی کر لیں تو اس کے بعد میں ایسی نافرمانیاں ظاہر ہوگئی تھیں جو عقدِ بیعت کے فسخ کو واجب کرتی تھیں۔ اور جو باتیں

(اور ابن عربی مالکی کی) کہی گئی ہے۔ ایسی نامعقول بات تو کوئی مذہب سے ناواقف عامی (جاہل) ہی کہہ سکتا ہے۔ وہ بھی اس خیال سے کہ اس سے رافضی چڑیں گے (ممکن ہے کہ "محرم" والے مفتی جی نے بھی اسی لئے یزید کی بیجا تعریف کر کے ابن عربی کا پاٹ ادا کیا ہو۔ اور ان کے زمرہ میں شامل ہوگئے ہوں۔

حاصلِ کلام

الحاصل مضمون مذکور سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یزید کے معاملہ میں لوگوں کا اختلاف رہا ہے۔ (۱) بعض کے نزدیک وہ فاسق تھا، کیونکہ اہلِ بیت پاک کے ساتھ اس کا گستاخانہ اور ظالمانہ رویہ رہا ہے۔ (لیکن اسکے خارج از اسلام نہونے کی وجہ سے اسپر لعنت جائز نہیں۔ (۲) بعض کہتے ہیں کہ وہ فاسق ہے اور اس پر لعنت مکروہ ہے۔ (۳) بعض لوگ (روایاتِ مذکورہ کا سہارا لیکر) کہتے ہیں کہ اس (فاسق) پر لعنت بلا کراہت جائز ہے۔

(یہ تینوں گروہ اس کو نافرمان مسلمان یعنی فاسق مانتے ہیں۔ (۴) بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ کافر و ملعون ہے۔ (۵) بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ (ان نازیبا حرکتوں کے باوجود) فاسق و گنہگار نہیں اور اس پر لعنت بھی جائز نہیں۔ (جیسے ابن العربیؒ اور ان کے مقتدی بعض جہلائے امت (اور موجودہ دور میں محرم والے مفتی صاحب بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں)

علامہ سید آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ:

اس بات کے قائل (پانچویں قسم کے لوگوں) کو یزید کے حامیوں کے حلقہ میں شامل کردینا ہی مناسب ہے۔ آگے علامہ سید آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے یقین کی بنا پر کہتا ہوں کہ اس خبیث کو یقیناً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق (اور حقیقت ایمان و یقین) ہی حاصل نہ تھی۔ اور وہ تمام نالائق حرکتیں جو اس نے حرم مکہ، حرم مدینہ، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کی عترتِ پاک کے ساتھ ان کی حیات میں اور اُن کی وفات (شہادت) کے بعد کی ہیں۔ علاوہ ازیں جو رسوا کن اور بے حیائی کے کاموں کا ارتکاب اُس نے کیا ہے۔ قرآن مقدس کا ورق نجاست میں ڈال دینے سے زیادہ کمزور دلیل یزید کے کفر پر نہیں۔ (حالانکہ نعوذ باللہ اگر کوئی ایسی حرکت کردے تو وہ ان سب لوگوں کے نزدیک کافر ہوجاتا ہے جن کا ذکر ہوا۔ اور یزید کی ناپاک حرکتیں اس سے بھی بڑھکر ہیں۔ تعجب ہے کہ اس کے کفر میں ان لوگوں کو کیوں تامل ہوتا ہے) اور میں سمجھتا ہوں کہ اسکا معاملہ بڑے بڑے مسلمانوں پر پوشیدہ نہ رہا ہوگا۔ لیکن وہ لوگ مغلوب و مقہور تھے (یا فتنہ کی زیادتی سے گھبراتے تھے) اسلئے انہوں نے خاموشی کے ساتھ صبر کیا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اپنا طے شدہ فیصلہ نافذ کردیں۔ اور اگر اُس خبیث کا مسلمان ہونا تسلیم بھی کرلیا جائے تو وہ ایسا مسلمان تھا جس نے ناقابلِ بیان دبے شمار بڑے بڑے گناہوں کو جمع کر رکھا تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ:

علامہ آلوسیؒ کا فیصلہ

میرا فیصلہ تو یہ ہے کہ یزید جیسے کا نام لیکر خاص طور سے اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔ اگرچہ یزید جیسا فاسق ہونا تصوّر میں نہیں آسکتا۔ اور ظاہر بات یہی ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی۔ اور توبہ کا احتمال اُس کے ایمان سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ اور یزید کے ساتھ ابن زیاد و ابن سعد اور اسکے حمایتیوں) کی جماعت بھی شامل ہے۔ آگے علامہ سید آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ:

فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَعَلٰى اَنْصَارِهِمْ وَاَعْوَانِهِمْ وَشِيْعَتِهِمْ وَمَنْ مَّالَ اِلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ مَادَمَعَتْ عَيْنٌ عَلٰى اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنِ۔	اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان سب پر اور ان کے مددگاروں، کارندوں اور انکی پیروی کرنے والوں پر، اور انپر جو انکی طرف مائل ہوں قیامت تک جبتک کوئی آنکھ حضرت حسین

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

(رضی اللہ عنہ) پر آنسو بہانے والی موجود رہے۔ (ظاہر ہے کہ اُن میں محترم والے مفتی جی بھی شامل ہوگئے ہیں) آگے فرماتے ہیں کہ:

اور مجھے اس اپنے زمانہ کے شاعر فاضل عبدالباقی آفندی عمرِ موصلی کا وہ شعر بہت پسند آیا جو انہوں نے اسوقت کہا تھا جب یزید لعین پر لعنت کرنے کے بارے میں اُن سے دریافت کیا گیا تھا ؂

یَزِیْدُ عَلٰی لَعْنِیْ عَرِیْضُ جَنَابِہٖ ∴ فَاغْدُوْا بِہٖ طُوْلَ الْمَدٰی اَلْعَنُ اللَّعْنَا

اور جو شخص اس گمراہ پر کھل کر لعنت کرتے ہوئے قیل و قال کا اندیشہ کرتا ہے وہ یہ الفاظ کہدیا کرے:

لَعَنَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ رَضِیَ بِقَتْلِ الْحُسَیْنِ وَمَنْ اٰذٰی عِتْرَۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَمَنْ غَصَبَہُمْ حَقَّھُمْ۔

اللہ عزوجل کی لعنت ہو جو اُس شخص پر جو قتلِ حسینؓ پر راضی ہوا اور جس نے اہلِ بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناحق ستایا اور جس نے اُن سے انکا حق چھینا۔

ایسا کہنے والا یزید پر بلاشک لعنت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ ان الفاظ کے عموم میں ضرور داخل ہے۔ بلکہ وہ حقیقت میں ان الفاظ کا زیادہ حقدار ہے۔ نیز ان الفاظ کے جائز ہونے میں کسی کو کلام بھی نہیں ہوگا۔ ابن عربی اور اُسکے موافقین کے علاوہ جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے (کہ یہ لوگ یزید پر لعنت کرنے کو جائز نہیں کہتے تھے۔ اور جو قتل حسینؓ سے راضی تھے یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ) یہ ایسی گمراہی ہے جو حق سے کوسوں دُور ہے۔ بلکہ یہ گمراہی یزید کی گمراہی سے بھی بڑھکر ہے۔ (روح المعانی پ ۲۶ سورۃ محمد)

تنبیہ: علامہ سید آلوسیؒ کی تحریر مذکور غور سے بار بار پڑھئے کہ وہ یزید اور اس کے طرفداروں کے لئے کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ اور کیسے کیسے سخت جملے لکھتے ہیں۔ درحقیقت جو اہلِ بیت کی محبت اور صحابہ کرام کی عظمت

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اپنے قلب میں رکھتا ہوگا وہ یقیناً ایسے ہی نظریات رکھتا ہوگا۔ گو وہ مزید احتیاط کی بنا پر سکوت اختیار کرے یا دوسروں کو بھی ناشائستہ کلمات سے محفوظ رکھنے کے لئے منع کرے۔

(۸) حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ صاحب عثمانی مجددی پانی پتیؒ کا فتویٰ

اپنے زمانہ کے مشہور فقیہ، حنفی، مفتی، یکتا محدث، ممتاز مفسر، مشہور تفسیر، تفسیر مظہری اور فقہ کی مشہور و متداول کتاب "مالا بد منہ" کے مصنف، سلسلۂ مجددیہ کے شیخ اعظم اور مؤرخِ اسلام حضرت مولانا قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی "تفسیر مظہری" (سورۂ ابراہیم پ ۱۳) میں لکھتے ہیں کہ ابن مردویہؒ کی روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا اے امیر المؤمنین اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا (جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا) سے کون لوگ مراد ہیں۔ فرمایا: قریش کے وہ دو قبیلے جو سب سے زیادہ بدکار تھے بنی مغیرہ اور بنو امیہ۔ بنی مغیرہ کے شر سے تو غزوۂ بدر میں تمہاری حفاظت ہو چکی (یعنی جنگ بدر میں ان کا زور ٹوٹ گیا ہے) اور بنی امیہ کو ایک زمانہ تک مزے اڑانے کا موقع دیا گیا ہے۔ امام بغویؒ نے بھی حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد اسی طرح نقل کیا ہے۔

(ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا ہے) اسکے بعد قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں بنی امیہ کو حالتِ کفر میں مزے اڑانے کا موقع دیا گیا تھا، یہاں تک کہ ابوسفیانؓ، معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ وغیرہ مسلمان ہو گئے۔ پھر یزید اور اسکے ساتھیوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی، اور اہلِ بیتِ نبی کی دشمنی کا جھنڈا بلند کیا۔ آخر حضرت حسینؓ کو ظلماً شہید کر دیا۔ اور یزید نے تو دینِ محمدی ہی کا انکار کر دیا۔ اور حضرت حسینؓ کی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

شہادت کے بعد اس نے چند اشعار پڑھے تھے۔ جن کا مضمون یہ تھا کہ آج میرے اسلاف ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے آلِ محمد و بنی ہاشم سے اُن کا بدلہ کیسا لیا ہے۔
یزید کے ان اشعار میں آخری شعر یہ تھا ؎

لَسْتُ مِنْ جُنْدُبٍ اِنْ لَمْ اَنْتَقِمْ ٭ مِنْ بَنِیْ اَحْمَدَ مَاکَانَ فَعَلَ

(میں بنی جندب کا نہیں ہوں اگر میں نے احمد کی اولاد سے اسکا انتقام نہ لیا، جو اُنہوں نے (ہمارے بڑوں کے ساتھ بدر میں) کیا تھا۔
علاوہ ازیں یزید نے شراب کو بھی حلال قرار دیدیا تھا۔ اور شراب کی تعریف میں اُس نے اشعار بھی کہے تھے۔ جنکا آخری شعر یہ ہے ؎

فَاِنْ حُرِّمَتْ یَوْمًا عَلٰی دِیْنِ اَحْمَدَ ٭ فَخُذْهَا عَلٰی دِیْنِ الْمَسِیْحِ ابْنِ مَرْیَمَ

(یعنی اگر شراب دینِ احمدؐ (اسلام) میں حرام ہے تو ہونے دو مسیح ابن مریم کے دین (عیسائیت کی رُو سے اس کو (حلال سمجھکر) لے لو۔)
اور حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ یہ بھی یزید کے کفر پر مزید دلیل ہے۔ ۱۲ ن
یزید، اس کے ساتھیوں اور جانشینوں کے یہ مزے ایک ہزار مہینے تک رہے۔ اس کے بعد ان میں سے کوئی نہیں بچا۔ (حوالہ بالا)
قاضی صاحب نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ یزید پر لعنت کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ قاضی ابویعلیٰ نے اپنی کتاب "معتمد الاصول" میں خود اپنی سند سے صالح بن احمد بن حنبلؒ سے روایت کیا ہے۔ حضرت صالحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم حضرت امام احمدؒ سے عرض کیا، لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم یزید سے محبت رکھتے ہیں۔ امام احمدؒ نے ارشاد فرمایا: بیٹا جو شخص اللہ اور اسکے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے وہ یزید سے دوستی و محبت کو کیسے جائز قرار دے سکتا ہے۔ اور اس پر کیوں لعنت نہ کیجائے گی جس پر اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب مجید میں لعنت فرمائی ہے۔ صالح فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا قرآن پاک میں یزید پر لعنت کہاں ہے؟ تو حضرت امام احمدؒ نے یہ آیت پڑھی

فَهَلْ عَسَيْتُمْ الآيۃ (اس آیت اور قصہ کی تفصیل گذر چکی ہے) اور مکتوبات ۲۳ میں ہے غرضیکہ یزید کا کفر معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہے، لہٰذا وہ لعنت کا مستحق ہے۔ اگرچہ لعنت کرنے میں بھی کچھ فائدہ نہیں لیکن "اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ" کا تقاضا یہی ہے۔ (کہ اُس پر لعنت کیجائے) واللہ اعلم

(حقیقت یزید ص ۴۷، ۷۵)

(۹) فتویٰ حضرت علامہ مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ

سوال: یزید کے حق میں کیسا اعتقاد رکھنا چاہیے؟

جواب: بعض کہتے ہیں کہ جب یزید مسلمانوں کے اتفاق سے امیر ہو گیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام پر اُس کی اطاعت واجب ہو گئی۔ اور وہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ باوجود حضرت امام حسین علیہ السلام کی مخالفت کے وہ امیر ہو گیا تو مسلمانوں کا اتفاق ہی کب ہوا؟

ایک جماعت صحابہؓ و اولاد صحابہؓ کی اُس کی اطاعت میں داخل ہی نہیں ہوئی تھی اور جن لوگوں نے اُس کی اطاعت قبول کی تھی اُن میں سے بہتوں نے جب اُسے شرابی اور تارکِ صلوٰۃ اور زانی دیکھا تو مدینہ منورہ میں پلٹ آئے اور بیعت سے پھر گئے۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کا نہ حکم دیا تھا نہ اُس پر راضی تھا، اور قتل کے بعد بھی وہ یا اسکے اہل بیت اس خبر سے خوش نہیں ہوئے غلط ہے: قَالَ الْعَلَّامَۃُ التَّفْتَازَانِی فی شرح العقائد النَّسَفِیَّۃِ وَالْحَقُّ اَنَّ رِضٰی یَزِیْدَ بِقَتْلِ الْحُسَیْنِ وَ اِسْتِبْشَارَہٗ بِذٰلِکَ وَاِھَانَۃُ اَھْلِ بَیْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاہُ وَاِنْ کَانَ تَفَاصِیْلُہٗ اٰحَادًا۔ انتہیٰ۔

(علامہ تفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں: اور حق یہ ہے کہ یزید کا امام حسین علیہ السلام کے قتل اور اس کی بشارت اور اہانت اہل بیت نبی

صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی ہونا ان چیزوں میں سے جن کے معنی متواتر ہیں۔ اگرچہ تفاصیل احاد ہیں) اور بعض کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا قتل گناہِ کبیرہ ہے۔ کفر نہیں ہے اور لعنت کافروں کے لئے مخصوص ہے۔ اور یہ نہیں جانتے کہ کفر تو ایک طرف ہے خود ایذائے رسول کیا بُرا نتیجہ رکھتی ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں اُن پر خدا دُنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ اور اُن کے لئے سخت عذاب مقرر کیا ہے)

اور بعض کہتے ہیں کہ یزید کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں، ممکن ہے کہ اُس نے کفر و معصیت سے توبہ کرلی ہو، اور توبہ کرکے مرا ہو۔ اسی جانب امام غزالیؒ نے احیاءُ العلوم میں میل کیا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ احتمالِ توبہ احتمال ہی احتمال ہے، ورنہ اس بے سعادت نے ایسا بُرا کام کیا ہے جو اس امت میں کسی نے نہ کیا ہوگا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل اور اہانتِ اہلِ بیت کے بعد مدینہ منورہ کے خراب کرنیکو اور اہلِ مدینہ کے مار ڈالنے کے لئے لشکر بھیجا تھا جسکی بدولت تین دن تک مسجد نبوی میں نہ اذان ہو سکی نہ نماز۔ پھر حرم اور مکہ پر اس نے لشکر کشی کی۔ اور اسی جنگ کی بدولت آخر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حرم کے اندر شہید ہوئے۔ اور یزید ایسے ہی مشاغل میں مشغول تھا کہ مرگیا۔ اس کے بیٹے معاویہ نے منبر پر کھڑے ہوکر اپنے باپ کی بُرائیاں بیان کیں۔ وَاللّٰہُ اَعلم بما فی الضمائر۔ اور بعض لوگ بے باکانہ اس پر لعنت کرنے کو جائز جانتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے یزید پر لعنت کی ہے۔ اور ابن جوزیؒ نے اپنی کتاب میں سلف سے اس پر لعنت کرنے کو نقل کیا ہے۔ اور علامہ تفتازانیؒ نے اس پر اور اسکے ساتھیوں پر لعنت کی ہے۔ اور بعض بالکل خاموش رہے ہیں۔ نہ اُسے اچھا کہتے ہیں نہ بُرا۔ سب سے اچھا مسلک یہ ہے کہ

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اس شقی کو ترحم و مغفرت سے یاد نہ کرے۔ اور لعنت جو کافروں کے لئے مخصوص ہے اس سے بھی اپنی زبان کو آلودہ نہ کرے۔ کیونکہ باوجود کفر کے شیطان پر بھی لعنت نہ کرنا بُرا نہیں ہے۔ صاحب قصیدہ امالیہ فرماتے ہیں ؎

وَلَمْ یَلْعَنْ یَزِیْدًا بَعْدَ مَوْتِہٖ ∴ سِوَی الْمِکْثَارِ فِی الْاِغْرَاءِ غَالِیْ

(یزید پر اس کے مرنے کے بعد تعزیت میں زیادتی و غلو کرنے والے کے سوا کوئی لعنت نہیں کرتا) واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات
محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی
(مجموعۃ الفتاوی ص ۹۵، ۹۶، ۹۷، ج۱)

---

(۱۰) فقیہ الامت قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا فتویٰ

سوال: یزید کافر ہے یا فاسق؟

جواب: کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں۔ یزید مومن تھا بسبب قتل کے فاسق ہوا۔ کفر کا حال دریافت نہیں۔ کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدۂ قلب پر موقوف ہے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ

سوال: یزید کہ جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا وہ قابلِ لعن ہے یا نہیں (آگے طویل سوال ہے)؟

جواب: اس قدر تطویل سوال میں بے فائدہ ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جب کوئی کسی پر لعنت کرتا ہے۔ اگر وہ شخص قابل لعن کا ہے تو لعن اس پر پڑتی ہے۔ ورنہ لعنت کرنے والے پر رجوع کرتی ہے۔ پس جبتک کسی کا کفر پر مرنا محقق نہ ہوجائے اُس پر لعنت کرنا نہیں چاہیئے۔ کہ اپنے اُوپر عودِ لعنت کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہرچند موجب لعن کے ہیں مگر جس کو

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

محقق اخبار سے اور قرائن سے معلوم ہوگیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی اور خوش تھا اور ان کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مرگیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں۔ اور مسئلہ یونہی ہے۔ اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اوّل میں وہ مؤمن تھا اس کے بعد ان افعال کا وہ مستحل (حلال سمجھنے والا) تھا یا نہ تھا، اور ثابت ہوا یا نہ ہوا۔ تحقیق نہیں ہوا پس بدون تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں۔ لہٰذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیث منع لعنِ مسلم کے لعن سے منع کرتے ہیں۔ اور یہ مسئلہ بھی حق ہے۔ پس جوازِ لعن و عدمِ جواز کا مدار تاریخ پر ہے۔ اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے۔ کیونکہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب۔ محض مباح ہے۔ اور جو وہ محل نہیں تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد عفی عنہ

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۸، ۳۹)

بعض ائمہ نے جو یزید کی نسبت کفر سے کفِ لسان (سکوت) کیا ہے وہ احتیاط ہے۔ کیونکہ قتلِ حسینؓ کو حلال جاننا کفر ہے۔ مگر یہ امر کہ یزید قتل کو حلال جانتا تھا محقق نہیں۔ لہٰذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے۔ مگر فاسق بیشک تھا۔ علیٰ ہٰذا دیگر قتلۂ حسینؓ (حسین کو قتل کرنے والوں) کا حال ہے۔ اور جس شخص کو تحقیق ہوگیا ہے کہ اس نے اس فعل کو برا جان کر کیا اور توبہ نہیں کی وہ کافر نہیں کہتے احتیاطاً۔ مگر فاسق پر لعن کو جائز کہتے ہیں۔ سو یہ مسئلہ تاریخ دانی سے تعلق رکھتا ہے۔ مسئلہ میں سب کو اتفاق ہے۔

فقط والسلام

۲۲ محرم جمعہ رشید احمد عفی عنہ

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

(۱۱) خلاصہ فتویٰ عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم دار العلوم دیوبند نور اللہ مرقدہٗ

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یزید کو کافر نہ کہنا اور اس پر لعنت نہ کرنا ہے۔ اگرچہ اس کے ظلم و ستم اور فسق و فجور میں کوئی کلام نہیں ہے۔ لیکن یہ چیزیں موجب کفر و ارتداد نہیں ہیں۔ اور اگر ہوں بھی تو جب تک پورا یقین نہ ہو جائے کافر نہیں کہنا چاہئے۔ اور صحیح بات وہ ہے جو ابن الحاج نے کہی ہے۔ جس کو شرح فقہ اکبر میں بھی ان سے نقل کیا ہے۔ وہ یہ کہ اسکے معاملہ کو اللہ کے حوالہ کر کے توقف اور سکوت کرنا چاہئے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۸ ص ۱۶۷ عزیز الفتاویٰ)

(۱۲) خاتم المحققین حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم دیوبند کا خیال سامی

چوں ایں مقدمات شانزدہ گانہ تمہید اعتراض شیعاں خود پاش پاش شد و لطور سنیاں در شہادت جگر گوشہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم امام الشہدا حضرت حسین رضی اللہ عنہ وعن اولادہ جائے انگشت نہادن نماند و ہمچنیں ولی عہد کردن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید را خدشہ موجب انکار نہ بر آمد۔ اول از ولیعہدی یزید بحث میکنم بعد ازاں

(شیعوں کے اعتراضات کے جواب میں فرماتے ہیں) ان سولہ مقدمات کے بیان سے شیعوں کے تمام اعتراضات کے ٹکڑے اڑ گئے۔ اور سنیوں کے مسلک پر رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ امام الشہدا حضرت حسین رضی اللہ عنہ وعن اولادہ کی شہادت میں انگلی رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ اور اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یزید پلید کو ولی عہد بنانے میں کوئی

درشہادت حضرت سید الشہداء علیہ
وعلی آبائہ السلام حرف میسر نمی
تاوقتیکہ امیر معاویہؓ یزید پلید را
ولیعہد خود کردند فاسق معلن نبود۔
واگر چیزے کردہ باشد درپردہ کردہ باشد
کہ حضرت امیر معاویہؓ را ازاں خبر نبود
وعلاوہ بریں حسن تدبیر در جہاد
آنچہ کہ ازو مشہور شد مشہور است
(ودر آخر مکتوب است) ہاں پس
از انتقال، یزید پائے خود را از شکم
آورد ودل بکام دوست بجام سپرد
واعلان فسق نمود وترک صلوٰۃ داد
بحکم بعضے مقدمات سابقہ قابل عزل
گردید وایں قسم تحویل احوال گفتہ
آمدہ ام ممکن است محال نیست
(از مکتوب نہم از قاسم العلوم
مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۳، ۱۴)

خدشہ جو موجب اذیت ہو نہیں نکلتا۔
پہلے میں یزید کی ولیعہدی سے بحث
کرتا ہوں، اسکے بعد حضرت سید
الشہداء علیہ وعلی آبائہ السلام کے
بارے میں گفتگو کرونگا، جبتک
کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
نے یزید پلید کو اپنا ولیعہد بنایا
اسوقت تک یزید کھلم کھلا فاسق
نہ تھا اور اگر اس نے کچھ نافرمانی
کی ہوگی تو اس طرح چھپ کر کہ حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اسکی خبر
نہ ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں اسکی جنگی
مہارت جو مشہور تھی سب کو معلوم
ہے (اس مکتوب کے آخر میں تحریر
فرماتے ہیں) کہ حضرت امیر معاویہؓ
کے انتقال کے بعد یزید نے اپنے پیر
پیٹ سے باہر نکال دیئے۔ آوارہ گردی
میں پڑ گیا، اور شراب وکباب میں
مبتلا ہو کر فسق کا اظہار کردیا، نماز چھوڑ دی اور بیان کیے ہوئے مقدمات کی رُو سے وہ معزول کردینے کے قابل ہوگیا۔ اور میں نے جو بیان کیا حالات میں ایسی تبدیلی ممکن ہے ناممکن نہیں۔

اس مذکورہ عبارت میں مولانا نانوتوی نے (۱) یزید کو پلید اور فاسق مُعلن فرمایا ہے۔ اور حضرت حسینؓ کو امام الشہداء اور سید الشہداء نیز

علیہ وعلیٰ آبائہ السّلام ان کے نام کے ساتھ لگایا ہے۔ محرم والے مفتی جی دیوبندی عقیدہ رکھتے ہیں۔ دیوبندیوں کے مدرسہ میں مفتی و مدرس ہیں۔ اور وہ دیوبندیوں کے امام بانیِ دارالعلوم اور مفتیانِ دیوبند کی مخالفت کرتے ہوئے یزید کو نیک، صالح، متقی، پرہیز گار لکھتے ہیں۔ اور امام الشہداء و سیّدالشہداء کے القاب حضرت حسینؓ کے نام کے ساتھ لگانیکو حدیث کے خلاف کہتے ہیں۔ اور اُن کے نام کے ساتھ امام اور علیہ السّلام کو ناجائز بلکہ ختم نبوت کے عقیدہ کو مسمار کرنا اور کفر کہتے ہیں۔ اب ناظرین کرام خود ہی غور فرمالیں کہ دیوبندی مفتی نے امام دیوبند اور اُن کے ساتھ تمام وابستگانِ دیوبند کو کافر کہا ہے عـــہ

ہمیں یہاں صرف یہ بیان کرنا ہے کہ حجۃ الاسلام نوراللہ مرقدہٗ یزید کو پلید اور فاسق فرماتے ہیں۔ اور یہی رائے جمہور علمائے امّت کی بھی ہے۔ یزید کے فسق و فجور کا امام غزالیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ وغیرہ (جنکو مفتی صاحب نے اپنے چہیتے یزید کا حمایتی بتایا ہے) بھی انکار نہیں کرتے۔ بلکہ تمام معتبر علماء یزید کے فسق و فجور پر متفق ہیں۔ صرف لعنت کرنے نہ کرنے کے بارے میں مختلف ہیں۔ جیسا کہ تحریرِ سابق سے معلوم ہو چکا ہے۔

(۱۳) مجدد الملت حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کا فتویٰ

سوال: یزید کو لعنت بھیجنا چاہئے یا نہیں؟ اگر بھیجنا چاہئے تو کس وجہ سے، اور اگر نہ بھیجنا چاہئے تو کس وجہ سے؟ بینوا و توجروا۔

عـــہ اسکے باوجود بے غیرت اہلِ سیاست نے اُن کو خاص مدرسہ دیوبند دارالعلوم میں مسندِ افتاء پر بٹھا دیا ہے ۱۲ ن

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

الجواب: یزید کے باب میں علماء قدیماً وحدیثاً مختلف رہے ہیں۔ بعض نے تو اس کو مغفور کہا ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ جَیْشٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّہُمْ (مختصراً من الحدیث الطویل بروایۃ ام حرام) قال القسطلانی اوّل من غزا مدینۃ قیصر یزید بن معاویۃ ومعہ جماعۃ من سادات الصحابۃ کابن عمر وابن عباس وابن زبیر وابی ایوب الانصاری وتوفی بہا ابو ایوب سنۃ اثنتین و خمسین من الھجرۃ اھ قالہ فی الخیر الجاری وفی الفتح قال المہلب فی ھٰذا الحدیث منقبۃ لمعاویۃ لانہ اوّل من غزا البحر ومنقبۃ لولدہ لانہ اوّل من غزا مدینۃ قیصر۔ انتہی۔

اور بعضوں نے اس کو ملعون کہا ہے:

لقولہ تعالیٰ فَہَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَکُمْ ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فَاَصَمَّہُمْ وَ اَعْمٰٓی اَبْصَارَہُمْ الآیۃ فی التفسیر المظہری قال ابن الجوزی انہ روی القاضی ابویعلٰی فی کتابہ معتمد الاصول بسندہ عن صالح ابن احمد بن حنبل انہ قال قلت لابی یا ابت یزعم الناس انک تحب یزید بن معاویۃ فقال یا بنی ھل یسع لمن یؤمن باللہ ان یحب یزید، ولم لا یلعن رجل لعنہ اللہ فی کتابہ قلت یا ابت این لعن اللہ یزید فی کتابہ قال حیث قال فہل عسیتم الآیۃ۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ چونکہ معنی لعنت کے ہیں خدا کی رحمت سے دور ہونا۔ اور یہ ایک امر غیبی ہے جب تک شارع بیان نہ فرما دے۔ کہ فلاں قسم کے لوگ یا فلاں شخص خدا کی رحمت سے دور ہے، کیونکر معلوم ہو سکتا ہے۔ اور تتبع کلام شارع سے معلوم ہوا کہ نوع ظالمین وقاتلین

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

مسلم پر تو لعنت وارد ہوئی ہے۔ کما قال تعالیٰ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ وقال وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۔ پس اسکی تو ہم کو بھی اجازت ہے۔ اور یہ علم اللہ کو ہے کہ کون اس نوع میں داخل ہے اور کون خارج۔ اور خاص یزید کے باب میں کوئی اجازت منصوصہ ہی نہیں۔ پس بلا دلیل اگر دعویٰ کریں کہ وہ خدا کی رحمت سے دور ہے اس میں خطر عظیم ہے۔ البتہ اگر نص ہوتی تو مثل فرعون و ہامان و قارون وغیرہم کے لعنت جائز ہوتی وَاِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ۔ اگر کوئی کہے کہ جیسے کسی شخص معین کا ملعون ہونا معلوم نہیں کسی خاص شخص کا مرحوم ہونا بھی تو معلوم نہیں۔ پس صلحاء مظلومین کے واسطے رحمۃ اللہ علیہ کہنا کیسے جائز ہوگا۔ کہ یہ بھی اخبار عن الغیب بلا دلیل ہے۔ جواب یہ ہے کہ رحمۃ اللہ علیہ سے اخبار مقصود نہیں۔ بلکہ دعاء مقصود ہے۔ اور دعاء کا مسلمانوں کے لئے حکم ہے۔ اور لعن اللہ علیہ میں یہ نہیں کہہ سکتے۔ اس واسطے کہ وہ بددعاء ہے اور اس کی اجازت نہیں۔ فافہم

اور آیات مذکورہ میں نوع مفسدین و قاطعین پر لعنت آئی ہے۔ اس سے لعن یزید پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ نے جو استدلال فرمایا ہے اس میں تاویل کی جائیگی یعنی اِنْ کَانَ مِنْهُمْ۔ یا مثل اس کے لِحُسْنِ الظَّنِّ بِالْمُجْتَهِدِ۔ البتہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قاتل و آمر و راضی بقتل حسین علیہ السلام پر لعنت اور وہ لعنت بھی مطلقاً نہیں بلکہ اس قید کے ساتھ یعنی اگر بلا توبہ مرا ہو۔ اسلئے کہ ممکن ہے کہ ان سب لوگوں کا قصور قیامت میں معاف ہو جائے۔ کیونکہ اُن لوگوں نے کچھ حقوق اللہ تعالیٰ کے ضائع کئے۔ اور کچھ حقوق ان بندگانِ مقبول کے۔ اللہ تعالیٰ تو تواب و رحیم ہے ہی۔ یہ لوگ بھی بڑے اہلِ ہمت اور اُولوا العزم تھے۔ کیا عجب کہ بالکل معاف کر دیں۔ بقول مشہور۔ ع ”صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم“

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

پس جب یہ احتمال قائم ہے تو ایک خطر عظیم میں پڑنا کیا ضرور۔ اسی طرح یقیناً اُس کو مغفور کہنا بھی سخت زیادتی ہے۔ کیونکہ اس میں بھی کوئی نص صریح نہیں۔ رہا استدلال حدیث مذکور سے وہ بالکل ضعیف ہے۔ کیونکہ وہ مشروط ہے شرط وفات علی الایمان کے ساتھ۔ اور وہ امر مجہول ہے۔ چنانچہ قسطلانی میں بعد نقل قول المہلبؒ کے لکھا ہے: وتعقبه ابن التين وابن المنير بما حاصله انه لا يلزم من دخوله فى ذلك العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذ لا يختلف اهل العلم فى ان قوله عليه السلام مغفور لهم مشروط بان يكونوا من اهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذلك لم يدخل فى ذلك العموم اتفاقاً فدل على ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم۔ (حاشیہ بخاری جلد اول مطبوعہ احمدی ص ۴۱۰)

پس توسط اس میں یہ ہے کہ اس کے حال کو مفوض بعلم الٰہی کرے، اور خود اپنی زبان سے کچھ نہ کہے لان فيه خطراً اگر کوئی اس کی نسبت کچھ کہے تو اس سے کچھ تعرض نہ کرے۔ لان فيه نصراً۔ اسی واسطے خلاصہ میں لکھا ہے انه لا ينبغى اللعن عليه ولا على الحجاج لان النبى عليه السلام نهى عن لعن المصلين ومن كان من اهل القبلة وما نقل عن النبى عليه السلام من اللعن لبعض من اهل القبلة فلما انه يعلم عن احوال الناس مالا يعلمه غيره۔ اور احیاء العلوم جلد ثالث باب آفة اللسان آفت ثامنہ میں لعنت کی خوب تحقیق لکھی ہے، خوف تطویل کی وجہ سے عبارت نقل نہیں کی گئی، من شاء فليراجع اليه۔ اللهم ارحمنا ومن مات ومن يموت على الايمان واحفظنا من آفات القلب واللسان يا رحيم يا رحمن۔

(امداد الفتاویٰ ص ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴ ج ۵)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

علیہ وعلیٰ آبائہ السلام ان کے نام کے ساتھ لگایا ہے۔ محرم والے مفتی جی دیوبندی عقیدہ رکھتے ہیں۔ دیوبندیوں کے مدرسہ میں مفتی و مدرس ہیں۔ اور دیوبندیوں کے امام بانی دارالعلوم اور مفتیانِ دیوبند کی مخالفت کرتے ہوئے یزید کو نیک، صالح، متقی، پرہیزگار لکھتے ہیں۔ اور امام الشہدار و سیدالشہدار کے القاب حضرت حسینؓ کے نام کے ساتھ لگانیکو حدیث کے خلاف کہتے ہیں۔ اور اُن کے نام کے ساتھ امام اور علیہ السلام کو ناجائز بلکہ ختم نبوت کے عقیدہ کو مسمار کرنا اور کفر کہتے ہیں۔ اب ناظرین کرام خود ہی غور فرمالیں کہ دیوبندی مفتی نے امام دیوبند اور اُن کے ساتھ تمام وابستگانِ دیوبند کو کافر کہا ہے ؎

ہمیں یہاں صرف یہ بیان کرنا ہے کہ حجۃ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ یزید کو پلید اور فاسق فرماتے ہیں۔ اور یہی رائے جمہور علمائے امت کی بھی ہے۔ یزید کے فسق و فجور کا امام غزالیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ وغیرہ (جنکو مفتی صاحب نے اپنے چہیتے یزید کا حامی بتایا ہے) بھی انکار نہیں کرتے۔ بلکہ تمام معتبر علماء یزید کے فسق و فجور پر متفق ہیں۔ صرف لعنت کرنے نہ کرنے کے بارے میں مختلف ہیں۔ جیسا کہ تحریرِ سابق سے معلوم ہو چکا ہے۔

(۱۳) مجدد الملت حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا فتویٰ

سوال: یزید کو لعنت بھیجنا چاہئے یا نہیں؟ اگر بھیجنا چاہئے تو کس وجہ سے، اور اگر نہ بھیجنا چاہئے تو کس وجہ سے؟ بینوا و توجروا۔

؎ اسکے باوجود بے غیرت اہلِ سیاست نے اُن کو خاص مدرسہ دیوبند دارالعلوم میں مسندِ افتاء پر بٹھا دیا ہے۔ ۱۲ ان

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

الجواب: یزید کے باب میں علماء قدیماً وحدیثاً مختلف رہے ہیں۔ بعض نے تو اس کو مغفور کہا ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم (مختصرًا من الحدیث الطویل بروایۃ ام حرام)! قال القسطلانی اول من غزا مدینۃ قیصر یزید بن معاویۃ ومعہ جماعۃ من سادات الصحابۃ کابن عمر وابن عباس وابن زبیر وابی ایوب الانصاری وتوفی بہا ابو ایوب سنۃ اثنتین و خمسین من الھجرۃ اھ قالہ فی الخیر الجاری وفی الفتح قال المہلب فی ھذا الحدیث منقبۃ لمعاویۃ لانہ اول من غزا البحر ومنقبۃ لولدہ لانہ اول من غزا مدینۃ قیصر۔ انتہی۔

اور بعضوں نے اس کو ملعون کہا ہے:

لقولہ تعالیٰ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ الآیۃ فی التفسیر المظہری قال ابن الجوزی انہ روی القاضی ابو یعلی فی کتابہ معتمد الاصول بسندہ عن صالح ابن احمد بن حنبل انہ قال قلت لابی یا ابت یزعم الناس انک تحب یزید بن معاویۃ فقال یا بنی ھل یسع لمن یؤمن باللہ ان یحب یزید، ولم لا یلعن رجل لعنہ اللہ فی کتابہ قلت یا ابت این لعن اللہ یزید فی کتابہ قال حیث قال فھل عسیتم الآیۃ۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ چونکہ معنی لعنت کے ہیں خدا کی رحمت سے دور ہونا۔ اور یہ ایک امر غیبی ہے جب تک شارع بیان نہ فرمادے کہ فلاں قسم کے لوگ یا فلاں شخص خدا کی رحمت سے دور ہے، کیونکر معلوم ہو سکتا ہے۔ اور تتبع کلام شارع سے معلوم ہوا کہ نوع ظالمین و قاتلین

مسلم پر تو لعنت وارد ہوئی ہے۔ کما قال تعالیٰ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔
وقال وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۤؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَ
غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۔ پس اسکی تو ہم کو بھی
اجازت ہے۔ اور یہ علم اللہ کو ہے کہ کون اس نوع میں داخل ہے اور کون خارج۔
اور خاص یزید کے باب میں کوئی اجازت منصوص ہی نہیں۔ پس بلا دلیل
اگر دعویٰ کریں کہ وہ خدا کی رحمت سے دور ہے اس میں خطر عظیم ہے۔ البتہ
اگر نص ہوتی تو مثل فرعون وہامان وقارون وغیرہم کے لعنت جائز ہوتی
وَاِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ۔ اگر کوئی کہے کہ جیسے کسی شخص معین کا ملعون ہونا معلوم
نہیں، کسی خاص شخص کا مرحوم ہونا بھی تو معلوم نہیں۔ پس صلحاء مظلومین
کے واسطے رحمۃ اللہ علیہ کہنا کیسے جائز ہوگا۔ کہ یہ بھی اخبار عن الغیب بلا دلیل ہے۔
جواب یہ ہے کہ رحمۃ اللہ علیہ سے اخبار مقصود نہیں۔ بلکہ دعاء مقصود ہے۔
اور دعاء کا مسلمانوں کے لئے حکم ہے۔ اور لعن اللہ علیہ میں یہ نہیں کہہ سکتے۔
اس واسطے کہ وہ بددعاء ہے اور اس کی اجازت نہیں۔ فافہم
اور آیات مذکورہ میں نوعِ مفسدین وقاطعین پر لعنت آئی ہے۔ اس سے
لعن یزید پر کیسے استدلال ہوسکتا ہے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ نے جو استدلال
فرمایا ہے اس میں تاویل کی جائیگی یعنی اِنْ كَانَ مِنْهُمْ۔ یا مثل اس کے
بحسن الظن بالمجتہد۔ البتہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قاتل وآمر وراضی بقتل
حسین علیہ السلام پر لعنت اور وہ لعنت بھی مطلقاً نہیں بلکہ اس قید کے ساتھ
یعنی اگر بلا توبہ مرا ہو۔ اسلئے کہ ممکن ہے کہ ان سب لوگوں کا قصور قیامت
میں معاف ہوجائے۔ کیونکہ ان لوگوں نے کچھ حقوق اللہ تعالیٰ کے ضائع کئے۔
اور کچھ حقوق ان بندگانِ مقبول کے۔ اللہ تعالیٰ تو تواب ورحیم ہے ہی۔
یہ لوگ بھی بڑے اہلِ ہمت اور اُولو العزم تھے۔ کیا عجب کہ بالکل معاف
کردیں۔ بقول مشہور۔ ع «صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم»

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

پس جب یہ احتمال قائم ہے تو ایک خطرِ عظیم میں پڑنا کیا ضرور۔ اسی طرح یقیناً اس کو مغفور کہنا بھی سخت زیادتی ہے۔ کیونکہ اس میں بھی کوئی نص صریح نہیں۔ رہا استدلال حدیث مذکور سے وہ بالکل ضعیف ہے۔ کیونکہ وہ مشروط ہے شرطِ وفات علی الایمان کے ساتھ۔ اور وہ امر مجہول ہے۔ چنانچہ قسطلانی میں بعد نقل قول المہلبؒ کے لکھا ہے: وتعقبه ابن التين وابن المنير بما حاصله انه لا يلزم من دخوله فى ذلك العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذ لا يختلف اهل العلم فى ان قوله عليه السلام مغفور لهم مشروط بان يكونوا من اهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذلك لم يدخل فى ذلك العموم اتفاقاً فدل على ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم۔ (حاشیہ بخاری جلد اول مطبوعہ احمدی ص ۴۱۰)

پس توسط اس میں یہ ہے کہ اس کے حال کو مفوض بعلمِ الٰہی کرے، اور خود اپنی زبان سے کچھ نہ کہے لان فيه خطرا اگر کوئی اس کی نسبت کچھ کہے تو اس سے کچھ تعرض نہ کرے۔ لان فيه نصرا۔ اسی واسطے خلاصہ میں لکھا ہے انه لا ينبغى اللعن عليه ولا على الحجاج لان النبى عليه السلام نهى عن لعن المصلين ومن كان من اهل القبلة وما نقل عن النبى عليه السلام من اللعن لبعض من اهل القبلة فلما انه يعلم عن احوال الناس ما لا يعلمه غيره۔ اور احیاء العلوم جلد ثالث باب آفة اللسان آفت ثامنہ میں لعنت کی خوب تحقیق لکھی ہے، خوفِ تطویل کی وجہ سے عبارت نقل نہیں کی گئی، من شاء فليراجع اليه۔ اللهم ارحمنا ومن مات ومن يموت على الايمان واحفظنا من آفات القلب واللسان يا رحيم يا رحمن۔

(امداد الفتاویٰ ص ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴ ج ۵)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

حضرت تھانویؒ ایک طویل سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہؓ نے جائز سمجھا۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے ناجائز سمجھا۔ اور گو اکراہ میں انقیاد جائز تھا مگر واجب نہ تھا۔ اور متمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے۔ اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادت غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ پس ہم اسی بنائے مظلومیت پر ان کو شہید مانیں گے۔ باقی یزید کو اس کے قتال میں اس لئے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کراتا تھا۔ خصوصاً جبکہ حضرت امام اخیر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو تو عداوت ہی تھی، چنانچہ امام حسنؓ کے قتل کی بنا بھی یہی تھی۔ اور متسلط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسلط ہونا کب جائز ہے۔ خصوص نااہل کو۔ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہوجاتا۔ پھر اہل حل و عقد کسی اہل کو خلیفہ بناتے۔ (انتہیٰ)

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(امداد الفتاویٰ ص ۴۱۴ ج ۴)

معلوم ہوا کہ حضرت تھانویؒ کے نزدیک بھی یزید فاسق، فاجر، نااہل اور عدوِ اہل بیت تھا۔ نیز اس پر لعنت کرنے سے منع فرمایا۔ نیز اگر اس پر کوئی لعنت کرے تو لعنت کرنے والے کو لعنت کرنے سے منع کرنے والے کو بھی منع کرنے سے روکا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خلافت کا اہل نہ تھا۔ زبردستی خلیفہ بنا ہوا تھا۔ اس کو معزول ہوجانا ضروری تھا۔ اس کی خلافت ناجائز تھی۔ علاوہ ازیں حضرت حسینؓ کو شہید، امام اور علیہ السلام لکھا ہے۔ نیز یزید کو مغفور لہم میں داخل ماننے کو سخت زیادتی بتایا ہے۔ حضرت کے جامع اور متوسط و معتدل فتویٰ کو دیکھئے یہی علمائے دیوبند کا مسلک ہے۔ بتائیے کہ کیا مفتی جی محرم والے مولانا تھانویؒ سے بھی آگے بڑھ گئے۔ کیا ان کے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اکابر مولانا نانوتویؒ، مولانا گنگوہیؒ اور مولانا تھانویؒ وغیرہ بھی ان کی نظر میں غیر محقق و بے علم تھے، اور عقیدۂ ختم نبوت کو مسمار کرنے والے تھے؟

قطب العالم شیخ العرب والعجم محدّث اعظم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب
نور اللہ مرقدہٗ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور و مہاجر مدنی کا
ارشاد گرامی

یزید کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ بہت سے علماء نے اس سلسلہ میں بڑی بحثیں کی ہیں اور اس پر لعنت کے جواز و عدم جواز کے بارے میں تفصیل سے کلام کیا ہے۔ لیکن حضرت گنگوہیؒ نے اقوال و روایات کے اختلاف و تعارض کی وجہ سے اس مسئلہ کی بحث میں نہ پڑنے اور سکوت اختیار کرنے کو احتیاط قرار دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے فتاوٰی میں ذکر اختلاف کے بعد یہی لکھا ہے کہ توقف و سکوت احوط ہے۔ مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی نے بھی اپنے فتاوٰی میں مسایرہ و شرح مسامرہ سے اختلاف نقل کر کے لکھا ہے کہ طریقۂ ثابتہ قدیمہ (اور محتاط مسلک) یزید کے معاملہ کو اللہ کے حوالہ کر کے سکوت کرنا ہے۔ شرح عقائد میں ہے کہ یزید کے مسئلہ میں علماء کا بہت اختلاف ہے۔ اس بحث کے اخیر میں خلاصہ وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یزید پر لعنت مناسب نہیں۔ نہ حجاج پر۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں اور اہلِ قبلہ پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لیکن بعض علماء نے اس پر لعنت کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس نے جب قتلِ حسینؓ کا حکم دیا تھا تو وہ کافر ہو گیا تھا۔ اور حق یہ ہے کہ قتلِ حسینؓ پر اس کی رضا اور خبرِ قتل پر خوش ہونا اور اہلِ بیت کی توہین کرنا یہ چیزیں متواتر المعنیٰ ہیں۔ گو انکی تفصیلات آحاد ہیں۔ لہٰذا ہم توقف نہ کریں گے نہ اس کو مؤمن کہیں گے۔ اللہ کی لعنت ہو یزید پر اور اس کے مددگاروں پر۔ لیکن علامہ تفتازانیؒ کی اس بات

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

پر علماء نے نقد بھی کیا ہے۔ جیسا کہ مولانا عبدالحیؒ نے محققین کی کتابوں (شرح فقہ اکبر، ضوء المعالی، حاشیۂ عصام، حاشیہ ابی الیسر علیٰ شرح العقائد وغیرہا) کے حوالہ سے اسکو ذکر کیا ہے (کہ یہ سب حضرات یزید کو فاسق ماننے کے باوجود لعنت میں احتیاط کرتے ہیں۔ علامہ زبیدیؒ نے اس پر نقد فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک تیسرا مسلک توقف و سکوت کا بھی ہے۔ اس کو عالم الغیب کے حوالہ کر دیں اور اُس کے کفر و ایمان کی بحث ہی نہ کریں۔ علامہ زبیدیؒ فرماتے ہیں کہ یہی مسلک زیادہ بہتر اور اسلم ہے۔ کہتے ہیں کہ گو یزید مسلمان تھا مگر وہ فاسق، شریر، نشہ باز اور ظالم ضرور تھا۔ پھر شیخؒ نے امام غزالیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، امام کیا الہراسیؒ کے اقوال نقل کئے ہیں جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ امام کیاؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ کے اس بارے میں دو دو قول منقول ہیں۔ تلویح (اشارہ) اور تصریح، ہم تو تصریح کو پسند کرتے ہیں، اور صاف صاف اس کو قابلِ لعنت و ملعون کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ چیتوں کا شکار کھیلتا تھا، شراب کا عادی تھا وغیرہ آگے اس کی بہت بُرائیاں بیان کی ہیں) علامہ ابن حجرؒ نے کہا کہ یزید کا فسق و فجور آخری حد تک پہنچ گیا تھا۔ بلکہ امام احمدؒ نے تو اس پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت امام احمدؒ علم و تقویٰ میں اتنے بلند تھے کہ بغیر ثبوت کے کفر کا فتویٰ نہیں دے سکتے تھے۔ رہے امام غزالیؒ وغیرہ کے اقوال تو ممکن ہے کہ ان کو یزید کے کفریات کا ثبوت نہ ملا ہو۔ پھر شیخؒ نے امام احمدؒ کا وہ واقعہ ذکر کیا جس کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ یعنی انکے بیٹے کا سوال اور ان کا فَهَلْ عَسَيْتُمْ الآیۃ سے استدلال کرتے ہوئے جواب۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا بیس کوڑے لگوا دینے کا قصہ ذکر کیا جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ اخیر میں حضرت شیخ نے فرمایا کہ یزید کے بارے میں جو مختلف باتیں کہی گئی ہیں ہم نے نمونہ کے طور پر ان میں سے چند ذکر کر دی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ہیں۔ حکم کا مدار ثبوت و عدمِ ثبوت پر ہے۔ جن علماء کو ان برائیوں کا ثبوت مل گیا جو یزید میں تھیں وہ اس کی تکفیر کرتے اور اس پر لعنت کو جائز کہتے ہیں۔ جیسے علامہ تفتازانیؒ و امام احمدؒ وغیرہ۔ اور جن کو ثبوت نہ مل سکا وہ لعنت کو جائز قرار نہیں دیتے۔ جیسے امام غزالیؒ وغیرہ۔ یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست اور اصولِ شرع کے موافق ہیں۔ لیکن احتیاط سکوت اور توقف میں ہے کیونکہ اگر یزید پر لعنت جائز بھی ہو تو مباح چیز کو چھوڑ دینے میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ کسی پر لعنت کرنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب۔ پھر اگر اُن کی تحقیق صحیح ہو جو عدمِ جواز کے قائل ہیں تو لعنت کرنے والے کی طرف لعنت کے لوٹنے کا خطرہ ہے۔ اسلئے اسلم اور بہتر مسلک توقف و سکوت ہی کا ہے۔

(از لامع الدراری شرح جامع البخاری ص ۴۸۵، ۴۸۶ ج ۲ مختصراً)

فتاویٰ اور اقوال کا خلاصہ

یزید کے سلسلہ میں تمام فتاویٰ اور علمائے محققین کی تحقیقات کا خلاصہ امور ذیل ہیں۔

(۱) بعض حضرات نے یزید کو کافر کہا ہے۔ کیونکہ اُسکے کفریہ اقوال و اشعار اور قتلِ حسین پر رضا کا ثبوت اُن کو پہنچ چکا ہے۔ جیسے علامہ تفتازانیؒ، صاحبِ روح المعانیؒ اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ وغیرہم ـــ یہ سب لوگ اس پر بلا تردد لعنت کرتے ہیں۔ اور لعنت کو جائز قرار دیتے ہیں۔

(۲) جمہور علمائے اہلِ سنت یزید کو فاسق و ظالم مانتے ہیں۔ اُسکے فسق پر اُن سب کا اتفاق ہے۔ مثلاً ائمہ اربعہ (امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ اور حضرت امام اعظمؒ) حافظ ابن حجرؒ، حافظ ذہبیؒ، حافظ عینیؒ، شیخ ابن الہمامؒ، علامہ قاسم بن قطلوبغاؒ، علامہ ابن کثیرؒ، امام غزالیؒ،

علامہ ابن تیمیہؒ، علامہ ابن الجوزیؒ، علی بن محمد ابو الحسن الفقیہ الکیا الہراسیؒ، شیخ ابو الیسرؒ، عمر بن عبد العزیزؒ، قاضی ابو یعلیٰؒ، قاضی ابو الحسینؒ، حافظ سیوطیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، علامہ شامیؒ، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی، قطب الارشاد مولانا گنگوہی، مجدد الملت مولانا تھانویؒ، مفتی عزیز الرحمن مفتی اعظمؒ دیوبند وغیرہ وغیرہ بیشمار علمائے سلف وخلف اور ائمہ اربعہؒ کے مقلدین ومحققین رحمہم اللہ تعالیٰ۔

البتہ فسق پر اتفاق کے بعد اس پر لعنت کرنے کے سلسلہ میں اختلاف رہا ہے[1] بعض نے اس پر لعنت کی ہے۔ اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ کسی مخصوص گناہ پر فاسق کو ملعون کہہ سکتے ہیں۔ روایات وآیات سے دلائل ان کے پاس موجود ہیں۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ اور علامہ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ میں تفصیل سے ان کو بیان کیا ہے[2] دوسرے حضرات نے یزید فاسق پر لعنت کرنے سے احتیاط کی ہے۔ اور احتیاطاً منع کیا ہے۔ اور اس کے ایمان کے پہلو اور توبہ کے احتمال کو ملحوظ رکھا ہے۔ جیسے حضرت امام غزالیؒ وغیرہ۔

(۳) بعض لوگوں نے یزید کو امیر المؤمنین اور برحق خلیفۃ المسلمین کہا ہے۔ جس سے حضرت حسینؓ اور ان تمام صحابہ وتابعین کا باغی اور واجب القتل ہونا لازم آتا ہے جنہوں نے یزید کی مخالفت کی یا مقابلہ کیا۔ اس بات کے کہنے والے پہلے زمانہ کے علماء میں سے ابن العربیؒ ہیں جن پر تصوف کا سخت غلبہ تھا۔ اور اس دور میں محرم والے مفتی حبیب الرحمن صاحب ہیں جن پر یزیدیت کا بدترین غلبہ ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے ایسے لوگوں کو اہل باطل اور بالکل جاہل قرار دیا ہے۔ (منہاج السنۃ ۲۳۸)

(۴) چونکہ یزید کے بارے میں علمائے سلف وخلف کا اختلاف رہا ہے۔ کہ وہ کافر ہو گیا تھا۔ یا فاسق تھا۔ تاریخی روایات بھی ہر طرح کی ہیں۔

نیز یزید کا مسئلہ عقیدہ وعمل سے بھی چنداں تعلق نہیں رکھتا۔ اسلئے اکابر دیوبند نے اس مسئلہ کو نظر انداز فرمادیا ہے۔ اور اس سے بحث کرکے وقت ضائع کرنے سے گریز کیا ہے۔ اور اس پر لعنت کرنے سے بھی توقف وسکوت اختیار کیا ہے۔ یہ آخری مسلک نہایت عمدہ ہے۔ اس میں پوری احتیاط بھی ہے۔ اور کسی ظالم و فاسق سے رضا و اتفاق بھی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

مفتی صاحب کا سیاہ جھوٹ

ان تفصیلات کو بغور ملاحظہ فرما کر مفتی محرمی کا ارشاد پڑھیئے، اور انکے "سیاہ جھوٹ" یا ان کی "علما پر بدترین دلیری" کی داد دیجئے۔ مفتی جی کا ارشاد ہے کہ:

"علاوہ ازیں امام احمد بن حنبلؒ، علامہ مقدسیؒ، قاضی ابو بکر بن العربیؒ، علامہ ابن کثیرؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، امام غزالیؒ، شیخ ابوالیسر (علامہ شامیؒ کے پوتے) ان سب نے ہی یزید کو برا بھلا کہنے سے اور اُسے قتل کا مجرم قرار دینے سے منع فرمایا ہے۔ اور جن مؤرخین نے شیعی روایات کی تقلید میں یزید کی طرف فسق و فجور کو منسوب کیا ہے ان مؤرخین کی خوب خوب خبر لی ہے۔ اور یزید کو سچا مسلمان، خلیفہ وقت، امیر المؤمنین، احکام شرعیہ اور حدود شرعیہ کے نافذ کرنے والا تحریر فرمایا ہے۔ (محرم ص۲۳)

ہم نے پچھلے بیانات ان حضرات کی کتابوں خصوصاً منہاج السنۃ اور البدایہ والنہایہ سے تحریر کیے ہیں۔ ناظرین خود ان حضرات کی کتابوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ سب نے یزید کو فاسق کہا ہے۔ اس کو قتل کا مجرم قرار دیا ہے۔ اور جن روایات کو محرم والے "شیعی روایات" لکھ رہے ہیں ان حضرات نے وہ روایات ذکر کی ہیں۔ اور غیر معتبر روایات کو رد کرکے حقائق کا اعتراف کیا ہے۔ یزید کی کسی نے تعریف نہیں کی۔ حافظ ابن کثیرؒ، علامہ ابن تیمیہؒ

وغیرہ نے یزید ہی کو قتل کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں لکھا کہ یزید نے حُدودِ شرعیہ کو جاری کیا یا احکامِ شرعیہ کو نافذ کیا ہے۔ بلکہ سب نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ اس فاسق نے قتلِ حسینؓ کا انتقام نہیں لیا۔ اللہ کے حکم اور اس کی حد کو جاری نہیں کیا۔ بلکہ یزید کی عیاشی، شراب وکباب، فسق وفجور وعداوتِ اہلِ بیت کے جو بہت سے واقعات ان حضرات نے ذکر کئے ہیں ہم نے قصداً ان کو چھوڑ دیا ہے تاکہ یہ مختصر تحریر طویل نہ ہو جائے۔ اب آپ انصاف کی نظر سے مفتی صاحب کے محرم کو بھی دیکھئے اور مذکورہ تفصیلات کو بھی پڑھئے۔ اور مفتی صاحب کے سیاہ جھوٹ، علامہ ابن تیمیہؒ وابن کثیرؒ وغیرہ پر بہتان اور اُن کی بیجا دلیری پر خوب ماتم کیجئے۔

نیز مفتی جی سے پوچھئے کہ آپ کے نزدیک محققین بس یہی چھ ثقات عالم تھے جن کو یزید کی حمایت میں آپ نے پیش کیا، اور وہ بھی اُن کی طرف حمایت یزید کی غلط نسبت کر کے۔ یزید کے دور میں تو صحابہؓ بھی موجود تھے۔ انہیں سے دو ایک خلوت نشین صحابہ کے علاوہ کے اقوال یزید کی تائید میں پیش نہیں فرمائے۔ ائمہ اربعہؒ اور ان کے مقلدین، فقہاء ومحدثین اور مفسرین ہزاروں کی تعداد میں ہوئے ہیں، اُن میں سے آپ کو یزید کا کوئی حامی نہیں مل سکا۔

افسوس ہے کہ جمہور علماءِ امت کے خلاف آپ یزید کی حمایت میں مصروف ہو کر مفت میں بدنام ہوئے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ع:

جبینا رکیا تو ڈرنا کیا ۔ اور بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔

جمہور علماء اور اکابرِ دیوبند شیعوں کے مقلد ہیں

محرم والے مفتی صاحب کا فتویٰ ہے کہ جو یزید کو بُرا کہیگا وہ شیعوں کا مقلد ہے۔ آپ کو اُوپر معلوم ہو چکا ہے کہ یزید پر لعنت کے بارے میں تو اختلاف ہے، اس کے فسق وفجور پر سب کا اتفاق ہے۔ ابن کثیرؒ نے علامہ ابن تیمیہؒ

وغیرہ نے اسکے فسق پر اتفاق نقل کیا ہے۔ اور جس نے یزید کی تعریف کی، علامہ ابن تیمیہؒ نے اس کو جاہل قرار دیا ہے۔ اب مفتی جی کا خود ساختہ فتویٰ ملاحظہ فرمایئے وہ لکھتے ہیں:

"غرض یزید سے متعلق جس قدر برائیاں بیان کی جاتی ہیں وہ صحیح روایتوں سے ثابت نہیں ہیں۔ وہ سب شیعوں کی گھڑی ہوئی روایتیں ہیں۔

افسوس ہم شیعی پروپیگنڈوں سے اس درجہ متأثر ہیں کہ نہ تو ہم عقل سے کام لیتے ہیں نہ صحیح روایات کی طرف دھیان دیتے ہیں۔ نہ علماءِ محققین کی چیزیں دیکھتے ہیں محض شیعوں کے پروپیگنڈوں اور شیعوں کی گھڑی ہوئی روایتوں کو پڑھکر ہم بھی شیعوں کی طرح یزید کو برا بھلا کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ خالص شیعوں کا شعار ہے۔ وہ لوگ یزید کی برائی کی آڑ میں تمام صحابۂ کرام کو منافق، کافر قرار دیتے ہیں۔ اور حضراتِ اہلِ بیت کی اور اپنے اماموں کی توہین کرتے، دینِ اسلام کی بیخ کنی اور تاریخِ اسلام کو مسخ کرتے ہیں۔" (محرم ص۲۳)

اس مہمل عبارت کو پڑھیئے اور غور کیجئے کہ تمام ائمہ، فقہاء، محدثین، متکلمین اور مورخین اسلام جو یزید کی برائیاں بیان کرتے ہیں وہ سب شیعوں کے پروپیگنڈوں سے متأثر ہیں اور ان کے مقلد ہیں۔ اور وہ سب روایات شیعی ہیں۔ صرف صحیح روایات مفتی صاحب کی محرمی خودساختہ روایات ہیں۔ یا ان کے امام عباسی کی روایات صحیح ہیں۔ باقی سب غلط ہیں۔ اسی طرح محققین بھی یہی دونوں ہیں۔ انہیں کی چیزیں سب کو دیکھنی چاہئیں۔ اور سب علمائے امت غیر محقق ہیں۔ پھر یزید مفتی صاحب کے زعم میں صحابہؓ کا امام اور انکا مایۂ ناز متفق علیہ امیر و خلیفہ ہے۔ اس کی توہین سے سب کی توہین ہو جائے گی۔ بلکہ جو مفتی صاحب کے یزید کو برا کہیگا تو وہ گویا سارے صحابہ کو کافر و منافق کہنے کا مجرم قرار پائیگا۔ آپ سمجھے اس منطق کو؟

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ایسے ہی موقع پر کہتے ہیں "ماروں گھٹنا پھوٹے خیر آباد"۔
بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ اگر یزید کو خلیفۂ برحق اور امیر المؤمنین مانا جائے تو حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، اہلِ مدینہ، اہلِ مکہ، اہلِ بیت وغیرہ بہت سے صحابہؓ و تابعین کا باغی اور واجب القتل ہونا لازم آئیگا۔
حضرت حسین و اہلِ بیت کی شہادت کی فضیلت ختم ہو جائے گی۔ آپ غور کیجئے کہ مفتی صاحب صحابہؓ کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں۔ اور کس دل گردہ سے ایسی باتوں کو وہ گوارا کر لیتے ہیں۔ اور خود تاریخ کو مسخ کر کے اسکا الزام دوسروں پر کس طرح رکھنا چاہتے ہیں ؟
اس موقع پر خود ان کو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ کاش وہ علمائے محققین پر اعتماد کرتے اور عباسی جیسے جاہلوں کی اقتدار نہ کرتے حضرات اہلِ بیت و صحابۂ کرام کی عظمت کو ملحوظ رکھتے۔ اور عقل و ہوش و تحقیق سے کام لیتے، تو خارجیوں اور رافضیوں اور ناصبیوں کا طریقہ اختیار کر کے اپنا دین و ایمان خطرہ میں نہ ڈالتے۔

یزید کا متبرک نام

مفتی صاحب کو سُنیوں سے یہ بھی شکایت ہے کہ وہ "یزید" نام نہیں رکھتے اور یزیدی برکات سے محروم رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:
آج بڑے بڑے سُنیوں کو یہ ہمت نہیں کہ وہ اپنے بچوں کا نام یزید رکھ سکیں، حالانکہ بیشمار صحابہ و تابعین اور محدثین اس نام کے ملتے ہیں۔ (محرم ص ۶۹)
میرے خیال میں تو یزید نام کو کوئی سُنی ناجائز نہیں سمجھتا، گو یزید نام بھی نہیں رکھتے۔ کیونکہ یزید نے واقعہ کربلا و واقعہ حرّہ سے قیامت تک کے مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کر دیا ہے، اسلئے وہ اس کو یاد نہیں کرنا چاہتے۔
خیر دوسرے سُنیوں کو تو ہمت نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ تو کم ہمت ہیں، مگر آپ تو

بہت بہادر ہیں۔ اور آپ کی بہادری کی دلیل آپ کا بے مثال موقوم ہے۔ جس میں آپ نے صحابہ و اسلاف و اکابر اور پوری امتِ مسلمہ پر تکفیر کی اتنی بڑی بہادری کی جو آج تک کوئی نہ کر سکا۔

تو سوال یہ ہے کہ آپ نے اس متبرک نام کو کیوں چھوڑ دیا۔ آپنے اپنے صاحبزادے کا نام یزید کیوں نہ رکھدیا۔ برکت بھی حاصل ہو جاتی۔ اور دنیا میں یہ شہرت بھی ہو جاتی۔ کہ آپ یزید کے باپ ہیں۔ پھر کم از کم آپ کے چاہنے والے بکی تعداد میں اپنے بچوں کا نام یزید رکھتے۔ اور اب تک بہت سے یزیدوں کی ایک بڑی جماعت ہو جاتی۔ اور یہ سب ہی یزید اول کے حمایتی بنجاتے۔

یزید کی پدری فضیلت

"یزید" کی فضیلت بیان فرمانے میں مفتی صاحب نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اُن کو اس کتاب (محرم) کا نام "فضائلِ یزید" ہی رکھنا چاہیے تھا۔ وہ یزید کی فضیلت میں لکھتے ہیں کہ:

"امیر یزید صحابیِ رسول امیرالمؤمنین حضرت معاویہؓ کا بیٹا تھا۔ جو کاتبِ وحی اور بارگاہِ رسالت کے امین اور ہادی و مہدی تھے۔" (محرم ص)

شاید یزید کو امیرالمؤمنین لکھنا چاہتے تھے مگر گھبراہٹ میں لیس "امیر" ہی لکھ کر آگے بڑھ گئے۔ کہتے ہیں کہ یزید کی ایک فضیلت یہ ہے کہ وہ صحابیِ رسول امیر معاویہؓ کا بیٹا تھا۔ آپ ملاحظہ کیجیے۔ یزید کیونکہ ایک مقدس صحابی کا بیٹا تھا اسلیے وہ بھی مقدس ہوا۔ مفتی صاحب نے یہ ایک عوامی دلیل پیش فرمائی ہے۔ کیونکہ عام جاہلوں کا ذہن عام طور پر یہی ہے کہ بزرگ کی اولاد (خواہ کتنی ہی نالائق ہو) بزرگ ہی ہوتی ہے۔ مفتی صاحب کو بتلا دیجیے کہ باری تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔ وہ مُردے سے زندہ کو اور زندہ سے مُردہ کو پیدا فرماتے ہیں۔ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ۔ بے جان انڈے سے جاندار مُرغ اور جاندار مُرغی سے بیجان

انڈا، بے جان نطفہ سے انسان، اور جاندار انسان سے بے جان نطفہ۔ نبی سے کافر، کافر سے نبی، ولی سے فاسق، فاسق سے ولی، ذاکر سے غافل، غافل سے ذاکر، عالم سے جاہل، جاہل سے عالم پیدا کرنا اللہ جل شانہٗ کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

اس نے اپنے نبی نوحؑ سے کنعان کافر کو پیدا کیا۔ اور بُت پرست و بُت گر اور بُت فروش مشرک آزر سے اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ جیسے بُت شکن اور امام الموحدین کو پیدا کیا۔ اور فرعونِ امتِ محمدیہ ابو جہل دوزخی سے عکرمہؓ جیسے جنتی صحابی کو، رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی سے عبد اللہ بن عبد اللہ جیسے مومنِ کامل کو پیدا کیا۔ اسی قدرت والے نے حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ جیسے عظیم الشان صحابی، کاتبِ وحی و متفق علیہ خلیفہ برحق سے یزید پلید کو پیدا کر دیا۔ تو آخر اس میں تعجب کی بات ہی کیا ہے؟ یہ کوئی دلیل نہیں کہ باپ نیک ہے تو اولاد بھی ایسی ہی ہوگی۔ رات دن کا مشاہدہ ہے کہ باپ بزرگی میں بے مثال ہے تو اولاد بد دینی میں بے نظیر ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

یزید کی تعلیم و تربیت

ہم نے مانا کہ یزید کی تعلیم و تربیت بڑے بڑے صحابہؓ نے کی ہے۔ لیکن یہ بھی تو یزید کے متقی و جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں۔ سب سے پہلے ظالم قابیل کی تربیت و پرورش اللہ کے نبی آدم علیہ السلام نے کی تھی۔ اور سامری جیسے بدترین منافق کی پرورش حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کی۔ اور تربیت اللہ کے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

وَمُوسَى الَّذِي رَبَّاهُ جِبْرِيلُ كَافِرٌ ÷ وَمُوسَى الَّذِي رَبَّاهُ فِرْعَوْنُ مُرْسَلٌ

(اور وہ موسیٰ (سامری) جس کی پرورش جبرئیلؑ نے کی تھی کافر ہوا۔ اور وہ موسیٰؑ جس کی پرورش فرعون نے کی تھی اللہ کا رسول بنا)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کیا عبد اللہ بن اُبی رئیس المنافقین اور اسکے ساتھی یا پچسو منافقین کی تربیت تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی تھی ۔؟ کیا کنعان کی تربیت خدا کے پیغمبر نوح علیہ السّلام نے نہیں کی تھی ۔ غلام احمد قادیانی جیسے گمراہوں کی تعلیم و تربیت کیا اُن ہستیوں نے نہیں کی جنہوں نے آپ کے اکابر کی تعلیم و تربیت کی ۔ بات وہی ہے کہ تربیت اور نسبت و نسب ظاہری اسباب ہیں جو کامیاب بھی ہوتے ہیں اور ناکام بھی ہو جاتے ہیں ۔ اصل اللہ کا فیصلہ ہے ۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ۔ ؎

شمشیرِ نیک ز آہنِ بد چوں کند کسے ٭ ناکس بہ تربیت نشود اے حکیم کس

(خراب لوہے سے اچھی تلوار کوئی کس طرح بنا سکتا ہے، اے دانشمند تعلیم و تربیت سے نالائق کا لائق ہونا ممکن نہیں)

پر تو نیکاں نہ گیرد ہر کہ بنیادش بداست
تربیتِ نا اہل را چو گردگان بر گنبد است

(جس کی اُفتادِ طبع بُری ہوتی ہے وہ نیکوں کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے۔ نالائق کو تربیت دینے کی مثال گنبد پر اخروٹ کی سی ہے)

یزید کی فضیلت پر ایک اور دلیل

صاحب محرم نے یزید کی حمایت کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے۔ اب وہ بجا طور پر یزیدی گروہ کے ایک اہم فرد ہیں اور بلاشبہ اسکے مستحق ہیں کہ وہ یزیدی گروہ کے ساتھ ہی قیامت کے دن محشور ہوں ۔ کیونکہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی دنیا و آخرت میں اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے) کا اصول یہی بتا رہا ہے۔ محرم والے مفتی جی یزید کے فضائل بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

" وہ علمی قابلیت، خطابت، تدبّر اور فراست و سیاست، حلم و سخاوت شجاعت و دلیری میں مشہور و معروف تھا۔ اپنی زندگی میں تین مرتبہ

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

امیرالحجاج بنایا گیا۔ اور اپنی امارت میں مسلمانوں کو حج کرایا۔" (ص ۸)
مفتی صاحب نے جو صفات بیان فرمائیں یہ سب صفات تو ایک کافر میں بھی ہو سکتی ہیں۔ اس کے تقویٰ، پرہیزگاری، کمالِ ایمان پر دلائل پیش فرمائیں تو بات ہے۔ پھر امیرالحجاج بننا بھی کوئی کمال کی بات نہیں۔ نہ جنت کا سرٹیفکٹ ہے۔ اپنی امارت سے پہلے وہ چھپا ہوا رستم تھا۔ ظاہر میں اچھا بھلا اور اندر سے نہایت مَن چلا۔ چھپ چھپ کر وہ سب کچھ کرتا رہا، جس کو اس نے اپنے دورِ امارت میں کھُل کر کیا۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی البدایہ والنہایہ میں ذکر کیا ہے۔ تو اس وقت اُن کے والد نے ظاہری صلاح و نیکی کو دیکھ کر امیرِ حج بنا دیا ہو گا۔ اور اپنی امارت کے زمانہ میں تو اس کا تسلّط تھا ہی۔ اس کو امیرِ حج بننے سے کون روک سکتا تھا۔ اگر کوئی روکتا تو اُسی وقت میدانِ کربلا بپا ہو جاتا۔

یزید کو جنتی سرٹیفکٹ حاصل ہے

محرم والے مفتی صاحب کا فتویٰ ہے کہ "یزید بخشا بخشایا اور جنتی ہے" اُسکو جنّت کا سرٹیفکٹ اور منسوخ نہ ہونیوالا ٹکٹ حاصل ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ میں اُن کے پاس ایسی مضبوط روایت اور صحیح حدیث موجود ہے، جو اتفاق سے شیعوں کی چیرہ دستیوں سے بچتی بچاتی مفتی صاحب کے پاس مکمّل خیریت کے ساتھ پہنچ گئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"قسطنطنیہ پر پہلی بار جس لشکر نے حملہ کیا تھا اس میں یزید اسلامی فوج کا سپہ سالار تھا۔ اور بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قسطنطنیہ پر پہلی بار چڑھائی کرنیوالوں کو مغفور لہم یعنی بخشے بخشائے ہونے کی دائمی بشارت دی ہے۔ اور جب میزبانِ رسول حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا

قسطنطنیہ میں انتقال ہوا تو امیر یزید نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت حسینؓ و دیگر صحابہ نے یزید کے پیچھے نماز ادا کی" (فٹ)

اس عبارت میں مفتی صاحب نے یزید کے جنتی ہونے کی کئی دلیلیں بیان کی ہیں

(۱) مغفورٌ لہم یعنی بخشے بخشائے لوگوں میں اُس کا داخل ہونا۔

(۲) حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی نمازِ جنازہ پڑھانا، اور اس میں صحابہ کا امام بننا۔ لیکن یہ دلیلیں نہایت رکیک اور عامیانہ ہیں۔ ان سے یزید کا تقدس یا اسکا جنتی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ (۱) مغفور لہم (یعنی بخشے بخشائے ہونے) کا اول تو یزید مصداق نہیں۔ کیونکہ وہ قسطنطنیہ پر پہلی بار حملہ کرنے والے لشکر میں نہیں تھا۔ کم از کم اُس کی شرکت یقینی نہیں۔ اسکو بعض نے مانا ہے بعض نے نہیں مانا۔ پھر اس کا تعلق ماضی سے ہے، یعنی پچھلے گناہوں کی معافی سے۔ آئندہ کی کرتوتوں کی معافی کا اس میں کوئی ذکر نہیں۔ اور اگر سب گناہوں کی معافی سے بھی تعلق ہو تو مغفرت کی شرطوں اور اُسکے استحقاق کا ہونا ضروری ہے، جو یزید میں مفقود تھیں۔

(۲) حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی نمازِ جنازہ میں امام ہونا بھی جنتی ہونے کی دلیل نہیں۔ اسی طرح صحابہؓ کا اُس کی اقتدا میں نماز ادا کرنا بھی اُس کے جنتی یا متقی ہونے پر دلیل نہیں، جبکہ حدیث میں فاسق اُمرار کے پیچھے اختلاف سے بچنے کے لئے نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ اور صَلُّوْا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ۔ (ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو) کی ہدایت نبوی موجود ہے۔ تاکہ آپس میں انتشار نہ ہو، اور امیر بدکار کے لئے ظلم و ستم کی راہ نہ کھل جائے۔ بلکہ اسکے بعد حضرت حسینؓ وغیرہ کا یزید کے مقابلہ میں آجانا اور بیعت قبول نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یزید میں امیر بننے کے بعد کوئی عظیم اور ناقابل برداشت تغیر پیدا ہوا۔ اور اس کے فسق و فجور میں ترقی ہوتی چلی گئی۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ ج۸ ص۵۹ میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ "میرا خیال یہ ہے

کہ یہ احادیث (بشارت والی) یزید کے بگاڑ اور اس کے فسق و فجور کا سبب بن گئیں۔ پھر حافظ ابن کثیرؒ نے یزید کے حالات اور اس کے فسق و فجور کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی وفات کے سنہ اور ان کی نماز جنازہ کی امامت میں خود مؤرخین کا اختلاف ہے۔

چند تحقیق طلب اُمور

اس مقام پر چند باتیں تحقیق طلب ہیں۔ (۱) بخاری شریف کی وہ حدیث بشارت جس کا مفتی صاحب نے حوالہ دیا (۲) قسطنطنیہ پر لشکر کشی کس سنہ میں ہوئی۔ اس میں یزید سپہ سالار یا شریک تھا یا نہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات کس سنہ میں اور کہاں ہوئی۔ ان کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی۔ ان اُمور پر روشنی پڑنے سے اس جعلی سرٹیفکٹ کی حقیقت خود بخود کھل جائے گی جو محرم والے مفتی صاحب نے محبّت کے جوش میں یزید کو عنایت فرما دیا ہے۔

حدیث بشارت

اس حدیث بشارت کو حضرت امام بخاریؒ نے "بابُ ما قیل فی قتالِ الرّوم" میں ذکر فرمایا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

قال عمیر فحدثتنا امّ حرام انّھا سمعت النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول اوّل جیش من امّتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت امّ حرام قلت یا رسول اللہ انا فیھم قال انتِ فیھم قالت ثمّ قال النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم اوّل جیش من امّتی یغزون مدینۃ	حضرت عمیرؒ فرماتے ہیں حضرت امّ حرامؓ نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا: میری اُمّت کے سب سے پہلے لشکر نے جو بحری غزوہ کریگا مغفرت واجب کرلی" امّ حرامؓ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں انہیں سے ہونگی؟ فرمایا تم انہیں سے ہوگی۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

قیصر مغفور لہم فقلت انا فیہم یا رسول اللہ قال لا۔ (البخاری ص ۴۱۰ ج ۱)	فرماتی ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا سب سے پہلا وہ لشکر جو قیصر کے شہر (ملک روم) میں جہاد کریگا انکی مغفرت

کر دی گئی، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی اُن میں سے ہونگی، ارشاد فرمایا نہیں۔

مفتی صاحب نے محرم میں اسی حدیث بخاری کا حوالہ دیا ہے۔ یہ حدیث مختصر ہے۔ تفصیل سے بخاری میں کئی جگہ موجود ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی خالہ ام حرامؓ کے گھر آرام فرمانے اور خواب سے دو بار مسکراتے ہوئے بیدار ہو کر بشارت وخوشخبری سنانے کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں حضرت ام حرامؓ نے دو لشکروں کے بارے میں دو بشارتیں نقل کی ہیں۔

(۱) ایک وہ لشکر جو سب سے پہلے بحری غزوہ کریگا یعنی مجاہدین کو اس جہاد میں سمندری سفر کرنا پڑیگا۔ اس لشکر کے مجاہدین کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے واجب کرلی۔ اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا:

اس لشکر کے مجاہدین نے جو سب سے پہلے سمندر میں غزوہ کریں گے واجب کرلی۔ اس بشارت (وخوشخبری) میں یہ نہیں بتایا گیا کہ انہوں نے کیا چیز واجب کرلی۔ صاحب فتح الباری حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

ای فعلوا فعلاً وجبت لہم بہ الجنۃ۔ (ص ۹۲ ج ۶)	یعنی انہوں نے ایسا کارنامہ کیا جس کی وجہ سے ان کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں اس معنی کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

قلتُ ھٰذا الکلام لا یقتضی	میں کہتا ہوں یہ کلام اس معنی کا مقتضی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

هٰذَا المعنى وانّما معناه اَوْجَبُوْا استحقاق الجنّة وقال الكرمانى قوله اَوْجَبُوْا اى محبة لانفسهم اھ۔ (عمدة القاری ج۱۴ ص۱۹۹)

نہیں بلکہ اسکے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے جنت کا استحقاق اپنے لئے ثابت کرلیا۔ اور کرمانی کا قول ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے لئے محبت واجب کرلی۔

اہلِ علم خوب جانتے ہیں کہ تینوں معنوں میں بہت فرق ہے۔ وجوب کے معنی ثبوت کے آتے ہیں۔ عوارض وموانع پیش آنے پر محبت واستحقاقِ جنت دونوں زائل بھی ہوسکتے ہیں۔ اور اس فعل کا (جو جنت یا محبت کا سبب ہو) اثر مٹ بھی سکتا ہے۔ جیسے مُرتد ہوجانے سے جنت کا استحقاق ختم ہوجاتا ہے۔ بہرکیف یہ خوشخبری اس لشکر کے لئے ہے جو سب سے پہلے بحری جہاد کریگا۔

(۲) دوسری بشارتِ مغفرت کا مستحق وہ لشکر ہے جو پہلی بار مدینۂ قیصر (ملکِ روم) پر حملہ آور ہوگا۔

اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ

(جو لشکر سب سے پہلے مدینۂ قیصر پر حملہ آور ہوگا اس (کے مجاہدین) کی مغفرت کردی گئی)

اب سوال یہ ہے کہ وہ کونسا لشکر ہے جس نے سب سے پہلے جہاد کے لئے سمندری سفر کیا، اور وہ کونسا لشکر ہے جس نے مدینۂ قیصر پر سب سے پہلے حملہ کیا؟ یہ غزوے کس کس سنہ میں ہوئے، اور ان کے سپہ سالار کون تھے؟

حدیث مذکور کی پہلی بشارت قَدْ اَوْجَبُوْا کا مِصداق

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت امیر مُعاویہ رضی اللہ عنہ نے چار سال ملکِ شام کے گورنر کی حیثیت سے گذارے ہیں۔ اس عرصہ میں آپنے روم کی سرحدوں پر جہاد جاری رکھا۔ اور بہت سے شہر فتح کرڈالے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے آپ کو اسی عہدہ پر نہ صرف باقی رکھا، بلکہ آپ کے حسنِ انتظام کی بنا پر حمص، قنسرین اور فلسطین کے علاقے بھی آپ کے ماتحت کر دیئے۔ پورے دورِ عثمانیؓ (بارہ سال) آپ گورنر اور مصروفِ جہاد رہے۔ ۲۵ھ میں آپ نے روم کے اطراف میں جہاد کیا۔ اور عموریہ تک جا پہنچے۔ اور راستے میں ایک فوجی مرکز بھی قائم کر دیا۔ بحیرۂ روم میں شام کے قریب ایک نہایت زرخیز و خوبصورت نامی جزیرہ "قبرص" ہے جو یورپ و روم کی طرف سے مصر و شام کی فتح کا دروازہ ہے۔ اس مقام کی بہت اہمیت تھی۔ کیونکہ مصر و شام جہاں اُس وقت اسلامی پرچم لہرا رہا تھا، ان کی حفاظت اس وقت تک نہ ہو سکتی تھی جب تک کہ بحری ناکہ مسلمانوں کے قبضہ میں نہ آجائے۔ دورِ فاروقی ہی سے حضرت امیر معاویہؓ کی اس پر نظر تھی۔ اور حضرت عمرؓ سے وہ قبرص پر لشکرکشی کی اجازت بھی بار بار طلب کرتے رہتے تھے۔ مگر حضرت عمرؓ نے سمندر کی مشکلات اور بعض دوسری وجوہات کی بنا پر اجازت نہ دی۔ جب حضرت عثمان غنیؓ کا دورِ خلافت آیا تو حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے بھی قبرص پر جہاد کی اجازت چاہی، اور اس پر اصرار کیا تو حضرت عثمانؓ نے اجازت دیدی۔ تو اس وقت آپ نے مسلمانوں کی تاریخ میں پہلی بار بحری بیڑہ تیار کرایا۔ اور حضرات صحابہؓ کی ایک جماعت کے ہمراہ ۲۷ھ میں قبرص کی جانب روانہ ہوئے، ۲۸ھ میں وہ آپ کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔

مسلمانوں کی تاریخ میں بحری بیڑہ کی تیاری اور بحری جنگ کا یہ پہلا واقعہ تھا۔ (حضرت امیر معاویہ ص ۲۴۱،۲۴۰)

یہی غزوہ حدیث مذکور کی پہلی بشارت (اوّل جیشٍ من اُمّتی یغزون البحر قد اوجبوا) کا مصداق ہے۔ جو حضرت امیر معاویہؓ کی سرداری و سپہ سالاری میں ہوا۔ چنانچہ:

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

قال ابن عبد البر غزا بتلك الغزوة معاوية بنفسه (كرمانی) وقال المهلب معاوية اول من غزا البحر۔	حافظ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ یہ غزوۂ بحر حضرت امیر معاویہؓ نے خود کیا ہے۔ محدث مہلب کہتے ہیں کہ غزوۂ بحر سب سے پہلے حضرت امیر معاویہؓ ہی نے کیا ہے۔

ہاں اس غزوۂ بحر کے سنہ میں مورخین کا اختلاف ہے۔ واقدیؒ کہتے ہیں کہ ۲۸ھ میں ہوا ہے۔ ابو معشر کا قول ہے کہ ۳۲ھ میں ہوا ہے۔ اور اس غزوہ میں ام حرامؓ بھی ساتھ تھیں۔ حافظ عینیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے ۲۸ھ کے قول کو اختیار کیا اور راجح قرار دیا ہے۔

بہرحال اس بحری غزوہ میں اور اس کی بشارت قَدْ اَوْجَبُوْا میں تو یزید کی شرکت ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ یزید اس وقت نادان و بے شعور بچہ تھا، اسلئے کہ یزید کی پیدائش ۲۵ھ یا ۲۶ھ کی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ:

وَكَانَ مَوْلِدُهُ سَنَةَ سِتٍّ وَّعِشْرِيْنَ فَكَانَ إِذَا بُوْيِعَ اِبْنَ اَرْبَعٍ وَّثَلٰثِيْنَ سَنَةً۔ (ص ۲۲۶ / ج ۸)	اور یزید کی پیدائش ۲۶ھ کی ہے اور جب خلافت کی بیعت ہوئی تو اس کی عمر (۶۰ھ میں) ۳۴ سال کی تھی۔

دوسری جگہ حافظ ابن کثیرؒ ہی نے ۲۵ھ کے واقعات بیان کرتے ہوئے اخیر میں لکھا ہے:

وَفِيْهَا فَتَحَ مُعَاوِيَةُ الْحُصُوْنَ وَفِيْهَا وُلِدَ ابْنُهُ يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ (ص ۱۵۱ / ج ۷)	اور ۲۵ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے بہت سے قلعے فتح کیے۔ اور اسی ۲۵ھ میں ان کا بیٹا یزید بن معاویہؓ پیدا ہوا۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ظاہر ہے کہ جب یزید کی پیدائش ۲۵ سنہ یا ۲۶ سنہ کی ہے تو ۳۲ سنہ میں یزید سات آٹھ سال کا ناسمجھ لڑکا تھا۔ اس چھوٹی سی عمر میں جہاد میں اس کی شرکت یا امارت ناممکن تھی۔ لہٰذا اس پہلی بشارت قَدْ اَوْجَبُوْا میں تو یزید کی شرکتِ جہاد کی بحث عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے۔

بشارت مغفورٌ لہم کا مصداق

اب رہا وہ دوسرا لشکر جو مدینۂ قیصر پر حملہ آور ہوا۔ اور بشارتِ مغفورلہم کا مصداق بنا۔ تو یزید کا ہر حمایتی اس حدیث کو خصوصًا اس حدیث کے دوسرے حصہ کو یزید کی حمایت میں سب سے پہلے پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس سے یزید کی منقبت وفضیلت اور مغفرت ثابت ہوتی ہے۔ کہ یزید اس غزوہ میں امیرِ لشکر اور سپہ سالار تھا، اور قسطنطنیہ اسی کی سرکردگی و سرداری میں فتح ہوا ہے۔ جو مدینۂ قیصر ہے۔ عام طور پر یہی مشہور ہے، بلکہ بعض نے تو اس پر اتفاق نقل کر دیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں:

لِاَنَّہٗ کَانَ اَمِیْرَ الْجَیْشِ بِالْاِتِّفَاقِ (فتح الباری ص ۷۲)	یعنی اس لشکر کا امیر بالاتفاق یزید تھا۔

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یزید نے بلادِ روم میں غزوہ کیا یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ اسکے ہمراہ سادات صحابہؓ کی ایک جماعت تھی جن میں ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات وہیں ہوئی۔ اور شہر قسطنطنیہ کی شہر پناہ کے قریب ان کا مزار ہے۔ رومیوں میں جب خشک سالی ہوتی ہے تو اسی قبر کے وسیلہ سے وہ بارش کی دعا کرتے ہیں۔

علامہ ابن الجوزیؒ کے پوتے صاحب مرآۃ الزمان کہتے ہیں کہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ ۵۲ سنہ میں یزید نے قسطنطنیہ کا جہاد کیا۔ (عمدۃ القاری ص ۶۴۹/۶۲۰)

صاحب مرآۃ الزمان کے بیان سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ بلادِ روم کے جہاد میں یزید شریک رہا یا نہیں۔ چنانچہ ابن کثیرؒ نے ۵۲ھ کے واقعات کی ابتداء اس طرح کی ہے:

فَفِیْہَا غَزَا بِلَادَ الرُّوْمِ وَشَتّٰی بِہَا سُفْیَانُ بْنُ عَوْفٍ الْاَزْدِیُّ فَمَاتَ ھُنَالِکَ وَاسْتَخْلَفَ عَلَی الْجُنْدِ بَعْدَہٗ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعَدَۃَ الْفَزَارِیَّ وَقِیْلَ اِنَّ الَّذِیْ کَانَ اَمِیْرَ الْغَزْوِ بِبِلَادِ الرُّوْمِ ھٰذِہِ السَّنَۃِ بُسْرُ ابْنُ اَبِیْ اَرْطَاۃَ وَمَعَہٗ سُفْیَانُ ابْنُ عَوْفٍ وَحَجَّ بِالنَّاسِ فِیْ ھٰذِہِ السَّنَۃِ سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ نَائِبُ الْمَدِیْنَۃِ قَالَہٗ اَبُوْ مَعْشَرٍ وَالْوَاقِدِیُّ۔

(البدایہ والنہایہ ص ۵۸ ج ۸)

۵۲ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے سفیان بن عوف کی سرکردگی میں لشکر بلادِ روم میں جہاد کیلئے بھیجا انکا انتقال وہیں ہوا۔ انکے بعد لشکر کا سردار عبد اللہ بن مسعدہ فزاری کو بنایا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس غزوہ کے امیر لشکر بلادِ روم میں حضرت بسر بن ابی ارطاۃ تھے۔ اور انکے ہمراہ سفیان بن عوف تھے۔ اور اس سال امیر حج نائب مدینہ سعید بن العاص رہے۔ یہ ابو معشر اور علامہ واقدیؒ کا قول ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ۵۲ھ میں رومی غزوہ میں امیر لشکر سفیان بن عوف اُن کے بعد عبد اللہ بن مسعدہ فزاری تھے ـــ یا بسر بن ابی ارطاۃ لشکر کے امیر و سپہ سالار تھے، اور یزید امیر لشکر و سپہ سالار نہ تھا۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی وفات

یاد رکھیے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ملی اجازت سے ۲۷ھ میں سب سے پہلا بحری بیڑہ حضرت امیر معاویہؓ کی سرکردگی میں

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

بلادِ روم (جزیرہ قبرص) کیجانب روانہ ہوا۔ اس کے بعد سنہ ۶۰ھ تک بتیس ۳۲
تینتیس ۳۳ سال کے اندر تقریباً سولہ غزوے بری و بحری بلادِ روم میں ہوئے ہیں
سنہ ۵۲ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات قسطنطنیہ
جاتے ہوئے راستہ میں ہوئی۔ اور حسب وصیت دیوارِ قسطنطنیہ کے قریب
اُن کو دفن کیا گیا۔ (جیسا کہ مذکور ہوا) اُن کی وفات کے بارے میں دوسرا
قول سنہ ۵۱ھ کا اور تیسرا قول سنہ ۵۳ھ کا بھی ہے۔ بلکہ چوتھا قول ابو زُرعہ
دمشقی کا سنہ ۵۵ھ کا بھی ہے۔ ان سب اقوال کو بیان کر کے حافظ ابن کثیرؒ
نے اوّل کو ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے: وَالاوّلُ اَثْبَتُ یعنی پہلا قول سنہ ۵۲ھ
کا محقق اور راجح ہے۔ (ص ۵۹ ج ۸)

حافظ عینیؒ و حافظ ابن حجرؒ (دونوں کی عبارتوں سے بھی معلوم ہوا کہ غزوہ
مدینۂ قیصر (قسطنطنیہ) اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات کے سنہ
میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ اور سنہ ۵۲ کا قول محقق و مُعتبر اور راجح
ہے۔ علامہ عینی کی تاریخ دانی علماء کے نزدیک مسلّم ہے۔ وہ مذکورہ عبارت
کے بعد تنبیہ فرماتے ہیں کہ:

" بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے سفیان بن عوف کی سرکردگی
میں ایک لشکر قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ اس لشکر نے بلادِ روم
میں تہلکہ (اُودھم) مچا دیا۔ اس لشکر میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ
حضرت ابن زبیرؓ حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی تھے۔ حصار میں حضرت
ابو ایوب انصاریؓ نے وفات پائی (حافظ عینیؒ فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں
کہ یہ سادات صحابہؓ سفیان بن عوف کے ساتھ تھے۔ یزید کیساتھ نہ تھے۔
کیونکہ یزید اس لائق ہی نہ تھا کہ یہ بزرگ صحابہؓ اس کی خدمت میں
(اور اس کے ماتحت) ہوں۔

(عمدۃ القاری ص ۶۴۹ ج ۶)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

خط کشیدہ عبارت میں یزید کے بارے میں علامہ عینی کا خیال ملاحظہ فرماتے ہوئے غور کیجئے۔ کہ اگر واقعہ ایسا ہی ہے جیسا کہ علامہ عینیؒ نے بیان فرمایا تو بشارتِ مغفرت کا تعلق یزید کے ساتھ نہیں ہو سکتا جس کا یزید کے حمایتی شور مچاتے ہیں۔ اور پہلی فرصت میں یزید کو مغفرت کا سرٹیفکٹ تھما دیتے ہیں۔ بلکہ اس بشارتِ مغفرت کے مستحق سفیان بن عوف ازدیؒ، بسر بن ابی ارطاةؓ، عبداللہ بن مسعدہ فزاریؓ اور وہ اجلّہ صحابہؓ ہوں گے جو اس غزوہ میں شریک تھے۔ ہاں اس میں یزید کی شرکت یقینی نہیں ہے بلکہ مختلف فیہ اور غیر یقینی ہے۔ اس سے یزید کی مغفرت پر استدلال کوئی احمق ہی کر سکتا ہے جس کو اس کی بھی تمیز نہ ہو کہ محتمل چیز کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

ایک خدشہ کا حل

لیکن ابھی ایک خدشہ باقی رہ جاتا ہے وہ یہ کہ حافظ ابن حجرؒ کا قول پہلے آچکا ہے لِاَنَّہٗ کَانَ اَمِیْرَ الْجَیْشِ بِالْاِتِّفَاقِ یعنی یزید اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔ اس پر مورخین کا اتفاق ہے۔ معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ کے قول کے مطابق اس میں یزید کی شرکت اور امارت یقینی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کا اس مسئلہ پر اتفاقِ مورخین کا دعویٰ کرنا قطعاً غلط ہے۔ آپ کو اوپر معلوم ہو چکا کہ غزوۂ قسطنطنیہ میں یزید کی شرکت مختلف فیہ ہے۔ صاحبِ مرآۃ الزمانؒ، حافظ ابن کثیرؒ، اور حافظ عینیؒ کے مذکورہ بیانات کو پھر سے ملاحظہ فرما لیجئے، تو آپ کو اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ اتفاق کا دعویٰ کرنے میں حافظ ابن حجرؒ سے غلطی ہوئی ہے۔ اور یہ مسئلہ بلاشبہ مختلف فیہ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اختلافات کے سامنے آجانے کے بعد حافظ ابن حجرؒ کے دعوٰی کی حقیقت خود بخود معلوم ہو جائے گی، اور آپ اُن کی غلطی کا اقرار کریں گے۔ پھر اہلِ علم کے نزدیک تاریخی اعتبار سے جو مقام علامہ عینیؒ کا ہے وہ حافظ ابن حجرؒ کا نہیں۔ اور اگر یزید کے حمایتیوں

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کا پھر بھی یہی اصرار ہو کہ یزید ضرور اس لشکر میں تھا تو ہمیں یہ بات تسلیم کر لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا۔ ہم مانتے ہیں کہ بعض مورخین کی تحقیق کے مطابق وہ شریک یا سپہ سالار تھا۔ ممکن ہے کہ یہی درست ہو اور یزید نے اس میں شرکت کی ہو۔ اس وقت اس کے حالات اچھے ہوں گے۔ اور وہ اس بشارتِ مغفرت کا مستحق بھی ہو گیا ہو گا۔ بعد میں حالات بدل گئے تو بشارت کا استحقاق بھی ختم ہو گیا۔ یہ بات ناممکن نہیں۔ رات دن ایسے حالات دنیا میں پیش آتے رہتے ہیں۔ ایک مومن ہے اور جنت کا مستحق ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ (جس نے کلمہ طیبہ صدق دل سے پڑھ لیا وہ جنت میں جائیگا) لیکن اگر کوئی صدق دل سے کلمہ پڑھنے والا جو مذکورہ بشارت دخولِ جنت کا مستحق تھا مرتد ہو گیا (نعوذ باللہ) تو کیا اُس کے بعد بھی وہ جنت میں داخل ہونے کا مستحق رہا؟ ظاہر ہے کہ وہ جنتی نہیں رہا، اسکا استحقاق ختم ہو گیا۔ اسی طرح یزید کے حالات بدل گئے تو بشارتِ مغفرت کا استحقاق ختم ہو گیا۔ یہ بات ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ وہ حافظ ابن کثیرؒ کہہ رہے ہیں جن کو محرم والے مفتی صاحب نے یزید کا حمایتی بنا کر پیش کیا ہے۔ اور جن پر انہوں نے یزید کی نعت خوانی کا الزام و بہتان لگایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ:

"اور لشکر میں یزید بن معاویہؓ بھی تھا، حضرت ابوایوب انصاریؓ نے اُس کو اپنا وصی بھی بنایا۔ اور یزید نے اُن کی نمازِ جنازہ بھی پڑھائی۔ پھر حضرت امام احمدؒ کی تین روایات ذکر کیں جن میں وصیت کا ذکر ہے کہ میں مر جاؤں تو لوگوں سے میرا سلام کہنا اور مجھ کو سرزمینِ روم میں جہاں مجاہدین جہاد کریں اُن کے قدموں میں دفن کر دینا۔ اور میں تم سے وہ حدیث بھی بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی۔ اگر میرا

آخری وقت نہوتا تو میں بیان نہ کرتا اور وہ یہ ہے مَنْ مَاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ (یعنی جو شخص ایسی حالت میں مرجائیگا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریگا وہ جنت میں جائیگا) اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اخیر وقت میں فرمایا کہ میں نے اب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ظاہر نہیں کیا (تاکہ لوگ جری نہو جائیں اب چونکہ میرا آخری وقت ہے اسلئے) اب میں اسکو بیان کرتا ہوں (تاکہ علم کو چھپانے کا گناہ نہو) وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر تم گناہ کرنا چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرمائیگا جو گناہ کریں (اور توبہ کریں) اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرمائے۔ (ملخص)

ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ:

وَعِنْدِیْ اَنَّ ھٰذَا الْحَدِیْثَ وَالَّذِیْ قَبْلَہٗ ھُوَ الَّذِیْ حَمَلَ یَزِیْدَ ابْنَ مُعَاوِیَۃَ عَلٰی طَرَفٍ مِّنَ الْاِرْجَاءِ وَرَکِبَ بِسَبَبِہٖ اَفْعَالًا کَثِیْرَۃً اُنْکِرَتْ عَلَیْہِ کَمَا سَنَذْکُرُہٗ فِیْ تَرْجَمَتِہٖ۔ (البدایہ والنہایہ ص ۵۹ ج ۸)

میرا خیال ہے کہ انہی روایات کی بنا پر یزید میں بگاڑ آیا تھا۔ اور اسی سبب سے اس نے ان بیشمار بداعمالیوں کا ارتکاب کیا تھا جن کی دنیا نے مذمت کی۔ اس کی ان بداعمالیوں کا تذکرہ ہم آئندہ یزید کے حالات میں بیان کریں گے۔

حافظ ابن کثیرؒ کے اس دھماکہ خیز بیان کو بار بار پڑھئے۔ اور یزید کے حالات کے انقلاب اور بگاڑ کا پتہ لگائیے۔ اس بیان کو ذہن میں رکھیئے یہیں سے یہ گتھی بھی سلجھ جاتی ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس سے اتفاق کیوں کیا۔ اور دوسروں نے اختلاف کیوں کیا تھا۔ وجہ یہی ہے کہ شروع کے حالات اختلاف سے مانع تھے۔ بعد کے حالات کا جن کو علم ہوا انہوں نے بیعت

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

فسخ کردی اور اس سے بیزاری کا اعلان کردیا۔ جن کو صحیح علم ہو سکا یا وہ بڑے فتنہ کے اندیشہ سے یکسو اور خلوت نشیں ہو گئے انہوں نے یزید کی بیعت کو باقی رکھا اور تحمل کر اختلاف کا اظہار نہیں کیا۔ اور ولیعہدی و خلافت بھی اس کے ابتدائی حالات کے پیش نظر ہوئیں۔ اسلئے حضرت امیر معاویہؓ و دیگر صحابہؓ پر بھی کوئی الزام نہیں آسکتا۔

حافظ ابن حجرؒ کی یہ بات بھی سنیئے

حافظ ابن حجرؒ جنہوں نے خلاف واقعہ یزید کی امارت و سپہ سالاری پر اتفاق لکھ دیا تھا، آیئے انہیں حافظ ابن حجرؒ کا خیال یزید کے بارے میں پڑھیئے اور غور کیجئے کہ وہ یزید کو جنتی لشکر کا سپہ سالار ماننے کے باوجود یزید کو اُن میں سے کس طرح جُدا کر رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ مَشْرُوْعِیَّةُ الْجِهَادِ مَعَ كُلِّ اِمَامٍ لِتَضْمِیْنِهٖ الثَّنَاءَ عَلٰی مَنْ غَزَا مَدِیْنَةَ قَیْصَرَ وَكَانَ اَمِیْرُ تِلْكَ الْغَزْوَةِ یَزِیْدَ ابْنَ مُعَاوِیَةَ وَیَزِیْدُ یَزِیْدُ۔ (فتح الباری ص۱۵ ج۱۲)

اس حدیث سے ہر امام کے ساتھ جہاد کا مشروع ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث اس شخص کی تعریف وفضیلت (اور بشارت) پر مشتمل ہے جس نے مدینہ قیصر کا غزوہ کیا، حالانکہ اس غزوہ کا امیر (فاسق وفاجر) یزید تھا، اور یزید تو یزید ہی تھا (دُنیا کو معلوم ہے کہ وہ کتنا بُرا آدمی تھا)

حافظ ابن حجرؒ کے لفظ مع کُلِّ اِمَامٍ اور یَزِیْدُ یَزِیْدُ پر غور کیجئے۔ حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہر امام کے ساتھ جہاد مشروع ہے۔ اگرچہ وہ فاسق، فاجر اور ظالم وجابر ہی کیوں نہو۔ وجہ جواز یہ ہے کہ حدیث مذکور میں مدینہ قیصر پر جہاد کی فضیلت اور شریک ہونے والے مجاہدین کے لئے بشارت مغفرت وارد ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

حالانکہ اس جہاد میں امام جہاد اور سپہ سالار فاسق و ظالم یزید تھا۔ دنیا کو معلوم ہے کہ اس نے کیا کیا سیاہ کارنامے کیے۔ سرزمین مکہ و مدینہ اور کربلائے معلیٰ اس کی ستمگاریوں کی گواہ ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ، علامہ ابن تیمیہ اور دوسرے مؤرخین نے جو یزید کے مظالم اور اس کی ناپاک زندگی کی تفصیلات بیان کی ہیں، ان کا انکار کسی صاحب عقل سے بعید ہے۔ جس کے کچھ نمونے گزشتہ اوراق میں آچکے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کا یزید کو مشورہ

حافظ ابن کثیرؒ نے طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ یزید جوانی میں شرابی تھا۔ نوجوانوں کی روش اور طریقہ (آوارگی) اختیار کیے ہوئے تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کو جب حالات کا علم ہوا تو یزید کو (اس کی افتادِ طبع کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے) نرمی سے نصیحت فرمانا مناسب خیال فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا بیٹا! غیر شرعی طریقہ اختیار کیے بغیر بھی اپنی خواہشات کو پورا کرنے پر تم کو پوری پوری قدرت حاصل ہے۔ یہ طریقہ جو تم نے اختیار کیا ہے تمہاری قدر و منزلت اور مروت و شرافت کو خاک میں ملا دیگا، اور دشمنوں کی خوشی اور دوستوں کی رنجیدگی کا باعث ہوگا۔ پھر فرمایا کہ میں تمکو چند اشعار سناتا ہوں انکو یاد کرلو اور ان سے ادب حاصل کرو۔ پھر حافظ ابن کثیرؒ نے چھ اشعار ذکر کیے ہیں اگر ان اشعار کی نسبت حضرت امیر معاویہؓ کی طرف درست ہو تو ان سے یزید کی واہیات زندگی پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

(البدایہ والنہایہ ص ۲۲۸ ج ۸)

حاصل یہ ہے کہ اگر ہم اس غزوہ میں یزید کا امیر لشکر ہونا تسلیم بھی کرلیں تو یزید بشارتِ مغفرت کا پھر بھی مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی زندگی میں شرائطِ مغفرت ناپید ہیں۔ اور اس کے بعد والے حالات تو ایسے عجیب ناپاک ہیں

کہ بعض علماء نے اس کو کافر بھی قرار دیدیا ہے۔ گو اکثر محتاط علماء نے اُس کو کافر کہنے میں احتیاط برتی ہے۔ البتہ اُس کے فسق پر سب نے اتفاق کیا ہے۔ جیسا کہ مذکور ہو چکا۔ حافظ ابن حجرؒ کا قول کہ "یزید تو یزید ہی تھا" کتنا معنی خیز ہے۔ اس میں انہوں یزید کو بشارتِ مغفور لہم سے صاف نکال دیا۔ حافظ عینیؒ کا یہ فرمانا کہ "یزید اس کا اہل ہی نہ تھا کہ سادات صحابہؓ اُس کی سرکردگی و ماتحتی میں شریکِ غزوہ ہوں، حقیقت سے لبریز ہے۔ جو تاریخِ یزید کو اپنے پہلو میں لئے ہوئے ہے۔

احتمالات کے باوجود کوئی قطعی حکم لگا دینا اہلِ علم کی شان کے خلاف ہے

صاحب مرآۃؒ، علامہ عینیؒ اور حافظ ابن کثیرؒ کی تصریحات سے آپکو معلوم ہو گیا کہ یزید کا اس غزوہ میں شریک ہونا جس کے مجاہدین کے لئے مغفور لہم کی بشارت ہے یقینی نہیں ہے۔ لیکن اگر اُس کی شرکت مان بھی لیجائے تو اس کے اس بشارت میں داخل ہونے میں دوسرے احتمالات بھی ہیں۔

(۱) ممکن ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے بشارتِ مذکورہ میں شامل کرنے کیلئے یزید کو بھی لشکر کے ساتھ کر دیا ہو۔ لیکن بطیبِ خاطر (اور دل کی خوشی سے) کسی چیز کو قبول کر لینے کا اثر اور ہوتا ہے۔ اور زبردستی کا حکم اور ہوتا ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ (۲) اور اگر وہ گیا بھی ہو تو اس نے غزوہ میں شرکت کی یا شاید اپنی آوارگی ہی میں لگا رہا ہو۔ (۳) اور اگر بالفرض اُس نے قتال بھی کیا یا وہ سپہ سالار بھی تھا اور اُس نے مدینۂ قیصر کو فتح بھی کر لیا تو اس وقت وہ چھبیس سالہ نوجوان تھا۔ بقول حافظ ابن کثیرؒ بعد میں اسکے حالات ایسے بدل گئے کہ وہ استحقاقِ بشارت ہی سے محروم ہو گیا جیسا کہ علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ وہ نااہل تھا۔ بشارتِ مغفرت کا استحقاق اُس کو حاصل نہ تھا۔

(۴) نیز بشارت اکثر افراد کے اعتبار سے بھی تو ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے یزید کو

مشتمل ہو جیسا کہ صلح حدیبیہ میں عبداللہ بن اُبی منافق مغفرت و بشارتِ جنت سے محروم رہا۔ حالانکہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ڈیڑھ ہزار اجلۂ صحابہؓ کے ہمراہ حدیبیہ میں موجود تھا۔ ؎

تہیدستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل ؛ کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

مفتی صاحب بھی طلبہ کو بہت سے مسائل میں "لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ" کا قاعدہ بتاتے ہیں۔ دوسری حدیث میں مذکور ہے اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (اللہ تعالیٰ کبھی اس دین کی تائید کسی نافرمان سے بھی کرا لیتے ہیں) یزید سے بھی اگر یہ خدمت لے لی گئی ہو اور مستحقِ مغفرت بھی کر دیا گیا ہو اور لبعد کے حالات نے اُس بدقسمت کو اس بشارت سے محروم کر دیا ہو تو کیا بعید ہے۔ آخر ایسے لوگ بھی تو ہیں کہ وہ اچھے اعمال لیکر بارگاہِ خداوندی میں پہونچیں گے اور اُن کے اعمال دوسرے حقداروں کو دیدیئے جائیں گے جن کی انہوں نے حق تلفی کی تھی۔ اور وہ اعمال والے خالی ہاتھ رہجائیں گے۔ اور یزید نے جو حق تلفیاں کی ہیں اور جن مظالم کا اُس نے ارتکاب کیا ہے وہ دُنیا پر روشن ہے۔ یزید کے حامی اُس کی سیہ کاریوں کے داغ دھو نہیں سکتے۔ ہمارا مقصد ان احتمالات کے بیان کر دینے سے صرف یہ ہے کہ اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے یزید کو جنتی کہہ دینا اہلِ علم کی شان کے خلاف ہے۔ جب کسی دلیل میں احتمال پیدا ہو جاتا ہے تو اُس دلیل سے کسی حکم کو ثابت نہیں کیا جا سکتا اس بات کو تمام اہلِ علم جانتے اور مانتے ہیں مگر محرم والے تو یزید کے غالی معتقدین میں سے ہیں۔ جن کے متعلق علامہ ابن تیمیہؒ کا فیصلہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ اہلِ علم سے کوسوں دُور ہیں۔

ہم بالکل یزید کو جہنم رسید نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہمارا یہ منشا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی فاسق کی مغفرت نہ کریگا۔ اگر یزید کی مغفرت ہو جائے تو ہمارا کوئی حرج نہیں۔ نہ ہم دوزخ و جنت، عذاب و ثواب کے ذمہ دار ہیں۔ بلکہ

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

علمی میدان میں علمی طریقہ کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ اور کسی حکم کیلئے ٹھوس دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ محض زبردستی اور دھینگا مشتی سے کوئی حکم تسلیم نہیں کیا جا سکتا خصوصًا ایسی چیز جو راسخین فی العلم اکابر کے نظریہ کو غلط کرتی اور اُن کے پاک دامنوں کو داغدار کرتی ہو ہرگز نہیں قبول کی جا سکتی۔

اب ذیل میں ہم اس بشارتِ مغفرت پر چند اکابر محدثین کی تحقیقات سپردِ قلم کرکے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ کا قول

قَالَ الْمُهَلَّبُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَنْقَبَةٌ لِمُعَاوِيَةَ لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ وَمَنْقَبَةٌ لِوَلَدِهٖ لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ غَزَا مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ وَتَعَقَّبَهٗ ابْنُ التِّيْنِ وَابْنُ الْمُنِيْرِ بِمَا حَاصِلُهٗ اِنَّهٗ لَا يَلْزَمُ مِنْ دُخُوْلِهٖ فِيْ ذٰلِكَ الْعُمُوْمِ اَنْ لَّا يَخْرُجَ بِدَلِيْلٍ خَاصٍّ اِذْ لَا يَخْتَلِفُ اَهْلُ الْعِلْمِ اَنَّ قَوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ مَشْرُوْطٌ بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مِنْ اَهْلِ الْمَغْفِرَةِ حَتّٰى لَوِ ارْتَدَّ اَحَدٌ مِّمَّنْ غَزَاهَا بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ يَدْخُلْ فِيْ ذٰلِكَ الْعُمُوْمِ اِتِّفَاقًا فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ مَغْفُوْرٌ لِمَنْ وُجِدَ شَرْطُ الْمَغْفِرَةِ.

محدث مہلبؒ نے کہا کہ اس حدیث میں امیر معاویہؓ کی فضیلت ہے۔ کیونکہ انہوں نے (بلادِ روم میں) سب سے پہلا بحری جہاد کیا ہے اور اس سے انکے بیٹے یزید کی بھی منقبت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس نے سب سے پہلے مدینۂ قیصر پر جہاد کیا (آگے ابن حجرؒ اس کی تردید میں کہتے ہیں کہ محدث ابن التین اور محدث ابن المنیرؒ نے مہلب کی تردید کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دلیل خاص کیوجہ سے اس عموم سے خارج نہو سکے۔ اسلئے کہ اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مغفور لہم

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

فِيْهِ مِنْهُمْ ــــــــ

(حاشیہ بخاری ص۴۱۰ ج۱ و فتح الباری ص۷۴ ج۱۲)

اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں یہاں تک کہ (بالفرض) اُن غازیوں میں سے اگر کوئی شخص اس غزوہ کے بعد مُرتد ہوجائے تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ وہ اس بشارت کے عموم میں داخل نہ رہیگا۔ لہٰذا حدیث کی دلالت اس پر ہے کہ مغفور (بخشا بخشایا) وہی شخص ہوگا جس میں مغفرت کی شرط پائی جائے گی۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ بھی یزید کو امیر شکر تسلیم کرنے کے باوجود بشارت مغفور لہم کا مستحق نہیں مانتے۔ ورنہ تو محدّث مہلبؒ کے قول کی تردید کرنے کے لئے وہ محدّث ابن التین اور محدّث ابن المنیرؒ کا قول نہ لاتے۔ بلکہ اس کے بجائے وہ مہلبؒ کے قول کی تائید کرتے۔

حافظ عینیؒ کا قول

حافظ عینیؒ نے بھی محدّث مہلبؒ کے اس قول مذکور کو بیان کر کے اسکی تردید کی ہے۔ بلکہ وہ توخفگی کے انداز میں اس قول کی تردید اس طرح کرتے ہیں کہ:

قُلْتُ اَیُّ مَنْقَبَةٍ كَانَتْ لِيَزِيْدَ وَحَالُهٗ مَشْهُوْرٌ۔

(عمدۃ القاری ص۱۴۱ ج۱۴)

(علامہ عینیؒ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس میں یزید کی کونسی منقبت و فضیلت ہوسکتی ہے، حالانکہ اسکا حال مشہور ہے۔

(دنیا جانتی ہے کہ وہ اس بشارت کا اہل نہ تھا)

مطلب یہ ہے کہ حافظ عینیؒ بھی یزید کو مغفور لہم کی بشارت میں داخل نہیں مانتے۔ اسی لئے فرمایا کہ یہ اس کی فضیلت کیسے ہوسکتی ہے؟ جبکہ اسکا حال مشہور ہے کہ وہ کیسا پلید فاسق اور ظالم تھا۔

اسکے بعد اپنے اس قول کی تائید میں وہی بات نقل کی جو ابن حجرؒ نے ابن التینؒ و ابن المنیرؒ کی نقل کی ہے۔ (ص۱۴۱ ج۱۴)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ارشاد

قَوْلُہٗ مَغْفُوْرٌ لَّہُمْ تَمَسَّکَ بَعْضُ النَّاسِ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ فِیْ نَجَاتِ یَزِیْدَ لِاَنَّہٗ کَانَ مِنْ جُمْلَۃِ ھٰذَا الْجَیْشِ الثَّانِیْ بَلْ کَانَ رَاْسَہُمْ وَرَئِیْسَہُمْ عَلٰی مَا یَشْھَدُ بِہِ التَّوَارِیْخُ وَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ لَا یَثْبُتُ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اِلَّا کَوْنُہٗ مَغْفُوْرًا لَّہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ عَلٰی ھٰذِہِ الْغَزْوَۃِ لِاَنَّ الْجِھَادَ مِنَ الْکَفَّارَاتِ وَشَانُ الْکَفَّارَاتِ اِزَالَۃُ اٰثَارِ الذُّنُوْبِ السَّابِقَۃِ عَلَیْھَا لَا الْوَاقِعَۃِ بَعْدَھَا نَعَمْ لَوْ کَانَ مَعَ ھٰذَا الْکَلَامِ اَنَّہٗ مَغْفُوْرٌ لَّہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ یَدُلُّ عَلٰی نَجَاتِہٖ وَاِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ بَلْ اَمْرُہٗ مُفَوَّضٌ اِلَی اللّٰہِ فِیْمَا ارْتَکَبَہٗ مِنَ الْقَبَائِحِ بَعْدَ ھٰذِہِ الْغَزْوَۃِ مِنْ قَتْلِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَتَخْرِیْبِ الْمَدِیْنَۃِ وَالْاِصْرَارِ عَلٰی شُرْبِ الْخَمْرِ اِنْ شَاءَ عَفَا عَنْہُ وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَہٗ کَمَا ھُوَ مُطَّرِدٌ فِیْ حَقِّ

اس حدیث سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ یزید اس لشکر میں شامل تھا جس کیلئے مغفور لہم کی بشارت ہے۔ بلکہ تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجاہدین کا سپہ سالار و امیر تھا اور صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اسکے اس غزوہ سے پہلے کے گناہ معاف ہوئے (اگر وہ اس غزوہ میں تھا) وجہ یہ ہے کہ جہاد کفارات میں سے ہے۔ اور کفارات کا شرعی قاعدہ یہ ہے کہ وہ پچھلے گناہوں کو مٹاتے ہیں آئندہ کے گناہوں کو نہیں مٹاتے۔ ہاں اگر مغفور لہم کے ساتھ (مثلاً) (الٰی یوم القیٰمۃ) کا لفظ بھی ہوتا تو یہ حدیث نجات یزید پر دلیل بن سکتی تھی لیکن ایسا کوئی لفظ اس میں نہیں۔ اس لئے یہ بشارت دائمی اور یزید کی نجات پر دلیل نہیں۔ بلکہ اسکا معاملہ ان سب گناہوں میں اللہ کے حوالہ ہے جو اسنے

سَائِرِ الْعُصَاةِ عَلٰی اَنَّ الْاَحَادِیْثَ الْوَارِدَۃَ فِیْ شَانِ مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْعِتْرَۃِ الطَّاھِرَۃِ وَالْمُلْحِدِ فِی الْحَرَمِ وَالْمُبَدِّلِ لِلسُّنَّۃِ تَبْقٰی مُخَصِّصَاتٌ لِّھٰذَا الْعُمُوْمِ لَوْ فُرِضَ شُمُوْلُہٗ لِجَمِیْعِ الذُّنُوْبِ۔

(شرح تراجم البخاری)

اس غزوہ کے بعد کیئے مثلاً حضرت حسین علیہ السّلام کا قتل، مدینہ کی بربادی اور شراب نوشی کی عادت (وغیرہ) اگر اللہ چاہے معاف فرمائے چاہے عذاب دیدے جیسا کہ دوسرے گنہگاروں کا معاملہ (مشیّت کے تحت ہے) علاوہ ازیں ایسے لوگوں کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں جو عترتِ پاک کی توہین کرے۔ یا حرم پاک میں کجروی اختیار کرے۔ اور سُنت کو مٹا دے وہ اس عموم میں تخصیص کرنیوالی ہیں۔ اگر یہ بات مان لی جائے کہ یہ حدیث تمام اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کو شامل ہے۔

(ف) حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کا خیال ہے کہ حدیث کے الفاظ مغفور لہم دائمی بشارت اور یزید کی نجات و مغفرت پر دلیل ہے، اُن کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کہ لفظ مغفور اسم مفعول کا صیغہ بمعنی غُفِرَ ہے جس کا تعلق گذشتہ زمانہ سے ہے جس سے عربی زبان کا ادنیٰ طالب علم بھی بخوبی واقف ہے۔ لہٰذا اس جملہ کا بالکل واضح مطلب یہ ہے کہ اس غزوہ میں شریک ہونیوالوں کے پچھلے گناہ معاف ہوگئے۔ کیونکہ جہاد کفارات یعنی ان عبادتوں میں سے ایک ہے جن سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور جن عبادات سے گناہ معاف ہوتے ہیں تو پچھلے ہی گناہ معاف ہوتے ہیں (نیز صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ نہیں ہوتے) اور آئندہ کے گناہ معاف نہیں ہوتے (عقل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ سوچیئے کہ کپڑے پر جو میل کچیل لگا ہوا ہوتا ہے دھلنے سے وہی صاف ہوتا ہے۔ اور جو آئندہ لگے گا اُسکو لگنے سے پہلے ہی کس طرح صاف کیا جا سکتا ہے؟ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے

کہ اس جملہ میں صرف گذشتہ گناہوں کی معافی کی بشارت ہے۔ جنت میں داخل ہونے، نجات پا جانے یا ہمیشہ بخشا بخشایا ہونے کی بشارت کسی لفظ سے نہیں معلوم ہوتی۔ نیز دخولِ جنت و نجات کا تعلق آئندہ زمانہ سے ہے۔ اس فرق کو نہ سمجھ کر کم فہم لوگ مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں۔ یا قصداً دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے محرم والے مفتی صاحب کی طرح اس کو "دائمی بشارت" سے تعبیر کر دیتے ہیں) ہاں اس کلام میں اگر کوئی ایسا لفظ ہوتا جس سے آئندہ یا ہمیشہ کے گناہوں کا معاف ہونا معلوم ہوتا تو اس کو نجات پر دلیل بنا سکتے تھے۔ اور دائمی بشارت کہہ سکتے تھے۔ مثلاً الیٰ یوم القیٰمۃ (قیامت تک کے تمام گناہ) کا لفظ ہوتا تو اس سے نجات اور آئندہ کے گناہوں کی معافی سمجھی جاتی لیکن حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو دوام پر دلالت کرتا ہو۔ تو اس کے یہ معنی بیان کرنا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسطنطنیہ پر پہلی بار چڑھائی کرنے والوں کو مغفور لہم یعنی بخشے بخشائے ہونے کی دائمی بشارت دی ہے" قطعاً نادانی ہے۔ نہ معلوم مفتی صاحب نے حدیث پر ایسی بیجا زیادتی کی جرأت کیوں کی؟ افسوس صد افسوس!

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر جہادِ قسطنطنیہ میں یزید کی شرکت مان بھی لی جائے تو زیادہ سے زیادہ اس حدیث سے صرف یہ سمجھ میں آیا کہ اس سے گذشتہ گناہ (صغیرہ) معاف ہو گئے۔ اس غزوہ کے بعد جو اس نے بڑی بڑی نافرمانیاں کیں مثلاً حضرت حسین علیہ السلام کو شہید کرایا، مدینہ کو تاراج و برباد کیا۔ اور بکثرت شراب نوشی کی وہ سب اللہ کے حوالہ ہیں۔ اللہ جل شانہٗ کی مرضی ہے خواہ وہ اپنے فضل سے معاف فرما دیں یا اس کو ان اعمال کی سزا دیدیں کیونکہ تمام گنہگاروں کے متعلق یہی اصول ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔	اللہ تعالیٰ کفر و شرک تو معاف نہ فرمائیں گے باقی بڑے چھوٹے گناہ جسکے چاہیں گے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

معاف فرمادیں گے (ورنہ سزا دیدیں گے)

حضرت شاہ صاحب نے یزید کے فسق و فجور کو اجمالاً بیان فرماکر تین گناہوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

(۱) شہادتِ حسینؓ (کیونکہ وہی سببِ شہادت بنا) (۲) مدینہ منورہ کی تخریب (بربادی)۔ (۳) شراب نوشی کی عادت۔ غور کیجئے تینوں گناہ کتنے عظیم ہیں۔ ان میں سے ہر ایک گناہ اتنا خطرناک ہے جس سے ایمان کے سلب ہوجانے کا قوی امکان ہے۔ اور تینوں ہی گناہوں پر احادیثِ صحیحہ میں لعنت آئی ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے کمالِ احتیاط کی بنا پر اس کو فاسق ہی قرار دیا ہے، نہ کافر کہا نہ ملعون۔

اخیر میں حضرت شاہ صاحب نے اس توجیہ کی طرف مدلّل اشارہ فرمایا جو علامہ عینیؒ و حافظ ابن حجرؒ کے اقوال میں تفصیل سے گذری ہے کہ اگر یزید کو مغفور لہم کے عموم میں داخل مان بھی لیا جائے تو ایسی نصوص موجود ہیں جن کی وجہ سے اس بدنصیب کو بشارت کا استحقاق نہ رہا۔

مثلاً عترتِ پاک کے ساتھ ظالمانہ سلوک۔ حرمین شریفین پر لشکر کشی کی صورت میں الحاد اور سنتِ نبوی کو پامال کرنا۔ ایسے قابلِ لعنت افعال کا مرتکب بشارت کا مستحق آخر کیسے رہ سکتا ہے؟

دو نمونے جن احادیث کی طرف حضرت شاہ صاحبؒ نے اشارہ فرمایا ہے ان میں سے دو حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا انسانوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ بندے تین ہیں۔ (۱) حرم میں ظلم و گناہ کرنیوالا۔ (۲) اسلام میں جاہلیت کے طور و طریقہ کا طلبگار۔ (۳) اور کسی مسلمان کے پیچھے پڑکر اسکا ناحق خون کرنیوالا۔

(مشکوٰۃ ص۲۷ بحوالہ بخاری)

یقیناً یزید نے ان تینوں جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔
(۲) حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ (قسم کے) لوگوں پر اللہ نے لعنت کی اور میں نے بھی ان پر لعنت کی۔ اور ہر نبی کی دعاء قبول ہوتی ہے۔ (۱) قرآن میں تحریف وزیادتی کرنیوالا۔ (۲) تقدیر کو جھٹلانے والا۔ (۳) زبردستی حاکم بننے والا تاکہ اُن کو عزیز بنادے جن کو اللہ نے ذلیل کیا ہے۔ اور اُن کو ذلیل کردے جن کو اللہ نے عزت دی ہے۔ (۴) اللہ کی حرم کو حلال کرنے والا۔ (۵) میری اولاد (کی جان، مال یا آبرو) کو حلال سمجھنے والا۔ (۶) میری سنت (اور طریقہ) کو چھوڑنے والا۔ (مشکوٰۃ شریف ۲۲)

ان چھ امور میں سے اخیر کے چار نمبر یزید کی زندگی میں بہت نمایاں تھے۔ اور اس کے یہ جرائم حد تواتر کو پہنچ گئے ہیں۔ جیساکہ علامہ تفتازانیؒ نے شرح عقائد میں بیان کیا ہے۔ غرضیکہ ایسی ہی احادیث کی بناء پر شاہ صاحب کے نزدیک یزید بشارتِ مغفورلہم سے خارج ہے۔ اور اسی قسم کی نصوص کی بناء پر بہت سے محتاط وصاحبِ ورع علماء نے بھی اس پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔

حاصلِ کلام

حافظ ابن کثیرؒ، علامہ عینیؒ، حافظ ابن حجرؒ، محدث ابن التینؒ، محدث ابن المنیرؒ، محدث دہلوی وغیرہ کے بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) یزید کا اس غزوہ میں شمول یقینی نہیں، جبکہ مجاہدین کیلئے حدیث مذکور میں بشارت آئی ہے۔ لہٰذا اس کو مغفورلہم میں داخل کرنے کیلئے کسی یقینی غیر محتمل اور معتبر دلیل کی ضرورت ہے۔
(۲) مجاہدین میں شامل ہونے کے باوجود بھی بہت سے احتمالات ہیں۔ جنکے ہوتے ہوئے کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔
(۳) اگر اس کو شریک جہاد یا لشکر کا امیر وسپہ سالار مان بھی لیا جائے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اور بشارت کا مستحق بھی قرار دیا جائے تو گذشتہ گناہوں کی مغفرت سے بشارت کا تعلق ہے۔ آئندہ کی مغفرت یا نجات پر کوئی دلیل نہیں۔ نہ روایت میں کوئی لفظ ایسا ہے جس سے اس کو دائمی بشارت یا نجات کی ضمانت کہا جائے۔

(۴) اگر اس کو بالفرض تسلیم کر لیا جائے تو بعد کے ملعون اعمال اور سیاہ کارناموں کی وجہ سے وہ اس بشارت کا مستحق نہیں رہا۔ اور ان خبیث اعمال کے ہوتے ہوئے اس کا ایمان پر خاتمہ بھی محتمل ہے۔

(۵) مغفرت ونجات اور استحقاق بشارت کا حکم لگانے کے لئے اولاً یزید کی اہلیت پر کوئی دلیل قائم کرنا ضروری ہے۔

(۶) جملہ تفصیلات مذکورہ پر نظر ڈالنے سے حدیث بشارت کی صحیح شرح پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آ گئی۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سب کو شامل اور اس کی مغفرت سب کو عام ہے۔ اس میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ اگر یزید مسلمان تھا اور اس کا ایمان پر خاتمہ ہوا تو اس کی بھی مغفرت ہو ہی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت میں کسی کی کیا اجارہ داری وزبردستی ہے۔ یُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَاءُ وہ جس کو چاہیں سزا دیں جس کو چاہیں بخش دیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہم یقینی طور پر یزید کو مغفور لہم میں کس طرح شامل کر دیں جبکہ اس کی شرکت یقینی ہے نہ اہلیت و استحقاق کا کوئی ثبوت ہے۔ اور نہ اس کے مصداق بننے کیلئے کوئی معتبر دلیل موجود ہے۔ واللہ اعلم

یزید کا بشارت سے کوئی تعلق نہیں

گذشتہ اوراق میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ تاریخی اقوال و روایات میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ یزید کی اس غزوہ میں شرکت بھی ہوئی یا نہیں۔ جبکہ مجاہدین کے لئے مغفور لہم کی بشارت ہے۔ جبکہ بعض حضرات نے سنہ ۳۲ھ تک کے غزوات ہی کو مدینۃ

کی دونوں بشارتوں (قد اوجبوا اور مغفور لہم) کا مصداق قرار دیا ہے حالانکہ یزید پلید اُسوقت بے تمیز و بے شعور اور کمسن بچہ تھا۔ اس وقت اسمیں غزوہ اور جنگ میں شرکت کی اہلیت وصلاحیت ہی نہ تھی۔

حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحبؒ مفتی دارالعلوم دیوبند تو ایک طویل تحقیق کے بعد قطعی فیصلہ یہ فرماتے ہیں کہ یزید کو کسی طرح بھی اوّلیت حاصل نہیں ہے۔ اور بشارت صرف ان مجاہدین کے لئے ہے جنکو اولیت حاصل ہے۔ پھر اُنہوں نے "الحاضر الاسلامی" کی جلد اوّل ص۲۱۴ و ۲۱۵ کے اقتباسات اپنے قول محقق کی مزید تائید میں پیش کیے ہیں۔ جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ابتدائے اسلام سے مسلمان قسطنطنیہ کی اہمیت سے خوب واقف تھے ۳۲ھ سنہ ۶۵۲ء میں مسلمانوں نے ایک عظیم بیڑہ طرابلس الشام میں تیار کر کے اُس کو قسطنطنیہ کے غزوہ کے لئے بُسر بن ابی ارطاةؓ کی سرداری میں روانہ کیا۔ اس اسلامی بیڑہ کی رومی بیڑہ سے مُڈبھیڑ ہوئی۔ اور رومی بیڑا شکست کھا گیا۔ مگر اس غزوہ میں اسلامی بیڑہ قسطنطنیہ نہیں پہنچا۔ ۴۴ھ سنہ ۶۶۴ء میں اسلامی بیڑہ نے قسطنطنیہ پر غزوہ کیا جس کی قیادت بُسر بن ابی ارطاة مذکور نے کی۔ اور یہ بیڑہ طبری کی روایت کے مطابق قسطنطنیہ تک پہونچ گیا۔ اور حدیث مغفور لہم کا مصداق یہی بحری بیڑہ ہے۔ جس نے بسر بن ابی ارطاة کی قیادت میں قسطنطنیہ پر پہلا جہاد کیا تھا۔ یزید اس میں فوج کا امیر یا افسر نہ تھا، اور نہ اسکی اسمیں کسی طرح کی شرکت ہی ثابت ہے کہ وہ بشارت مغفور لہم میں شامل ہو جاتا۔

پھر فضالہ بن عبیدؓ نے خلقیدونیہ کا غزوہ کیا جو ایشیائے کوچک میں باسفور کے قریب ہے۔ اس موقعہ پر یزید بن معاویہؓ ان

لوگوں سے ملا ہے جو فتح پاکر واپس آرہے تھے۔ پھر یہ دونوں ملکر آگے بڑھے (اس سے معلوم ہوا کہ فضالہ بن عبیدؓ غزوہ میں یزید سے مقدم ہیں۔ ورنہ ان لوگوں کی واپسی کے وقت راستہ میں ملاقات کرنے کے کیا معنی؟

مؤرخ یتوفان نے اس غزوہ کو ۶۶۶ء میں بتایا ہے۔ لیکن الیاس ترنی نے کہا کہ جس سال یزید نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا وہ ۵۱ھ مطابق ۶۷۲ء تھا۔ اور یزید وہاں خشکی کے راستہ سے بعد میں پہنچا تھا۔ اور بُسر بن ابی ارطاةؓ دریائی راستہ سے پہلے ہی پہنچ گئے تھے۔ بحری بیڑہ کے سردار بُسر بن ابی ارطاةؓ ہیں۔ جنہوں نے اپنے بیڑہ کو پہلے ہی دریا کے ساحل پر پھیلا کر بحری ناکہ بندی کردی تھی۔ اور یزید اس لشکر میں شامل تھا۔ جو خشکی کے راستہ سے بعد میں وہاں پہنچا تھا۔ نہ وہ امیر تھا نہ سپہ سالار، بلکہ اسکے والد حضرت امیر معاویہؓ نے اُس کو غازیوں میں شامل کردیا تھا، تاکہ وہ بشارت کا مستحق ہوجائے۔ مگر وہ بدنصیب تھا، نہ ہو سکا (جیسے عبداللہ بن اُبی منافق غزوہ حدیبیہ کے موقع پر صحابہؓ کی جماعت کے ساتھ ہوجانے کے باوجود رضوان وغفران سے محروم رہا)

دریائے مرمرہ کے طول ساحل پر عربی جہاز (کشتیاں) پھیل گئے اور ماہ اپریل و ستمبر کے درمیان عربی لشکر نے قسطنطنیہ پر ہجوم کیا لیکن فتح نہ کرسکا۔ پھر جب موسم سرما آگیا تو ایشیائے کوچک کے شمالی و غربی میں شہر قیزیقیا کی طرف عربی فوج چلی گئی۔ اور ربیع میں دوبارہ عربی لشکر نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ المحاضر الاسلامی ص ۲۱۴ و ص ۲۱۵ سے جو اجزاء نقل کئے گئے اُن سے امور ذیل پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱) بلادِ روم و قسطنطنیہ پر ایک ہی غزوہ نہیں ہوا۔ بلکہ فتح ہونے سے پہلے چند مرتبہ لشکر کشی ہوئی، اور تقریباً سات سال تک بلادِ روم میں جہاد ہوتا رہا۔

(۲) حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی وفات میں جیسا کہ پہلے گذر چکا اختلاف ہے کہ کس سنہ میں ہوئی۔ اس بارے میں ۵۰ھ سے ۵۵ھ تک کے اقوال ہیں۔ مگر ۵۲ھ کا قول صحیح اور راجح ہے۔ دونوں تفصیلات کے ملانے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ایوبؓ یزید کے لشکر میں نہ تھے۔ بلکہ وہ پہلے سے جہادِ قسطنطنیہ میں مصروف تھے۔ یعنی حضرت امیر معاویہؓ کے ابتدائی دورِ امارت ہی سے وہ قسطنطنیہ کے جہاد پر چلے گئے تھے۔ یزیدی لشکر کے ہمراہ نہ گئے تھے۔

(۳) جہادِ قسطنطنیہ یزید کی امارت میں نہیں ہوا۔ اور یزید کو اس میں اولیت بھی کسی طرح حاصل نہیں ہے جس سے وہ بشارت مغفور لہم کا مستحق قرار پا جائے۔

(۴) زائد سے زائد یزید اس دستہ کا امیر ہو سکتا ہے جو بعد میں براہِ خشکی وہاں پہنچا۔ پورے لشکر کا امیر نہ تھا۔ اور بشارت ان مجاہدین کے لئے ہے جنہوں نے مدینۂ قیصر (قسطنطنیہ) پر پہلی بار اور براہ دریا پہنچکر حملہ کیا۔ یہ دونوں باتیں یزید کو ہرگز حاصل نہیں ہوئیں جس سے وہ بشارت کا مستحق ہوتا۔

(۵) قسطنطنیہ پر پہلا بحری بیڑہ حضرت امیر معاویہؓ نے بسر بن ابی ارطاۃؓ کی امارت و سرکردگی میں بھیجا تھا جو بقول طبری قسطنطنیہ تک پہونچ گیا تھا۔ اولیت اسی بیڑہ کو حاصل ہے۔ اور وہی بشارتِ حدیث کا مصداق ہے جب محاصرہ ہو چکا تو یزید اس کے بعد براہِ خشکی پہنچا۔ اور حضرت فضالہ کے لشکر سے ملا تھا۔ جو فتح خلقیدونیہ سے واپس ہو رہا تھا۔ پھر وہ سب بسر بن ابی ارطاۃ کے لشکر میں شامل ہوئے۔

(۶) بشارت مغفور لہم بحری لشکر ہی کے لئے ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا (اور حضرت ام حرامؓ کی مفصل حدیث میں بخاری شریف میں اس کی تفصیل موجود ہے)

اور وہ بُسربن ابی ارطاۃؓ کا لشکر تھا۔ بری لشکر کے لئے یہ بشارت نہیں جو یزید کا لشکر تھا۔

الحاصل بُسربن ابی ارطاۃؓ کا لشکر اولی وبحری ہے جو مصداقِ بشارت ہے۔ اور یزید کا لشکر ثانی وبری ہے۔ جسکو بشارت سے کوئی تعلق نہیں۔

(۷) اوّلُ جَيْشٍ الخ میں غزوہ کرنے یعنی حملہ آور ہونیکا ذکر ہے۔ نہ کہ فتح کا۔ اور بشارت صرف پہلا حملہ کرنیوالوں کیلئے ہے۔ فتح کرنے والوں کیلئے نہیں اسلئے اگر یزید فتح میں شریک ہوگیا ہو تب بھی وہ بشارت سے محروم ہوگا۔ لہذا محرم والے مفتی جی کا یہ لکھنا کہ قسطنطنیہ پر پہلی بار جس لشکر نے حملہ کیا تھا اس میں یزید اسلامی فوج کا سپہ سالار تھا۔ اور وہ بشارت مغفورلہم کا مستحق ہوگیا۔ عقلاً ونقلاً غلط ہے۔ خصوصاً تاریخ کے تحت اختلاف نے اس کو انتہائی غیر یقینی بنادیا ہے۔ جسکی وجہ سے یزید کے یقینی اور متفق علیہ فسق وفجور کے باوجود دائمی بشارت اور قطعی مغفرت کا حکم لگادینا اعلیٰ درجہ کی غباوت وحماقت یا قصور تحقیق وقلتِ تدبر یا عباسی جیسے جاہل کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے۔ جو سراسر انصاف ودیانت کے خلاف ہے۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

یزید کی ولیعہدی کا مسئلہ

فضائلِ یزید کے سلسلہ میں مفتی جی نے اس کی ولیعہدی کا مسئلہ بھی چھیڑا ہے۔ ان کے نزدیک ولیعہدی یزید کے تقدس پر ایک زبردست دلیل ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں پوری امتِ مسلمہ نے (جس میں پونے چار سو صحابۂ کرامؓ بھی حیات تھے) متفقہ طور پر یزید کو ولیعہد بنایا۔ اور حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے علاوہ کسی نے کوئی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اختلاف نہیں کیا۔" (محرم ف ک)

آپ مفتی محرمی کی مذکورہ عبارت پڑھیئے۔ یزید کے عشق نے اُن کو اتنا بے قابو کردیا ہے کہ وہ اپنے ہوش وحواس بھی کھو بیٹھے ہیں۔ اور اسی بے خودی کے عالم میں بغیر حوالہ و خلاف واقعہ بقلم خود پوری امت مسلمہ اور تمام ان صحابہؓ کا جو دُنیا میں اس وقت موجود تھے یزید کی ولیعہدی پر اتفاق لکھ مارا۔ یہ صاحب محرم کی جرأت بیجا کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ پھر یہ ظاہر کرکے کہ حضرت حسینؓ وحضرت ابن زبیرؓ نے اس کی ولیعہدی سے اتفاق نہیں کیا۔ اپنے باطل دعویٰ کی کمزور بنیاد کو خود ہی اُکھاڑ پھینکا۔

مفتی صاحب سے پوچھا جائے کہ ان دو ہستیوں کے اختلاف کرنیکے باوجود پوری امت اور تمام صحابہؓ کا اتفاق کیسے ہوگیا۔ کیا یہ حضرات جماعت صحابہؓ اور امت مسلمہ سے خارج تھے۔؟ یا مفتی صاحب کے نزدیک یہ حضرات کسی شمار وقطار ہی میں نہیں تھے، اسلئے انہوں نے اُن کے اختلاف کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔

پھر مفتی صاحب نے اپنے اس اتفاق کے دعوے پر کوئی دلیل یا کوئی حوالہ پیش کرنے کی جرأت کیوں نہیں کی۔؟ وہ اپنی عادت کے مطابق کسی کی طرف منسوب کرکے غلط حوالہ ہی دیدیتے، تو کم از کم عام لوگوں کی کچھ تو تسلی ہوجاتی۔

حیرت ہے کہ مفتی دین نے ایسا خلاف واقعہ اور قطعی جھوٹا دعویٰ کیسے کردیا؟

یاد رکھیئے کہ تاریخ کی تمام معتبر کتابوں میں بہت سے صحابہؓ وتابعینؒ کا یزید کی ولیعہدی سے اتفاق نہ کرنا اور معترض ہونا یا فتنہ کے خوف سے خاموشی کے ساتھ گوشۂ عافیت میں بیٹھ جانا مذکور ہے۔

مفتی صاحب حافظ ابن کثیرؒ کی "البدایہ والنہایہ" کا حوالہ بہت دیتے ہیں۔ آیئے اس کتاب میں دیکھئے "محرم" کے اس باطل دعویٰ کی تردید اسی میں موجود ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

"اور جب حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں یزید کیلئے بیعت لی گئی تو جن لوگوں نے یزید کی بیعت قبول نہیں کی ان میں حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی تھے۔ پھر حضرت عبدالرحمنؓ کا اسی حال میں انتقال ہو گیا کہ وہ اپنے اسی ارادہ پر مضبوطی سے ڈٹے ہوئے تھے۔ ہاں سنہ ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد حضرت ابن عمرؓ و حضرت ابن عباسؓ نے (فتنہ و خونریزی کے اندیشہ سے یزید کی بیعت (بادل ناخواستہ) قبول کر لی۔ اور حضرت حسینؓ و حضرت ابن زبیرؓ عزیمت کو اختیار کرتے ہوئے اپنے بیعت نہ ہونے کے عزم پر پختگی سے قائم رہے۔

(البدایہ والنہایہ ص ۱۵۱ ج ۸)

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

"حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد جب مدینہ کے حاکم ولید نے عبداللہ بن عمرؓ کے پاس اس غرض سے قاصد کو بھیجا کہ وہ یزید کی بیعت کو قبول کر لیں تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ جب سب لوگ بیعت کر چکیں گے تو میں بھی کر لوں گا۔ قاصد نے کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپس میں اختلاف کریں اور لڑ کر مر جائیں۔ اور جب آپ کے مقابل کوئی دوسرا نہ رہے تو لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں؟ فرمایا میں کچھ بھی نہیں چاہتا۔ میں تو یہی کہتا ہوں کہ جب میرے سوا سب لوگ بیعت کر لیں گے تو میں بھی کر لونگا۔

واقدیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر آئی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ و حضرت عبداللہ بن عباسؓ مدینہ میں نہ تھے بلکہ مکہ میں تھے۔ اور وہاں سے مدینہ واپس آ رہے تھے۔ ابن زبیرؓ و حسین بن علیؓ دونوں حضرات

راستہ میں ملے جو یزید کی بیعت سے بچکر مکہ جارہے تھے۔ ابن عمرؓ و ابن عباسؓ نے مدینہ کی خیریت معلوم کی تو ان حضرات نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات ہو چکی ہے۔ اور اب یزید کے لئے (جبراً) بیعت خلافت ہو رہی ہے۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا نہ کرو۔ الغرض یہ دونوں حضرات (ابن عمرؓ و ابن عباسؓ) مدینہ پہنچے۔ اور سب لوگوں کے بعد تفریق و فتنہ سے بچنے کے لئے بیعت قبول کرلی۔ (اور اپنا اختلاف ختم کر دیا)۔ (البدایہ والنہایہ ص۱۴۸ ج۸)

ان مذکورہ اقتباسات کو پڑھئے اور مفتی صاحب کی صداقت کی داد دیجئے۔ کہ اختلاف کرنے والے صرف دو حضرات ہی نہ تھے۔ بلکہ ان کے ساتھ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ و عبداللہ بن عمرؓ و ابن عباسؓ وغیرہ بھی تھے، جنہوں نے اس کی ولیعہدی سے اختلاف کیا۔ مگر خلافت کی بیعت اس مصلحت سے کرلی کہ امت اختلاف اور فتنہ سے بچ جائے۔ پھر یہ حضرات تنہا تنہا اس میدانِ اختلاف میں نہ تھے۔ بلکہ یہ بڑی اہم شخصیتیں تھیں، اور ان کے ہمراہ اور ہم خیال بہت سے لوگ تھے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ اہم آدمی اکیلا ہی ہو، اور اسکا ہم خیال کوئی بھی نہ ہو۔ یہ عادتاً ناممکن ہے۔ چنانچہ ابن کثیرؒ نے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"جب حضرت امیر معاویہؓ کی وفات اور خلافت یزید کی بیعت کی خبر معلوم ہوئی تو لوگ حضرت حسینؓ کے گرد آکر جمع ہوتے۔ انکے پاس آتے جاتے، اُن کی مجلس میں بیٹھتے اور اُن کے ارشادات سنتے تھے۔

(البدایہ والنہایہ ص۱۵۱ ج۸)

ابن کثیرؒ کے مذکورہ بیانات سے معلوم ہوا کہ (۱) یزید کی ولیعہدی میں بہت اختلاف رہا۔ بہت سے اکابر صحابہؓ نے اس کی ولیعہدی کو ناپسند کیا۔ (۲) اور بیعت خلافت میں چند اہم ترین شخصیتوں کے علاوہ ان سے وابستہ

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

لوگوں نے اور تمام اہلِ مکہ نے اختلاف کیا۔ جملہ مؤرخین نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ اہلِ مکہ نے یزید کی خلافت سے اختلاف کیا۔ اور اہلِ مدینہ نے بھی کچھ عرصہ کے بعد اس کی بیعت کو فسخ کر دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں انتہائی شرمناک واقعۂ حرہ پیش آیا۔ ان سب حقائق کو ابن کثیرؒ نے بھی البدایہ والنہایہ میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(۳) ابن عباسؓ و ابن عمرؓ کے متعلق مفتی صاحب کا یہ دعوی کہ انہوں نے برضا و رغبت ولیعہدی و خلافتِ یزید کی بیعت کو قبول کر لیا تھا۔ واقعہ کے خلاف اور ان ہستیوں پر بہتان ہے۔ کوئی معتبر مؤرخ اس قسم کی بات نہیں لکھ سکتا۔ بلکہ مفتی صاحب نے اپنے یزید کو متفق علیہ امیر المؤمنین اور حضرت حسینؓ جیسے جلیل الشان صحابی کو لالچی، جاہ طلب، مسلمانوں میں انتشار و تفرقہ پھیلانے والے اور باغی و طاغی ثابت کرنے کے لئے ان چند بزرگوں کے نام یزید کی حمایت میں پیش فرما کر عوام کو دھوکہ دیا ہے تاکہ وہ ان کے محبوب آقا یزید پلید کو امام برحق اور متفق علیہ خلیفۃ المسلمین تسلیم کر لیں۔ ورنہ ان سے کوئی پوچھے کہ پونے چار سو صحابہ میں سے آپ کو صرف مذکورہ پانچ چھ حضرات ہی یزید کے حمایتی مل سکے ہیں؟ ان چند ناموں کا پیش کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے مخالفین زیادہ اور موافقین کم تھے۔ چنانچہ ابن کثیرؒ، ابن خلدونؒ، ابن اثیرؒ، ابن تیمیہؒ وغیرہ جملہ مؤرخین اس کی ولیعہدی و خلافت میں صحابہؓ و تابعینؒ کا شدید اختلاف بیان کرتے ہیں۔

مفتی صاحب بتائیں کہ کس نے اس کی ولیعہدی یا خلافت کو متفق علیہ لکھا ہے۔

ایک صحابی کی توہین

مفتی صاحب اپنے محرم کے ص۲ پر لکھتے ہیں کہ "حضرت عبد المطلب بن ربیعہ ہاشمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے اور صحابی تھے۔

مدینہ سے دمشق جاکر رہنے لگے تھے۔ وہ یزید سے اس قدر محبت فرماتے تھے اور یزید پر اس درجہ اعتماد کرتے تھے کہ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے یزید کو اپنا وصی یعنی وارث بنا یا۔ (البدایہ والنہایہ ص ۲۱۳/ج ۲) (محرم ص ۱۱)

اس مذکورہ عبارت میں صاحب محرم کی جرأت بیجا قابل دید ہے۔ کہ عبدالمطلب بن ربیعہ صحابیؓ یزید کے عشق میں اتنے بے قابو ہو گئے کہ انہوں نے اپنا اصل وطن ـــــ اور دیار رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) چھوڑکر دیارِ یزید کو اپنا وطن بنالیا۔ کیا یہ ایک صحابیِ رسول کی شان میں بدترین گستاخی نہیں ہے ؟

(۲) ان صحابیِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یزید سے اس قدر محبت اور اسپر اتنا اعتماد تھا کہ انہوں نے اپنے وارث رشتہ داروں کو محروم کر دیا۔ اور ان کی حق تلفی کرکے اپنے خود ساختہ محبوب یزید کو اپنا وارث بنا دیا جو صریح ظلم اور کھلی زیادتی ہے۔ کیا کسی صحابی کی اس سے زائد بھی توہین ہو سکتی ہے؟

افسوس صد افسوس! مفتی صاحب صحابہ کرامؓ کی شان میں ایسی زبردست گستاخیاں کرتے ہیں اور اُن کو پرواہ بھی نہیں ہوتی۔

(۳) اہلِ علم جانتے ہیں کہ وصی اور ہوتا ہے اور وارث اور۔ وصی کا ترجمہ وارث نہیں ہے مگر مفتی جی کی یعنی نے خود اُن کی لیاقت و قابلیت کی عمارت پر پانی پھیر دیا۔ اور اُن کے مفتی ہونے کی صلاحیت کو طشت از بام کر دیا۔ یہاں تو خود انہیں کا سُنایا ہوا شعر انہیں پر فٹ ہوتا ہے۔ ؎

پہلے مفتی تھے مسائل کو بتانے والے ؛ اب بھی مفتی ہیں مگر مفت کی کھانیوالے

ناظرین! مفتی صاحب کی اس یعنی کا کمال مُلاحظہ فرماکر اُن کی اس رفعتِ علمی کی داد دیں جسکے گھمنڈ میں انہوں نے سلف و خلف کو گمراہ قرار دیدیا ہے۔

(۴) وہ یزید کی حمایت میں اتنے بدحواس ہو گئے ہیں کہ اس واقعہ کا حوالہ بھی غیر واقعی دیدیا۔ ناظرین خود البدایہ والنہایہ ص ۳۱۲ ج ۲ ملاحظہ فرمالیں۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کہیں دُور تک اس فرضی داستان کا نام ونشان نہیں ہے۔ اگر مذکورہ حوالہ صحیح ثابت کردیا جائے توہم مفتی صاحب کو وہ انعام دیں گے جو اُنکے شایانِ شان ہوگا۔

یاد رکھیئے جس طرح یہ حوالہ ہوائی اور غلط ہے اسی طرح اس سے اُوپر کتاب مذکور کا حوالہ بھی غلط ہے۔ وہ اس بات کے عادی ہیں کہ غلط سلط حوالے دیکر جاہلوں یا عام مولویوں پر اپنا رُعب جمادیں۔ شاید یہ فریب دہی اُن کو یزید کے تعلق سے حاصل ہوئی ہوگی جس کو "یزیدی فیض" کہنا بہتر ہوگا۔

صحابہؓ وتابعینؒ کا اختلاف

نہ معلوم محرم والے مفتی صاحب کو یزید کی ولیعہدی پر اُمتِ مُسلمہ وصحابۂ کرامؓ کا اتفاق باور کرانے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ جس کی وجہ سے اُنہوں نے جھوٹ جیسے بدترین گناہ کا ارتکاب کیا۔ حالانکہ ولیعہدی میں اتفاق کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ولیعہدی باقاعدہ خلافت نہیں ہوتی جسکے لئے اتفاق ضروری ہو۔ بلکہ بادشاہ یا خلیفۂ وقت کسی شخص کو خود اپنی صوابدید پر یا چند آدمیوں کے مشورہ سے اپنا ولیعہد بنا سکتا ہے (جیسا کہ اس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے) چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ وغیرہ کے مشورہ سے یزید کو ولیعہد مقرر فرمادیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے یہ کام اپنی صَواب دید پر مسلمانوں کے حق میں بہتر سمجھکر کیا۔ لیکن پوری اُمتِ مسلمہ یا تمام حضراتِ صحابۂ حضرت امیر معاویہؓ کی اس رائے سے ہرگز متفق نہ تھے۔ کتبِ تاریخ اسکی گواہ ہیں کہ یزید کی ولیعہدی اور خلافت ہر دو میں حضرات صحابۂ کرامؓ وتابعینؒ کا یقیناً اختلاف رہا ہے۔ جیسا کہ قریب ہی میں اِس کی تھوڑی سی وضاحت ہوچکی ہے۔ اس سلسلہ میں صحابۂ کرامؓ وتابعینؒ کے حسب ذیل کے تین گروہ تھے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ایک گروہ صحابہؓ و تابعینؒ کا ایک گروہ یزید کے ظاہری اور ابتدائی حالات کی بنا پر اُس کی ولیعہدی و خلافت سے متفق رہا۔

یہ لوگ سمجھتے تھے کہ اگرچہ یزید سے افضل اور لوگ بھی موجود ہیں۔ مگر یزید میں بظاہر کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔ اسلئے اُنہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کی طرح اس کو صالح اور خلافت کا اہل سمجھا، اور حضرت امیر معاویہؓ کی رائے سے اتفاق کیا، جن میں سے چند حضرات (حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، حضرت عبدالمطلب بن ربیعہؓ اور حضرت محمد بن حنفیہؒ وغیرہ) کا تذکرہ محرم میں بھی موجود ہے۔ گو تحقیق یہ ہے کہ ابن عمرؓ و ابن عباسؓ اس کی ولیعہدی سے متفق نہ تھے۔ اُنہوں نے اُمت میں تفریق سے بچنے کیلئے بعد میں بیعتِ خلافت کرلی تھی، اور حضرات کا منشا بھی یہی تھا۔ البتہ اکثر بنو امیہ کے لوگوں نے ولیعہدی و خلافت دونوں پر خوش دلی سے صاد کیا تھا۔ گو بعض حضرات بنی امیہ مثلاً سعید بن عثمان وغیرہ اس سے متفق نہ تھے۔

دوسرا گروہ دوسرا گروہ وہ تھا جو یزید کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ اسلئے اس کی خلافت سے کھُل کر اختلاف کرتا تھا۔

ان میں سے حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور اُن کے ہمنوا اہلِ مکہ اور واقعۂ کربلا کے بعد مدینہ کے بیشمار حضرات بھی تھے۔ اور ان حضرات کی رائے بھی اپنی جگہ پر بالکل درست تھی۔ کیونکہ جس ماحول میں یزید کی خلافت منعقد ہورہی تھی اس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ و حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت حسین بن علیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، جیسے جلیل القدر صحابہؓ و صلحائے امت اور مُدبّرین موجود تھے۔ اس ماحول میں یزید کو خلافت کیلئے (اس کے ظاہری حالات کی بہتری کے باوجود) نا اہل و غیر موزوں سمجھنا کچھ بعید نہیں تھا۔ اُمت میں خیر و صلاح کا دور دورہ تھا۔ ایسے حالات میں خلافت کیلئے عدالت و تقویٰ کے جس بلند معیار کی ضرورت

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

تھی ظاہر ہے کہ یزید اس وقت بھی اس پر پورا نہیں اُترتا تھا۔ اسی لئے بہت سے صحابہؓ نے اس نامزدگی کی کھل کر مخالفت کی، اور کسی بھی صورت میں وہ یزید کی بیعت پر آمادہ نہیں ہوئے۔

تیسرا گروہ تیسرا گروہ وہ تھا جو ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ اور حضرت حسین ابن علیؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ کے مقابلہ میں یزید کی خلافت کو بہتر تو نہیں سمجھتا تھا لیکن اس خیال سے اس کی ولیعہدی اور پھر خلافت کو گوارا کر رہا تھا۔ کہ اُمّت میں افتراق و انتشار پیدا نہ ہو۔ مثلاً حُمید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں یزید کی ولیعہدی کے وقت حضرت بشیرؓ کے پاس تھا جو صحابہؓ میں سے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یزید امّتِ محمدیہ میں سب سے بہتر نہیں ہے۔ اور میں بھی یہی کہتا ہوں لیکن اُمّت کا جمع ہونا مجھے افتراق کی بہ نسبت زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔

خلاصۂ کلام کلام کا حاصل یہ ہے کہ یزید کے بارے میں صحابہؓ و تابعینؒ کا اختلاف رہا ہے۔ اور یہ اختلاف درحقیقت رائے اور اجتہاد کا اختلاف تھا جس میں سب حضرات ماجور (اجر و ثواب کے مستحق) ہیں ان میں سے کسی کو بھی مطعون اور موردِ الزام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ وہ سب مجتہد تھے۔ اور مجتہد اپنے اجتہاد میں ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ لیکن حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد جب یزید کا فسق و فجور کھل گیا اور واقعۂ کربلا نے اسکی ظالمانہ روش روزِ روشن کی طرح ظاہر کر دی تو اہلِ مدینہ نے کھل کر بغاوت کر دی۔ یزید و بنی امیہ سے بیزاری عام ہو گئی۔ جیسا کہ پچھلے اوراق میں آچکا ہے۔ مفتی صاحب نے بھی اس بغاوت کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر اس کو اتنا ہلکا کر کے اور اہلِ مدینہ کو قصور وار اور نادان و ناتجربہ کار قرار دیکر کہ یزید پلید کی معصومیت و بے گناہی میں بال نہ پڑ جائے ــ وہ فرماتے ہیں کہ:

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

" اور جس وقت بعض نوجوان اہلِ مدینہ نے بغاوت کی اور آپ سے یزید کی بیعت توڑنے کے لئے کہا، اور یزید کو بے نمازی اور شرابی وغیرہ بتایا تو اسپر آپ (محمد بن الحنفیہ) نے سختی سے انکار کیا" (محرم ف ٹ)

"بعض نوجوان اہلِ مدینہ" کے الفاظ اور ان الفاظ کے معنی پر غور فرما کر حمایتِ یزید پر مفتی صاحب کو داد دیجیے۔

حضرت نانوتویؒ کا ارشاد

باپ کے انتقال کے بعد جب اختیار یزید کے ہاتھ میں آیا تو وہ خوب کھل کر کھیلا، اور بلا تردُّد وہ سب کچھ کر گذرا جو کچھ ایک با اختیار فاسق وفاجر کر سکتا ہے۔ اس طرح اس نے حضرت امیر معاویہؓ کی نیک توقعات اور متفق لوگوں کے حسنِ ظن پر پانی پھیر دیا۔ چنانچہ حضرت مولانا نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ:

"جب حضرت امیر معاویہؓ نے یزید پلید کو اپنا ولیعہد بنایا اسوقت تک وہ کھلم کھلا فاسق نہ تھا۔ اگر وہ نازیبا حرکتیں کرتا ہوگا تو چھپ چھپا کر کرتا ہوگا۔ جس کی حضرت امیر معاویہؓ کو پورے طور پر خبر نہ ہوگی۔ ہاں اس کی جنگی مہارت مشہور تھی (پھر اُمِّ حرامؓ کی حدیث اور اُن کے گھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خواب اور اُن کی بشارتوں کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا کہ) دوسری بشارت (مغفور لہم) کا مصداق لوگ یزید اور اُسکے ساتھیوں کو قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ تاریخ جاننے اور حدیث پڑھنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ان خرابیوں کے پیشِ نظر جو یزید اپنے اندر رکھتا تھا یہ بات ہو سکتی ہے کہ وہ اُن منافقوں کی طرح ہو جو بیعتِ رضوان میں شریک ہو گئے تھے۔ اور نفاق کی وجہ سے رضوانِ خداوندی سے محروم رہے تھے۔ اسی طرح یزید بھی اس بشارت کے فضائل وبرکات سے محروم رہا۔ اور حضرت امیر معاویہؓ نے جو اُس کو ولیعہد بنایا اسکی وجہ یہ تھی کہ اسکو

انتظام مملکت کا سلیقہ حضرت امیر معاویہؓ کی نظر میں اوروں سے زائد ہوگا۔ گو اُن کی نظر میں بھی اس سے بہتر وافضل دوسرے لوگ موجود تھے۔ تو زیادہ سے زیادہ حضرت امیر معاویہؓ نے افضل کے ہوتے ہوئے (مملکت اسلامیہ کی مصلحت کے پیشِ نظر) غیر افضل کو ولیعہد بنا کر اُسکو خلافت کیلئے منتخب کیا۔ جو صرف ترکِ افضل ہوا۔ ناجائز نہوا۔ اسکو گناہ نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے پیر اپنے پیٹ سے باہر نکال دیئے۔ اور خوب کُھل کر کھیلا، اور علی الاعلان فسق کرنے لگا۔ نماز تک چھوڑ بیٹھا۔ اور بیان کردہ مقدمات کی رُو سے وہ قابلِ عزل ہوگیا۔ اور اس طرح حالات کا بدل جانا بہت ممکن ہے محال نہیں۔" (از مکتوب نہم ص ۱۲، ۱۳)

حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو ولیعہد کیوں بنایا؟

حضرت مولانا نانوتویؒ کے ارشادِ مذکور سے اس سوال کا جواب بھی عیاں ہوگیا۔ درحقیقت یزید میں بعض خصوصیات (شجاعت، مہارتِ جنگ اور سیاسی اُمور سے واقفیت وغیرہ) ایسی تھیں کہ وہ مملکت کا انتظام بخوبی سنبھال سکتا تھا۔ اور اس کا فسق وفجور کھلا ہوا نہ تھا۔ دوسری مصلحت یہ تھی کہ اگر اُمّت اس پر متفق ہوگئی تو خونریزی وخانہ جنگی سے اُمّت محفوظ رہیگی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ پوری دیانتداری ونیک نیتی کے ساتھ یزید کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ متعدد تواریخ میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے سعید بن عثمانؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے یہ شکایت کی کہ آپ نے یزید کو ولیعہد بنا دیا حالانکہ میرا باپ اسکے باپ سے اور میری ماں اس کی ماں سے افضل ہیں۔ اور میں خود اس سے افضل ہوں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم تمہارے والد مجھ سے بہتر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب تھے۔ تمہاری ماں بھی یزید کی

ماں سے افضل تھیں۔ لیکن جہاں تک یزید کا معاملہ ہے اگر سارا غوطہ شہر تم جیسے آدمیوں سے بھر جائے تو بھی یزید (اپنی خصوصیات کی بنا پر) تم سے بہتر اور (امورِ سلطنت کے لئے) زیادہ پسندیدہ ہوگا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ وہ کسی ذاتی برتری یا رشتہ کی بنا پر یزید کو افضل نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کی دیانتدارانہ رائے یہی تھی کہ یزید سلطنت وخلافت کے معاملات کو بہتر انجام دے سکتا ہے۔ اور یزید کے متعلق دینی کوتاہیوں کے سلسلہ میں جو اندیشے تھے وہ سمجھتے تھے کہ ذمہ داری سر پر آجانے کے بعد یہ جھول بھی باقی نہ رہیگا۔ چنانچہ انہوں نے اس کی ان کوتاہیوں پر جن کا کچھ نہ کچھ حضرت امیر معاویہؓ کو احساس تھا نہایت دلسوزی سے وصیت ونصیحت فرمائی۔

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کے دل میں دوسروں کو چھوڑ کر اپنے بیٹے یزید کو ولیعہد بنانے کا جو داعیہ پیدا ہوا اس کی وجہ امت کے اتفاق واتحاد کی مصلحت تھی۔ بنی امیہ کے اہل حل وعقد اس پر متفق ہوگئے تھے۔ اور وہ اسوقت اپنے کے علاوہ کسی اور پر راضی نہ ہوتے۔ نیز اس وقت قریش کی سربرآوردہ جماعت بھی وہی تھی۔ اور اہلِ ملت کی اکثریت انہیں میں سے تھی۔ اسلئے حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو ترجیح دی، اور افضل سے غیر افضل کی طرف رجوع کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کی عظمتِ صحابیت اور شانِ عدالت اسکے سوا کسی اور گمان سے مانع ہے۔

یزید کا انقلابی رُخ

یزید کی جو مکروہ تصویر عموماً لوگوں کے ذہنوں میں بسی ہوئی ہے اُسکی بنیادی وجہ کربلا کا المناک واقعہ ہے۔ بیشک ایک مسلمان کو یہ تصور کرنا انتہائی مشکل ہے۔ کہ جس شخص پر کسی نہ کسی درجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسہ کے قتل کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اُس کو صالح اور خلافت کا اہل کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن حقیقت حال کی واقعی تحقیق اگر مقصود ہو تو اس

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

معاملہ میں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ جس وقت یزید کو ولیعہد بنایا جارہا تھا اُسوقت حادثہ کربلا (یا واقعۂ حرہ) واقع نہوا تھا۔ اور کوئی شخص یہ تصوّر بھی نہیں کرسکتا تھا کہ یزید کی حکومت میں حضرات اہل بیت و حضرت حسینؓ کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک کیا جائیگا۔ اس وقت یزید کی شہرت جھوٹوں بھی اس طرح کی نہ تھی جیسی آج ہے۔ اس وقت تو وہ ایک جلیل القدر صحابی کا بیٹا اور خلیفۂ برحق کا صاجزادہ تھا۔ اسکے ظاہری حالات صوم وصلوٰۃ کی پابندیٔ اس کی دنیوی نجابت وشرافت اور اس کی انتظامی صلاحیت کی بناپر واقعی یہ رائے قائم کرلینے کی پوری گنجائش تھی کہ وہ خلافت کا اہل ہے۔ جیساکہ حضرت امیر معاویہؓ اور بہت سے صحابہ وتابعینؒ کی رائے تھی، لیکن اُس نے توبقول مولانا نانوتویؒ باپ کے مرنے کے بعد اپنے پیر پیٹ سے باہر نکالدیے۔ اور پھر ایسا کھل کر کھیلا کر دنیا خوب جانتی ہے۔ (ماخوذ از حضرت امیر معاویہؓ)

حضرت امیر معاویہؓ کی وصیّت ونصیحت

کیونکہ یزید کی وہ نازیبا حرکتیں جن کو وہ چھپ چُھپا کر کرتا تھا کسی نہ کسی درجہ میں حضرت امیر معاویہؓ کے علم میں آچکی تھیں، اور وہ یہ خیال فرماتے تھے کہ یہ غیر ذمہ دارانہ روش لڑکپن کی عارضی حالت ہے۔ یہ معمولی لاأُبالی پن ذمّہ داری سَر پر آجانے سے عموماً ختم ہوجاتا ہے۔ اسلئے انہوں نے اس سلسلہ میں یزید کو نہایت دلسوزی وتاکید کے ساتھ ایک طویل وعریض نصیحت ووصیت متعدّد بار کی جسکا حضرت امیر معاویہؓ کو انشاء اللہ اپنے اخلاص وحسنِ نیت پر ضرور اجر وثواب ملیگا۔

مؤرخین نے بھی حضرت امیر معاویہؓ کی ان نصیحتوں کو مختلف عنوانات والفاظ کے ساتھ بڑے اہتمام سے ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض نصیحتوں کا تذکرہ چند اوراق پہلے عنوان "حضرت امیر معاویہؓ کا یزید کو مشورہ" کے ضمن میں البدایہ

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۸ کے حوالہ سے آ بھی چکا ہے۔

واقدیؒ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے یزید کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ:

"اے یزید تو اللہ سے ڈرتے رہنا، میں نے تیرے لئے خلافت کی راہ ہموار کردی ہے۔ اور اپنے اختیارات تجھ کو سونپ دیئے ہیں۔ تو اگر ٹھیک رہا تو یہ میری خوش قسمتی ورنہ میری بدنصیبی ہوگی۔ لوگوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے رہنا۔ اگر اذیت وابانت کی کوئی بات کسی کی طرف سے پہنچے تو اس کو درگذر کردینا اور چھپالینا، تیری زندگی خوشگوار رہے گی۔ اور رعیت بھی درست رہیگی۔ جھگڑے سے بچنا، غصہ نہ کرنا، ورنہ تو خود کو اور اپنی رعیت کو ہلاکت میں ڈال دیگا۔ اچھے لوگوں کی توہین وتذلیل اور انکے مقابلہ میں بڑا بننے سے بچتے رہنا۔ اعتدال کے ساتھ اُن کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا۔ نہ اتنا کہ تیری کمزوری وبزدلی کا خیال ہونے لگے۔ اپنے بستر پر اپنے قریب کرکے اُن کو بٹھلانا تاکہ وہ تیرا حق پہچانیں۔ اور ان کو متہم نہ کرنا۔ اُن کی حق تلفی نہ کرنا، کہ وہ بھی اسکے بدلے میں ایسا ہی کریں گے۔ پھر جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو نیک اور ان بوڑھے تجربہ کاروں سے مشورہ کرنا جو اہلِ تقویٰ مشائخ میں سے ہوں۔ اور اُن کے مشورہ کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرنا۔ خود رائی سے کوئی کام ہرگز نہ کرنا۔ کیونکہ صحیح رائے ایک ہی دل میں نہیں ہوتی۔ جو تجھ کو مشورہ دے اس کی تصدیق کرنا، بشرطیکہ اس کا مشورہ نیک ہو۔ عورتوں اور خادموں سے اپنا راز پوشیدہ رکھنا۔ اپنی لنگوٹی کس کے رکھنا۔ (عفت و پاک دامانی اختیار کرنا) اپنی فوج کی حفاظت اور دیکھ بھال رکھنا۔ اپنی اصلاح کرتے رہنا۔ لوگ تجھ سے ٹھیک رہیں گے۔ اپنے اندر لوگوں کے کہنے سننے کی گنجائش نہ رکھنا۔ کیونکہ لوگ بُرائی کو جلد پکڑتے ہیں۔ نماز نہ چھوڑنا۔ جب تو ان وصیتوں پر عمل کریگا تو لوگ تیرا حق پہچانیں گے۔ اور تیری بادشاہت

پُرشوکت ہوگی، اور تو لوگوں کے نزدیک باعظمت رہیگا۔ اہلِ مکہ واہلِ مدینہ کی عزت کرنا کہ وہ تیری اصل اور تیرے خاندان والے ہیں۔ اہلِ شام کی فضیلت یاد رکھنا کہ وہ تیرے اہلِ طاعت ہیں۔ تمام شہروں کے لوگوں کے پاس احسان اور اچھے سلوک کا وعدہ لکھ بھیجنا۔ اس سے وہ لوگ امیدوار رہیں گے۔ اگر کسی کی طرف سے کوئی وفد آئے تو اس کے ساتھ احسان وکرم کا معاملہ کرنا۔ وہ واپس جاکر تیری بھلائی بیان کریں گے۔ تہمت لگانیوالے یا کسی چغلخور کی بات نہ سننا۔ کیونکہ میرا بُرے وزیروں سے سابقہ پڑچکا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ص ۲۳۰ ج ۸)

حضرت امیر معاویہؓ کے اس وصیت نامہ کو بار بار غور سے پڑھئے اور دیکھئے کہ اس میں خاص طور پر یزید کو کن کن امور کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔ اس کو کن چیزوں کی تاکید کی گئی ہے۔ مگر بقول علامہ ابن کثیرؒ "یزید تو یزید ہی تھا" وہ اپنی زیادتیوں سے کیسے باز آسکتا تھا۔ ابن کثیرؒ ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ: یزید میں عمدہ خصلتیں بھی موجود تھیں (مثلاً) کرم، حلم، فصاحت، شاعری، شجاعت، سلطنت کے نظام کی عمدہ صلاحیت، حسنِ معاشرت، ان سب اوصاف کے باوجود وہ خواہشاتِ نفسانی پر مائل تھا۔ بعض اوقات نمازیں بالکل چھوڑ دیتا تھا۔ اور بعض وقت قضا کرکے یا نا وقت ادا کرتا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ص ۲۲۹ و ۲۳۰ ج ۸)

یہ بھی مروی ہے کہ یزید کی یہ عادتیں مشہور تھیں۔

لہو ولعب، گانا بجانا، شکار کھیلنا، چھوکروں چھوکریوں اور کتوں کو رکھنا مینڈھے لڑانا، شراب نوشی کرنا، ریچھوں اور بندروں کی لڑائی کرانا۔ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا تھا جس میں وہ شراب پی کر مست نہ ہوتا ہو۔ گھوڑوں کی پیٹھ پر زین کس کر بندروں کو سوار کرتا تھا۔ وہ بندروں کو اور نوجوان لڑکوں کو سونے کی ٹوپیاں اوڑھاتا تھا، اور گھوڑ دوڑ کرتا تھا۔ اگر اسکا کوئی

بندر مرجاتا تو اس پر غم مناتا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں اس کی موت کا سبب یہی ہوا کہ وہ بندر کو اٹھا کر اچھال رہا تھا کہ اس نے اس کو کاٹ لیا اور اسی سے وہ مرگیا۔ واللہ اعلم (البدایہ والنہایہ ص ۲۳۵، ۲۳۶ ج ۸)

حاصل یہ ہے کہ بیشمار روایات سے یہ بات یقین کی حد تک پہنچ جاتی ہے کہ یزید نے اپنی اصلاح کے بجائے بے راہ روی اختیار کی۔ اور اپنے قابلِ صد احترام والد کی نصیحت و وصیت کی پرواہ کئے بغیر وہ فسق و فجور میں ڈوب گیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کی تمام مصلحتوں اور امیدوں پر اس ناہنجار نے پانی پھیر دیا۔ اور جو شخص اپنے ایسے عظیم الشان باپ کی وفات کے موقع پر بھی آوارہ گردی و شکار گیری میں مست و محو ہو اس سے کسی خیر کی توقع بھی کس طرح کی جاسکتی ہے؟

مگر صد افسوس حضرت امیر معاویہؓ کو اس کی بے راہ روی کی مکمل اور صحیح رپورٹ نہ مل سکی ــــ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ فَحِيْنَ حَضَرَتْ مُعَاوِيَةَ الْوَفَاةُ كَانَ يَزِيْدُ فِي الصَّيْدِ۔ (البدایۃ النہایہ ص۱۱۵ ج۸)

بہت سے حضرات کا بیان ہے کہ جب حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کا وقت آیا تو یزید شکار کھیلنے میں مشغول تھا۔

وَلٰكِنَّ الْجُمْهُوْرَ عَلٰى اَنَّ يَزِيْدَ لَمْ يَدْخُلْ دِمَشْقَ اِلَّا بَعْدَ مَوْتِ اَبِيْهِ۔ (البدایۃ النہایہ ص۱۴۴ ج۸)

اور اکثر علماء کی تحقیق یہی ہے کہ یزید (طلب کے باوجود) دمشق میں اس وقت تک نہیں آیا جبتک اسکے باپ کی وفات نہیں ہوگئی۔

عہ ثُمَّ نَزَلَ (اي الضحاك عن المنبر) وبعث البريد الى يزيد بن معاوية يعلمهٗ ويستحثهٗ على المجئ (پھر ضحاک منبر سے اترے اور قاصد یزید کے پاس بھیجا اس کو وفاتِ معاویہؓ کی خبر کرنے کے لئے اور بلانے کے لئے۔ (البدایہ والنہایہ ص۱۴۳ ج۸)

نسیم احمد غازی مظاہری

یزید کی ولیعہدی اور اسمیں اِفراط و تفریط

ان تاریخی حقائق کے ساتھ بصد افسوس یہ لکھنا پڑتا ہے کہ یزید کی ولیعہدی و خلافت کا مسئلہ ہمارے اس دور میں بڑی نازک صورت اختیار کر گیا ہے۔ اس مسئلہ پر بحث و مباحثہ کی گرم بازاری نے مسلمانوں میں دو ایسے گروہ پیدا کر دیئے ہیں جو اعتدال کی راہ سے دور افراط و تفریط کے آخری کناروں پر جا کھڑے ہوئے ہیں۔ اگر ایک گروہ اس کو فاسق و فاجر بلکہ کافر قرار دیکر حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ (جن کے مشورہ سے یزید کو ولیعہد بنایا گیا تھا) پر مفاد پرستی، خود غرضی، رشوت ستانی اور ظلم و ستم کے الزامات لگا رہا ہے، (مثلاً ابن اثیر اور ابو الاعلیٰ مودودی وغیرہ) تو دوسرا گروہ یزید کو فرشتہ صفت، متقی، خلیفہ برحق، امام عادل، امیر المؤمنین اور سچا پکا مومن کامل قرار دیکر حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کے ہمنوا ہزاروں مکّی و مدنی صحابہؓ و تابعینؒ کی جلالت و عظمت کے خلاف اُن کو ہوس اقتدار جاہ طلبی، انتشار پسندی، بغاوت و سرکشی اور رعونت و کبر جیسے جرائم کا مرتکب قرار دیکر مسلمانوں کے دلوں کو زخمی اور اپنی آخرت کو تباہ و برباد کر رہا ہے۔ (مثلاً محمود عبّاسی اور محرم والے مفتی صاحب وغیرہ) یہ دونوں پارٹیاں جمہور امّت کے خلاف راہِ اعتدال کو چھوڑ کر افراط و تفریط میں پھنس چکی ہیں۔ جمہور علمائے امت نے جو صاف ستھری اور بے غبار راہِ اعتدال اختیار کی ہے وہ بے خطر ہے۔ اسی میں حضرات صحابہ کرامؓ کی منصوص عظمت اور اُن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی وقعت باقی رہتی ہے۔ اسی اعتدال کے واضح راستہ کو ہمارے اکابر نے پسند فرمایا ہے۔ جسکا تفصیلی بیان سابقہ اوراق میں آچکا ہے۔

ولیعہدی کی شرعی حیثیت

اس بات پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ خلیفۂ وقت اگر نیک نیتی کے ساتھ کسی شخص میں خلافت کی اہلیت اور اس کی شرطیں پاتا ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس شخص کو ولیعہد مقرر کردے۔ خواہ وہ اس کا باپ، بیٹا یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ بعض علماء نے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر اپنے باپ یا بیٹے کو ولیعہد مقرر کرنا ہے تو ذمہ دار حضرات سے مشورہ ضروری ہے۔ اس کے بغیر انکی ولیعہدی منعقد نہیں ہوگی۔ علامہ ماوردیؒ، ابن خلدونؒ اور شاہ ولی اللہ کے بیانات سے بڑی توسع معلوم ہوتی ہے۔ ان کا رجحان اس طرف ہے کہ اگر کوئی خلیفۂ وقت کسی ایسے شخص کو ولیعہد بنا دے جس میں خلافت کی اہلیت ہو تو اسکی وصیت ساری امت کیلئے لازم ہوجاتی ہے۔ اور اس کا نفاذ اہل حل وعقد کی مرضی پر موقوف نہیں ہوتا۔ لیکن علمائے محققین یہی فرماتے ہیں کہ ولیعہد بنانے کی حیثیت ایک تجویز کی سی ہوتی ہے۔ جبتک اُمت کے اہل حل وعقد اور ذمہ دار حضرات اس کو تسلیم نہ کرلیں تو یہ تجویز واجب العمل نہیں ہوتی۔ یہ تجویز خواہ کتنی ہی نیک نیتی پر مبنی ہو۔ بہرصورت امت کے ارباب حل وعقد کو پورا پورا اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس تجویز کو قبول کر کے نافذ کردیں یا ناپسند کر کے رد کردیں۔ اسلامی سیاست کے مشہور عالم ومصنف قاضی ابویعلیٰ الفراء الحنبلیؒ (م ۴۵۸ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:

خلیفۂ وقت کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے بعد کسی شخص کو ولیعہد بنادے، اور اس معاملہ میں اہل حل وعقد (اور ذمہ داروں) کی موجودگی ضروری نہیں۔ اسلئے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو ولیعہد بنایا۔ اور حضرت عمرؓ نے چھ صحابہؓ کو یہ فریضہ سپرد فرمایا۔ اور کسی نے بھی اہل حل وعقد کی موجودگی کو ضروری خیال نہیں فرمایا۔ اس کی عقلی وجہ یہ ہے کہ کسی کو ولیعہد بنانا اس کو خلیفہ

بنانا نہیں ۔ ورنہ ایک ہی زمانہ میں دو خلفاء کا اجتماع لازم آئیگا ۔ جو جائز نہیں (بلکہ خلیفہ نمبر دو شرعًا واجب القتل ہوتا ہے) اور ولیعہدی خلافت کا عقد نہیں ہوتا ۔ اسی لئے اہلِ حل وعقد کی موجودگی ضروری نہیں ہوتی ۔ ہاں ولیعہد بنانے والے کی وفات کے بعد اُن کی موجودگی (ولیعہد کو باقاعدہ خلیفہ بنانے کے لئے) ضروری ہوتی ہے ۔

چند سطروں کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ :

"خلیفہ کیلئے جائز ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو ولیعہد بنائے جو اُسکے ساتھ باپ یا بیٹے کا رشتہ رکھتا ہو، بشرطیکہ وہ خلافت کی اہلیت اور اُسکے شرائط کا حامل ہو ۔ اسکے لئے خلافت محض ولیعہد بنانے سے منعقد نہیں ہوجاتی، بلکہ مسلمانوں کے قبول کرنے سے منعقد ہوتی ہے ۔ اور اس وقت ہر تہمت (ولیعہد بنانے والے سے) دور ہوجاتی ہے "

بیان مذکور سے چند اُمور معلوم ہوئے :

(۱) محققین علماء کے نزدیک خلیفۂ وقت اپنی مرضی سے تنہا کسی کو ولیعہد بنا سکتا ہے، وہ خواہ اُس کا باپ ہو یا بیٹا یا اور کوئی عزیز قریب ، اس میں سب کے اتفاق یا مشورہ کی ضرورت نہیں ۔

(۲) لیکن اسکا یہ فیصلہ ایک تجویز کی حیثیت رکھتا ہے، جس کو خلیفہ کی وفات کے بعد اہلِ حل وعقد قبول بھی کرسکتے ہیں اور رَد بھی کرسکتے ہیں ۔

(۳) اگر خلیفۂ وقت نیک نیتی کے ساتھ اپنے بیٹے کو خلافت کا اہل سمجھتا ہے تو وہ اُس کو اپنا ولیعہد مقرر کرسکتا ہے ۔ اسپر تمام علماء کا اجماع واتفاق ہے ۔

عہ مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔
اذا بویع الخلیفتین فاقتلوا الاٰخر منہما یعنی جب دو آدمیوں کی بیعت خلافت ہوجائے تو ان میں سے جو اخیر کا ہو اسکو قتل کردو ۔ ۱۲ نسیم احمد غازی مظاہری

(۴) محققین علماء کے نزدیک بیٹے کو ولی عہد بنانے کے لئے ذمہ داروں کا مشورہ اور ان کی منظوری ضروری ہے۔ اس کے بغیر اس کی خلافت منعقد نہیں ہوتی۔ یہی قول مختار اور صحیح ہے۔ البتہ بعض علماء کے نزدیک تنہا خلیفہ اپنے بیٹے کو ولیعہد بنا سکتا ہے۔ اسکے لئے اہل حل وعقد کی منظوری بھی ضروری نہیں ہے۔ اور اسکی یہ وصیت پوری امت پر لازم بھی ہے۔ (ماخوذ از حضرت امیر معاویہؓ)

یزید کا معاملہ

اب یزید کی ولیعہدی پر غور کیجئے۔ کہ اگر حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو خلافت کا اہل سمجھتے ہوئے اپنا ولیعہد بنا دیا تو شرعاً یہ بالکل جائز تھا۔ لیکن یہ ولیعہدی اگر سب کے مشورہ سے عمل میں آتی تو بالاتفاق یہ فیصلہ ساری امت پر واجب العمل ہوتا۔ اور کسی ایک فرد کو بھی اس سے روگردانی جائز نہ تھی۔ بلکہ یہ روگردانی کھلی ہوئی بغاوت شمار ہوتی۔

مفتی صاحب نے اپنی کتاب "محرم" میں صرف اپنی فاسد رائے سے یزید کی ولیعہدی وخلافت کو متفق علیہ قرار دیکر حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کے تمام مکی ومدنی ہمنوا صحابہؓ وتابعینؒ کو فاسق، باغی اور واجب القتل قرار دیدیا ہے۔ اور شہدائے کربلا کی عظمت صحابیت وسعادت شہادت کو رائیگاں کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ اس مقام پر ناظرین کرام غور وفکر کے بعد انصاف سے فیصلہ کریں کہ محرم والے مفتی صاحب نے کیسے جرم عظیم کا ارتکاب کیا ہے۔؟ اور صحابہ کرامؓ واہل بیت عظامؓ کے چاہنے والوں کے دلوں کو زخمی کرنے اور امت کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کر کے ان کے دلوں سے عظمت صحابہ کو مٹا دینے کی کیسی خطرناک اور خوبصورت کوشش کی ہے۔؟ یقیناً اس میدان میں انہوں نے سید ابوالاعلیٰ مودودی جیسے لوگوں کو بھی بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

حضرات صحابۂ کرامؓ کی توہین کرنے والا ملعون ہے

اس پر امتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ حضرات صحابۂ کرامؓ سب کے سب عادل و ثقہ اور ائمہ ہدیٰ ہیں۔ قرآن مقدس کی بہت سی آیات اور بیشمار حدیثی روایات میں ان کے فضائل و مناقب مذکور ہیں. قرآنی آیات میں صراحۃً ان کے لئے اور قیامت تک ان کی صحیح پیروی کرنے والوں کے لئے رحمت و رضوان اور جنتِ ذیشان کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ ان کے ایمان و عملِ صالح کو امتِ محمدیہؐ کیلئے نمونہ و معیار قرار دیا گیا ہے۔ وہ حضرات انبیاء علیہم السّلام کے بعد سب سے افضل و بہتر ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت امام مالکؒ کے زمانہ میں علمائے محققین نے روافض کی ایک جماعت کو صحابۂ کرامؓ پر تبرّا کرنے کی وجہ سے کافر اور قرآن کا منکر قرار دیا تھا۔ (حاشیۂ جلالین ص ۴۲۶ ۱۲؎)

بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔ (مشکوٰۃ ۵۵۲)	(یعنی تمام زمانوں میں میرا زمانہ سب سے اچھا ہے، اس کے بعد اس زمانہ کے لوگ بہتر ہیں جو میرے زمانہ کے قریب ہیں۔ پھر وہ جو اُن کے قریب ہیں)

ایک حدیث میں ہے کہ میرے صحابہؓ کو بُرا نہ کہو۔ کیونکہ (قوتِ ایمانی و اخلاص لاثانی کی وجہ سے اُن کا حال یہ ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی شخص راہِ خدا میں اُحد پہاڑ کی برابر سونا خرچ کردے تو وہ اُن کے خرچ کیئے ہوئے ایک مُد کی برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ آدھے مُد کی برابر۔ (مُد عرب کا ایک پیمانہ ہوتا تھا جو تقریباً آدھے سیر کی برابر ہوتا تھا)۔ (مشکوٰۃ ۵۵۳ بحوالہ بخاری و مسلم)

حضرت جابرؓ کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہؓ کو سارے جہان میں سے منتخب کیا، پھر میرے صحابہؓ میں سے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

چار کو میرے لئے پسند فرمایا۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ۔ (رواہ البزار بسند صحیح)

حضرت جابرؓ ہی کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِیْ وَرَأٰی مَنْ رَآنِیْ۔ (ترمذی شریف)

کہ آتش دوزخ اس مسلمان کو چھو بھی نہیں سکتی جس نے مجھ کو دیکھا۔ (یعنی صحابہ کو) اور جس نے اس کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا (یعنی تابعین کو)

(کوئی یزیدی یہ نہ کہدے کہ یزید بھی تابعی تھا وہ پہلے اسکے ایمان ہی کی خیر منائیں)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس کو اتباع و پیروی کرنی ہو تو اُن حضرات کی کرے جو گذر گئے ہیں۔ اسلئے کہ زندہ لوگ فتنہ سے مامون نہیں ہیں۔ (جن کی پیروی ضروری ہے) وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہیں جو اس امت میں سب سے افضل تھے۔ جن کے قلوب نہایت پاکیزہ اور جن کے علوم نہایت گہرے تھے۔ وہ لوگ بے تکلف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو (مخلوق میں سے) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و ہمنشینی اور آپؐ کے دین کے قائم کرنے کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ تم اُن کی فضیلت کو پہچانو! اور اُن کے نشاناتِ قدم کی پیروی کرو۔ اور جتنی تم میں طاقت ہو اُن کے اخلاق اور سیرتوں کو اپناؤ۔ کیونکہ وہ لوگ ہدایت پر پورے طور سے قائم اور ثابت قدم تھے۔

(مشکوٰۃ کتاب العلم ص۳۲)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کی روایت ترمذی شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ

میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد اُن کو اپنے اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ۔ کیونکہ ان سے جو محبت کریگا مجھ سے محبت کیوجہ سے

فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ۔

(مشکوٰۃ شریف ص۵۵۴)

کریگا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، اور جو ان کو اذیت پہونچائیگا وہ مجھ کو اذیت پہونچائیگا۔

اور جو مجھ کو ایذاء پہونچائیگا وہ اللہ کو اذیت پہونچائیگا۔ اور جو اللہ کو ایذاء دیگا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کی پکڑ فرمائیگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرامؓ کو ایذاء پہنچانا، اُن کی توہین کرنا یا اُن کی شان میں گستاخی کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ پہنچانے آپ کی توہین کرنے اور آپ کی شانِ عالی میں گستاخی کرنے کے مُرادف ہے۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح بھی ایذاء پہنچانا یا آپ کی بارگاہِ عالی میں گستاخی کرنا اللہ جل شانہ، کو ایذاء پہنچانے کی کوشش اور اس کی بارگاہِ عالی میں گستاخی کرنا ہے جو یقیناً کفر ولعنت کا سبب ہے۔ اور عذابِ خداوندی میں گرفتاری کا موجب ہے۔ (از تفسیر مظہری)

چنانچہ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا ۝ آیت ۵

(الاحزاب)

بیشک جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذاء دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکو دُنیا واٰخرت میں ملعون کردیا ہے۔ اور انکے لئے ذلیل کردینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حدیث مذکور گویا اسی آیت کی تفسیر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابۂ کرامؓ کی ادنیٰ تکلیف گوارا نہیں۔ اور اللہ جل شانہ، کو اپنے محبوب کی اذیت گوارا نہیں۔ حضراتِ صحابہؓ کی توہین کرنا یا ان کو اذیت پہنچانا بڑی خطرناک حرکت ہے۔ اوپر کی آیت وحدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی حرکت کرنیوالا ملعون

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ہوجاتا ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمۃ للعالمین ہونیکے باوجود صحابہ کو برا کہنے والوں پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :

اِذَا رَأَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ۔ (ترمذی شریف)	جب تم ان کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو برا کہتے ہیں تو یوں کہو، تم پر خدا کی لعنت، اس برائی کی وجہ سے۔

ایک حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرے صحابہؓ اور رشتہ داروں کو برا کہا اس پر اللہ کی لعنت اور اسکے فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی۔ (البدایہ والنہایہ ص۱۳۹ ج۸)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: اے ابوالحسن جب تو کسی شخص کو صحابہؓ کی برائی کرتا دیکھے تو اس کو اسلام پر متہم سمجھ یعنی اس کا مسلمان ہونا غیر یقینی ہے۔ (حوالۂ بالا)

نصوصِ مذکورہ سے چند امور واضح طور پر معلوم ہوئے۔

(۱) صحابۂ کرامؓ امت میں سب سے افضل و بہتر ہیں۔ (۲) صحابۂ کرامؓ سب جنتی ہیں۔ (۳) صحابۂ کرامؓ ائمۂ ہدیٰ ہیں۔ ساری امت پر ان کی اقتداء و اتباع کرنی واجب ہے۔ کہ یہی درحقیقت اتباعِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ (۴) صحابۂ کرامؓ کا ایمان اور عملِ صالح معیار ہے۔ (۵) ان کی شان میں گستاخی یا ان کو اذیت دینا کفر و لعنت کا سبب اور عذابِ خداوندی میں گرفتار ہونیکا پیش خیمہ ہے۔ (۶) صحابہؓ کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا معیار اور ان سے بغض و دشمنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و دشمنی کی دلیل ہے۔ (۷) صحابہؓ کی محبت جانِ ایمان ہے۔ ان سے محبت کیے بغیر کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

تنبیہات:

(۱) اسی قسم کی نصوص کی بنا پر بہت سے علماء نے یزید اور اسکے حمایتیوں کو ملعون قرار دیا ہے۔

(۲) حضرت امیر معاویہؓ یا حضرت حسینؓ یا اور کسی صحابیِ رسولؐ کے بارے میں جو لوگ اپنی تقریر و تحریر میں احتیاط کے پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں وہ اپنے آپ کو زبردست خطرہ اور ہلاکت و تباہی کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ خدائے غیور ایسے بدنصیبوں کی جلد پکڑ کرتا ہے۔

(۳) یزید کو امام عادل، امیر المومنین، خلیفۂ برحق اور بے قصور ثابت کر دینے سے حضرت حسینؓ و ابن زبیرؓ اور ان تمام صلحائے امت کا (جنہوں نے یزید کی بیعت کو قبول نہیں کیا یا واقعۂ کربلا کے بعد اس کی بیعت فسخ کر دی تھی (نعوذ باللہ) فاسق، قصوروار، باغی اور واجب القتل ہونا اور حضرات صحابہؓ کی توہین نیز ان آیات و احادیث کا انکار لازم آتا ہے جو ان کے مناقب و فضائل میں وارد ہوئی ہیں۔ اور یہ سب چیزیں اللہ اور اسکے رسول کی اذیت کا باعث اور کفر و لعنت کا سبب ہیں (اللّٰھم احفظنا منہ)

(۴) حضرت ابو عروہ زبیریؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرتِ امام مالکؒ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے کچھ ایسی باتیں کہیں جن سے بعض صحابہؓ کی توہین ہوتی تھی، تو حضرت امام مالکؒ نے سورۃ الفتح کی آخری آیت تلاوت فرمائی جب لِیَغِیْظَ بِہِمُ الْکُفَّار پر پہنچے تو فرمایا کہ جس شخص کے دل میں صحابۂ کرامؓ میں سے کسی کی طرف سے غیظ (غصہ و بغض) ہو تو اس آیت کی وعید اس کو ملے گی یعنی وہ کافرانہ حرکت کا مرتکب ہوگا۔ (از معارف القرآن ج۸ ص۹۹)

(نوٹ) یہ مذکورہ تمام نصوص ان حضرات کی تائید و تصویب کرتی ہیں جو یزید پر لعنت کو جائز قرار دیتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہؓ کے بعض مناقب خصوصاً اسلئے لکھ رہا ہوں کہ بعض

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

نادان لوگ یزید پلید کی وجہ سے حضرتِ امیر معاویہؓ کو بُرا کہکر اپنے دین و ایمان کو برباد اور اپنی آخرت کو تباہ کر لیتے ہیں۔ اہلِ ایمان کو ایسی ہلاکت خیز نادانی سے پوری پوری احتیاط لازم ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (م رجب ۶۰ھ) مخلص وجلیل القدر صحابی، کاتبِ وحی، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبتی بھائی، ام المؤمنین حضرت اُم حبیبہؓ کے حقیقی بھائی۔ امّتِ مُسلمہ کے ماموں اور ملّتِ اسلامیہ کے متفق علیہ امیرِ کبیر و بادشاہِ بے نظیر تھے۔ وہ مسلمان ہونے کے بعد مستقل پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لگے رہے۔ آپ کاتبینِ وحی کی جماعت کے اہم رُکن بھی ہیں۔ اور جو خطوط و فرامین سرکارِ دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم کے دربارِ عالی سے جاری ہوتے تھے، اُن کو بھی آپ ہی تحریر فرماتے تھے۔ علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ کاتبینِ وحی میں سب سے زائد حضرت زید بن ثابتؓ حاضرِ خدمت رہے۔ اُن کے بعد دوسرا درجہ حضرت امیر معاویہؓ کا تھا۔ یہ دونوں حضرات رات دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ اور اسکے سوا اور کوئی کام نہ کرتے تھے۔ تاجدارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل حاضری، کتابتِ وحی، امانت و دیانت اور دوسری خصوصیات و عُمدہ صفات کی وجہ سے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے جو دُعائیں فرمائی تھیں اُن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ۔ (ترمذی)	اے اللہ معاویہؓ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیجئے۔ اور اُنکے ذریعے لوگوں کو ہدایت دیجئے۔
(۲) اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔	اے اللہ معاویہؓ کو حساب کتاب سکھا دیجئے اور اُن کو عذاب سے بچا دیجئے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

(۳) اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَ مَكِّنْ لَهٗ فِي الْبِلَادِ وَقِهِ الْعَذَابَ. (ترمذی)

اے اللہ معاویہؓ کو کتاب کا علم سکھا دیجئے اور شہروں میں انکو اقتدار عطا فرما دیجئے اور انکو عذاب سے بچا لیجئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لئے امارت وخلافت کی پیشین گوئی بھی فرمائی تھی، جیسا کہ دُعا (۳) سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ خود حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضوء کا پانی لیکر حاضر خدمت ہوا تو آپنے وضوء فرمایا اور میری طرف دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا:

" اے معاویہؓ اگر امارت تمہارے حوالے کر دی جائے تو تم اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اور انصاف کرنا"۔

بعض روایات میں ہے کہ آپنے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ " جو شخص اچھا کام کرے اُس کی طرف توجہ کرنا اور جو بُرا کام کرے اُس سے درگذر کرنا"۔

حضرت امیر معاویہؓ اس حدیث کو بیان کرکے فرماتے کہ: مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد خیال لگا رہا کہ مجھے ضرور اس کام میں آزمایا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا (کہ مجھے امیر بنا دیا گیا)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اُمّ حبیبہؓ کی باری تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس تشریف فرما تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپنے ارشاد فرمایا دیکھو کون ہے؟ دیکھ کر عرض کیا معاویہؓ ہیں! فرمایا اُن کو آنے کی اجازت دیدو۔ امیر معاویہؓ حاضر خدمت ہوئے اور اُن کے کان پر قلم رکھا تھا جس سے وہ لکھتے تھے۔ آپنے پوچھا یہ تمہارے کان پر قلم کیسا ہے اے معاویہؓ! عرض کیا میں نے اللہ اور اُسکے رسول (کی وحی لکھنے کے لئے) اس کا انتظام کر رکھا ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا " اللہ تعالیٰ تمکو تمہارے نبی کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔ خُدا کی قسم میں نے تمکو اپنا کاتب حکم خداوندی ہی سے بنایا ہے۔ اور میں جو بھی چھوٹا بڑا کام کرتا ہوں وہ امر خداوندی ہی سے کرتا ہوں، بتاؤ اُس وقت تمہارا

کیا حال ہوگا جب اللہ تعالیٰ تم کو ایک قمیص پہنائیں گے یعنی خلافت دینگے۔ یہ سنکر امّ حبیبہؓ آپکے سامنے آ بیٹھیں، اور عرض کیا یا رسول اللہ ان (میرے بھائی) کو اللہ تعالیٰ خلافت دیں گے؟ فرمایا ہاں! لیکن اُس میں بہت خرابی اور گڑبڑ رہے گی۔ عرض کیا یا رسول اللہ ان کے لئے دُعا فرما دیجئے۔ تو آپؐ نے حسبِ ذیل دُعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِہٖ بِالْھُدٰی وَجَنِّبْہُ الرَّدٰی وَاغْفِرْلَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ۔

اے اللہ ان کی ہدایت پر رہنمائی فرمائیے اور ہلاکت سے اُن کی حفاظت فرمائیے۔ اور دُنیا و آخرت میں اُنکی مغفرت فرما دیجئے۔ اور ایک روایت میں اتنا اور ہے کہ اے اللہ اُنکو جنت میں داخل فرمائیے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جبریل امینؑ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) معاویہؓ کو سلام فرما دیجئے اور اُن کے بارے میں خیر کی وصیت قبول فرمائیے۔ کیونکہ وہ کتابِ خداوندی و وحیِ الٰہی پر امین ہیں۔ اور بہترین امین ہیں۔

حضرت علیؓ و حضرتِ جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریلؑ سے حضرت امیر معاویہؓ کو کاتب بنانے کے سلسلہ میں مشورہ کیا تو جبریل امینؑ نے مشورہ دیا کہ اُن کو اپنا کاتب بنا لیجئے کیونکہ وہ امین ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امین چھ ہیں۔ قلم، لوحؑ، اسرافیل، میکائیل، جبرئیل، میںؐ اور معاویہؓ۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو کسی کام میں مشورہ کے لئے طلب فرمایا، مگر یہ مشورہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا تو آپؐ نے فرمایا کہ:

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

"معاویہؓ کو بلاؤ اور معاملہ اُن کے سامنے رکھو کیونکہ وہ قوی وامین ہیں۔"
ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے اور حضرت معاویہؓ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھالیا پھر فرمایا:

• اے معاویہؓ تمہارے جسم کا کونسا حصّہ میرے جسم سے مل رہا ہے۔
عرض کیا یارسول اللہ میرا پیٹ (اور سینہ) آپکے جسمِ اطہر سے ملا ہوا ہے
یہ سُنکر آپ نے یہ دُعا فرمائی اَللّٰھُمَّ امْلَأْہُ عِلْمًا (اے اللہ اس کو علم سے بھر دیجئے)

مسلمان ہونے کے بعد آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ میں مسلمان ہونیسے پہلے مسلمانوں سے لڑتا تھا۔ اب آپ حکم فرمایئے کہ میں کفار سے لڑوں؟ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضرور جہاد کرو۔ چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مختلف غزووں میں شریک رہے اور کفار سے جہاد کیا۔ غزوۂ حنین میں بھی شرکت کی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قبیلہ ہوازن کے مالِ غنیمت میں سے سَو اونٹ دیئے اور چالیس اُوقیہ سونا عطا فرمایا۔

ان روایات سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امیر معاویہؓ سے گہرا تعلق معلوم ہوا۔ اور اُن کی خاص فضیلت، بزرگی اور برتری ظاہر ہوئی۔ حضراتِ صحابۂ کرامؓ وتابعین عظامؒ وبزرگانِ دینؒ کی نظر میں بھی آپکی شخصیت بلند مقام رکھتی ہے۔ ذیل میں ہم اس کے بھی مختصراً چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں صحابہؓ وتابعینؒ کے چند اقوال

(۱) قریش کے اس جوان کو بُرائی سے یاد نہ کرو جو غصّہ میں بھی ہنستا ہے۔ اور جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اس کی رضا کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اُسکے سر کے اُوپر کی کوئی چیز حاصل کرنا چاہو تو اُس کے قدموں پر جھکنا پڑیگا۔ (حضرت عمرؓ)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

(۲) تم میرے بعد فرقہ بندی سے بچتے رہنا، ورنہ یاد رکھنا کہ معاویہؓ ملک شام میں موجود ہیں۔ (ایضاً)

(۳) تم لوگ قیصر و کسریٰ اور انکے علم و دانش کی تعریف کرتے ہو حالانکہ تم میں معاویہ موجود ہیں (ایضاً)

(۴) حضرت عمرؓ نے اُن کو ملک شام کا گورنر بنایا، اور تا آخیر حیات تک اُن کو اسی عہدہ پر باقی رکھا۔ حضرت عثمانؓ کو بھی آپ پر اسی طرح مکمل اعتماد تھا۔ وہ ان سے اہم معاملات میں مشورہ لیتے۔ اُنہوں نے آپ کو ملک شام کی گورنری پر نہ صرف باقی رکھا۔ بلکہ دوسرے علاقے (اُردن، حمص، قنسرین اور فلسطین وغیرہ) بھی آپ کی گورنری میں دیدیئے۔ حضرت علیؓ کو آپ سے (اختلاف کے باوجود) جو تعلق تھا کتب تاریخ میں اُس کے بہت سے واقعات مذکور ہیں۔ جنگ صفین سے واپسی پر حضرت علیؓ نے فرمایا: اے لوگو! تم معاویہؓ کی گورنری اور امارت کو ناپسند نہ کرو۔ اگر تم نے انہیں گم کر دیا تو دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ کر گرتا ہے۔

(۵) حضرت معاویہؓ کو بھی حضرت علیؓ سے بڑی محبت تھی۔ چنانچہ جب ۴۰ھ میں حضرت علیؓ کی شہادت کے حادثہ کی اطلاع حضرت معاویہؓ کو پہنچی تو آپ پھوٹ پھوٹ رونے لگے۔ اُن کی بیوی نے کہا کہ کل تک اُن سے لڑتے رہے، آج وہ شہید ہوگئے تو رونے بیٹھ گئے۔ فرمایا تیرا بُرا ہو تجھے معلوم نہیں کہ آج لوگوں سے بزرگی اور علم و فقہ گم ہوگیا۔

(۶) سفیان بن لیل کہتے ہیں کہ حسن بن علیؓ (حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کرنیکے بعد) جب کوفہ سے مدینہ تشریف لائے تو میں نے اُن کو یَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِیْنَ (اے مؤمنوں کو ذلیل کرنیوالے) کہہ کر آواز دی گئی تو حضرت حسنؓ نے فرمایا یہ نہ کہو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سُنا ہے کہ قیامت نہیں آسکتی جبتک امیر معاویہؓ بادشاہ نہ بنجائیں تو مجھے یقین تھا کہ یہ امر خداوندی ضرور واقع ہو کر رہیگا اسلئے میں نے بُرا سمجھا کہ میرے اور اُن کے درمیان

جھگڑا ہو اور مسلمانوں کا خون بہے۔

(۷) حضرت ابن عباسؓ نے ایک فقہی مسئلہ میں حضرت امیر معاویہؓ کی شکایت سنکر فرمایا کہ:

• حضرت امیر معاویہؓ خود فقیہ و مجتہد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحبت اُن کو حاصل ہے۔ (اسلئے اُن کی شکایت بیجا ہے)

(۸) اسی طرح ایک فقہی مسئلہ میں حضرت ابن عباسؓ سے اُن کے غلام کُریب نے حضرت امیر معاویہؓ کی شکایت کی تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ:

" بیٹا جو کچھ معاویہؓ نے کیا صحیح کیا، کیونکہ معاویہؓ سے بڑھکر ہم میں کوئی عالم نہیں ہے۔"

(۹) حضرت ابن عباسؓ کا مشہور قول ہے کہ:

" میں نے معاویہؓ سے بڑھکر کسی کو سلطنت و بادشاہت کے لائق نہیں پایا۔"

(۱۰) حضرت عمیرؓ نے فرمایا کہ:

" معاویہؓ کو صرف بھلائی سے یاد کرو۔ کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے لئے یہ دُعا فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اے اللہ معاویہؓ کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے"

(۱۱) حضرت ابن عمرؓ کا ارشاد ہے کہ" میں نے معاویہؓ سے بڑھکر کوئی سرداری کے لائق نہ پایا"

(۱۲) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ " میں نے حضرت عثمانؓ کے بعد معاویہؓ سے بڑھکر کسی کو حق کا فیصلہ کرنے والا نہیں پایا"

(۱۳) حضرت قبیصہ بن جابرؓ نے فرمایا کہ:

" میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو معاویہؓ سے بڑھکر بُردبار، اُن سے بڑھکر سرداری کے لائق، اُن سے زیادہ باوقار، اُن سے زیادہ نرم دِل اور نیکی و احسان کے معاملہ میں اُن سے زیادہ کشادہ دست ہو"

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

(۱۴) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کوڑوں سے اُس کی پٹائی کی جس نے حضرت امیر معاویہؓ کی شان میں زبان درازی کی تھی۔

(۱۵) ایک شخص کے سوال کے جواب میں حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا کہ:

"بھلا اُس شخص کے بارے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں جس نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہو، اور آپ کی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کے جواب میں رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہا ہو۔ پوچھا گیا کہ معاویہؓ و عمر بن عبدالعزیزؒ (ان دونوں) میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے ہوئے جو خاک حضرت امیر معاویہؓ کی ناک میں پہنچ گئی وہ خاک عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے۔ اور ایک روایت میں ہے تُرَابٌ فِیْ اَنْفِ مُعَاوِیَۃَ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ (معاویہؓ کی ناک کی خاک عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے)

(۱۶) ایک اور موقع پر جب ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (تابعی) افضل ہیں یا حضرت امیر معاویہؓ (دونوں میں سے کون افضل ہیں)

یہ سوال سنکر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو غصہ آگیا اور فرمایا کہ:

"بھلا ایک تابعی کسی صحابی کی برابر کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت امیر معاویہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے (ایک جلیل القدر) صحابی ہیں اُن کی بہن (ام حبیبہؓ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں اُنہوں نے وحیِ خداوندی کی کتابت و حفاظت کی، بھلا اس مقام پر کوئی تابعی کیسے پہنچ سکتا ہے؟

پھر یہ حدیث سنائی کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرے صحابہؓ اور رشتہ داروں کو برا کہا اُس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی اور

سارے انسانوں کی۔

(۱۷) حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ تم امیر معاویہؓ کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ مہدی (ہدایت یافتہ) ہیں۔

(۱۸) امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن مسیبؒ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ:

"اے زہری سن لو جس شخص کو ایسی حالت میں موت آئے کہ وہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ سے محبت رکھتا ہو اور عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی گواہی دیتا ہو، اور حضرت امیر معاویہؓ کے لئے رحمت کی دعا کرتا ہو تو اللہ کے ذمہ ہے کہ اس سے حساب میں کھود کرید نہ کرے۔"

(۱۹) فضل بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ (امام احمدؒ) کی زبانی سنا جبکہ ان سے کسی نے پوچھا تھا کہ اس آدمی کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو حضرت معاویہؓ و عمرو بن العاصؓ کی تنقیص کرتا ہے، کیا اسکو رافضی کہا جائیگا؟ فرمایا کہ اس کی جرأت وہی کر سکتا ہے جسکے اندر برائی (نفاق) پوشیدہ ہو۔ اور صحابہؓ میں سے کسی صحابی کی توہین وہی کر سکتا ہے جسکے اندرون میں برائی اور بے ایمانی چھپی ہو۔

(۲۰) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ آپکے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرکے بیٹھ گیا۔ میں بیٹھا ہی تھا کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کو لایا گیا۔ اور ایک گھر میں داخل کرکے دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں دیکھ ہی رہا تھا کہ حضرت علیؓ جلدی سے یہ کہتے ہوئے نکل آئے قُضِیَ لِی وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ (میرے حق میں فیصلہ ہو گیا خدا کی قسم) پھر بہت جلد حضرت امیر معاویہؓ بھی یہ کہتے ہوئے نکلے غُفِرَ لِی وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ (میری مغفرت ہو گئی خدا کی قسم)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

(۲۱) ایک شخص نے کہا کہ میں معاویہؓ سے بُغض رکھتا ہوں۔ حضرت ابوزرعہ رازیؒ نے کہا کیوں؟ اس نے جواب دیا اسلئے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی تھی۔ فرمایا او ستیاناسی! حضرت معاویہؓ کا رب بیحد مہربان ہے۔ اور مُعاویہؓ کے مدِمقابل (حضرت علیؓ) بہت بزرگ ہیں، تجھے اُن کے درمیان داخل ہونیکی کیا ضرورت ہے؟

(۲۲) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام کے ایک پہاڑ پر سویا ہوا تھا، تو میں نے ایک ھاتفِ غیبی سے سُنا کہ وہ یہ کہہ رہا ہے جو صدیق (ابوبکرؓ) سے بُغض رکھے گا وہ زِندیق ہے۔ اور جو عمرؓ سے بُغض رکھے گا دوزخ میں جائیگا۔ اور جو عثمانؓ سے بُغض رکھے گا رحمٰن اس کا دشمن ہے۔ اور جو علیؓ سے بُغض رکھے گا اُسکے دشمن نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اور جو معاویہؓ سے دشمنی رکھیگا تو زبانیہ یعنی جہنم کے فرشتے اُس کو گرفتار کرکے تیز آگ والی دوزخ کی طرف لیجائیں گے۔ اور دوزخ کے طبقۂ ہاویہ میں اُسکو ڈال دیں گے۔

(۲۳) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے پاس ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علی اور معاویہ رضی اللہ عنہم موجود ہیں، حضرت عمرؓ نے (ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے) کہا یارسُول اللہ یہ ہماری توہین کرتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو جھڑکا۔ اُس شخص نے کہا کہ میں ان لوگوں میں سے کسی کی توہین نہیں کرتا۔ لیکن صرف اُن کی یعنی حضرت امیر معاویہؓ کی توہین کرتا ہوں۔ آپؐ نے تین بار ارشاد فرمایا: کیا یہ میرے صحابی نہیں ہیں۔؟ پھر آپؐ نے ایک نیزہ اُٹھا کر حضرت معاویہؓ کو دیا اور فرمایا کہ اس کے گلے کی رگ کاٹ دو۔ حضرت معاویہؓ نے فرمان کے مطابق اس کے نیزہ مارا۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں بیدار ہوا اور صبح ہی اپنے گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ جس شخص کو رات خواب میں دیکھا تھا واقعۃً رات اسکا گلا کٹ گیا۔ اور وہ مرگیا۔ اور وہ شخص راشد الکندی (رافضی) تھا۔

(۴۲) حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ میں "کنیسہ یوحنا" میں سویا ہوا تھا، اور وہ اسوقت مسجد تھی۔ اس میں نماز پڑھی جاتی تھی، نیند سے بیدار ہوا تو میرے سامنے ایک شیر آ کھڑا ہوا۔ میں نے فوراً ہتھیار سنبھالا تو شیر نے کہا ٹھہریئے! میں آپ کے پاس پیغام پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہوں میں نے پوچھا کس نے بھیجا ہے۔ اس نے کہا اللہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، کہ آپ حضرت معاویہؓ کو سلام پہنچادیں اور اُن کو یہ بتلادیں کہ وہ جنتی ہیں — فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کون معاویہؓ؟ اس نے کہا معاویہ بن ابی سفیانؓ۔

(البدایہ والنہایہ از ص ۱۱۷ تا ص ۱۴۴ ج ۸)

حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ کی آٹھویں جلد میں تقریباً ستائیس صفحات پر حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل ومناقب اور خصوصیات وامتیازات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ہم نے اُن میں سے یہ چند اقوال ذکر کر دیئے ہیں جن سے ناظرین کرام کو شاہِ اسلام، کاتبِ وحیِ ربّانی، بارگاہِ رسالت کے معتمد علیہ، قوی وامین، پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبتی بھائی، امتِ مسلمہ کے ماموں، ریاست وسیاست کے تاجدار، علم وحلم کے علمبردار، جود وسخا کے پاسدار، فاتحِ اعظم، امام المسلمین، امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وعنا بوسیلتہ وارضاہ کی رفعتِ شان کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی رفعت وعظمت کیوجہ سے اُن کے فرزند یزید کی طرف باوجود فسق وفجور اور باوصف میکشی وسرکشی حضرت امیر معاویہؓ کی نسبت منتقل ہو جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یزید کے دورِ امارت کے خصوصاً حالات یقیناً اپنے والد محترم سے بالکل متضاد و متفاوت تھے۔ اور اس پر تقریباً تمام مؤرخین واہلِ علم کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ سابقہ اوراق سے معلوم ہو چکا ہے۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم

نسیم احمد فریدی امروہی غفرلہ

جنگِ کربلا اور اسلامی جہاد

محرم ۱۳۹۷ھ پر مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" واقعۂ کربلا کو "حق و باطل کی جنگ" اور اسلامی جہاد بتلایا جاتا ہے۔ یہ بھی شیعہ حضرات کی طرف سے چلایا ہوا پروپیگنڈہ ہے۔ اور سُنی حضرات شیعوں کی اندھی تقلید میں اُن کی راگ میں راگ مِلاتے رہتے ہیں"

بات صاف ہے کہ محرم والے مفتی صاحب واقعۂ کربلا کو "حق و باطل کی جنگ" اور اسلامی جہاد تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اُن کے نزدیک اس جنگ کا منشاء ہوسِ اقتدار اور ملک گیری کا لالچ تھا، اسلئے یہ جنگ غیر اسلامی تھی۔ شیعوں نے پروپیگنڈہ کر کے اس کو "حق و باطل کی جنگ" اور "اسلامی جہاد" کا نام دیدیا۔ اور سُنی لوگ اس قدر جاہل تھے کہ وہ شیعوں کے بہکائے میں آکر اُن کا راگ الاپنے لگے۔

حضرات ناظرین! توجہ فرمائیے کہ یہ مفتیِ ملّت حضرات اہلِ بیت کی قربانیوں کا کس قدر بیجا دلیری سے انکار کر رہا ہے۔ اس مفتی سے تو وہ شیعہ بہتر ہیں جو ناموسِ اہلِ بیت کی حفاظت میں ایسا پروپیگنڈہ کرتے ہیں ع

گُلوں سے خار بہتر ہیں جو دامن تھام لیتے ہیں۔

کیا فسق و فجور کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جانا اور قانونِ اسلام کو زندہ کرنے کے لئے زندگی کی بازی لگا دینا "اسلامی جہاد" نہیں؟ حق و باطل کی جنگ آخر کونسی جنگ ہو گی۔ اگر جنگِ کربلا حق و باطل کی جنگ نہیں ہے؟ مفتیِ ملت سے پوچھا جائے کہ معرکۂ کربلا آخر کیوں قائم ہوا؟ اگر یہ اقتدار اور ملک گیری کی لڑائی تھی یا غیر اسلامی جنگ تھی تو حضرت حسینؓ آپکے نزدیک (نعوذ باللہ) مُجرم قرار پائے۔ اور اُن کی علالت و شرفِ صحابیت اور شہادت جیسی باعظمت چیزیں بے وقعت و رائگاں ہو گئیں۔ اگر یہی

حقیقت واقعہ ہے تو آپ مفتی اہل سنت کیوں بنے بیٹھے ہیں۔ خارجیت یا ناصبیت کی کرسی سنبھالیئے۔

اب سُنیئے مفتی صاحب جہاد کی ایسی البیسل تعریف فرماتے ہیں جو انکے مقصد کے موافق ہے لکھتے ہیں کہ:

• اسلامی جہاد تو اُس جنگ کو کہتے ہیں جو کافروں سے ہو۔ اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے ہو۔ جہاد کے لئے نکل چکنے کے بعد پشت نہ پھیری جائے۔ اور اس سے واپسی کا ارادہ نہ کیا جائے۔ اپنے فریق مخالف سے واپسی کی اجازت نہ مانگی جائے اور اس سے رحم کی درخواست نہ کی جائے۔ غرض خالص اللہ کا دین بلند کرنے اور کفر و شرک مٹانے کی نیت سے ہو تو اسے "حق و باطل" اور اسلامی جہاد کہا جاتا ہے۔ (محرم ۷۵ء)

اس میں مفتی صاحب نے اسلامی جہاد کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ اس جنگ کو کہتے ہیں جو کافروں سے ہو۔ حالانکہ جہاد کی یہ تعریف کسی نے بھی نہیں کی۔ بلکہ یہ تعریف جہاد کی ایک مخصوص نوع کی ہے۔ آگے ہم انشاء اللہ بقدر ضرورت اس کی تفصیل بیان کریں گے۔

پھر آپ عبارت مذکورہ سے مفتی صاحب کا منشاء سمجھنے کی کوشش کریں انکا منشا یہ ہے کہ "جنگ کربلا" اسلامی جہاد نہیں۔ غیر اسلامی جنگ ہے۔ کیونکہ وہ کافروں سے نہیں ہوا، مسلمانوں سے ہوا تھا۔ دوسرے جہاد اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ حضرت حسینؓ کا منشاء اقتدار حاصل کرنا تھا۔ یہ حضرت حسینؓ کی نیت پر حملہ کیا گیا ہے کہ وہ دُنیا کیلئے لڑنے نکلے تھے۔ (نعوذ باللہ) تیسرے نکلنے کے بعد پشت نہ پھیری جائے۔ اگر پشت پھیر لی تو اسلامی جہاد نہ رہا حضرت حسینؓ نے بھی بھاگنے کا ارادہ کر لیا تھا، اسلئے بھی وہ اسلامی جہاد نہ رہا۔ مفتی جی سے کوئی پوچھے کہ غزوہ

حنین میں بھی تو اکثر صحابہ پشت پھیر کر بھاگ گئے تھے۔ تو آپ کا فتویٰ یہ ہے کہ وہ اسلامی جہاد نہیں رہا۔ وہ غیر اسلامی اور کفری جہاد ہو گیا۔ (نعوذ باللہ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)۔ چوتھے اس سے واپسی کا ارادہ نہ کیا جائے ــــ حضرت حسینؓ نے واپسی کا ارادہ کر لیا تھا اسلئے وہ اسلامی جہاد نہیں ہو سکتا۔ مفتی جی سے کوئی پوچھے کہ دوسرے صحابہؓ نے کیا جہادوں سے واپسی کا ارادہ نہیں کیا؟ یقیناً سب نے کیا، اور جو شہید نہیں ہوئے واپس بھی ہوئے۔ خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام غزوات میں واپسی کا ارادہ کیا، اور واپس ہوئے تو کیا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام جہاد اور صحابہؓ کے سارے جہاد غیر اسلامی اور کفری ہوئے؟ (نعوذ باللہ) اس فتوے کی زد دیکھئے کہاں تک پہونچ رہی ہے۔؟ اس دیوانگی کا سوائے اللہ کی پکڑ کے علاج کیا ہو سکتا ہے ؟

ناظرین کرام! آپ محرم کو خود انصاف سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اسمیں اس قسم کی کسقدر ناپاکیاں بھری ہوئی ہیں۔ خط کشیدہ عبارت کو بغور دیکھئے اور یہ بھی کہ مفتی جی نے جہاد کا ایک نام "حق و باطل" بھی رکھا ہے۔ اسکی تفصیل پہلے بھی آ چکی ہے۔

عنوان "جنگ کربلا کو اسلامی جہاد کہنا" کے تحت مفتی صاحب نے حضرت حسینؓ پر زبردست تبرّا کیا ہے، اور اپنی پوری بھڑاس نکال لی ہے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ نہ معلوم جب وہ حضرت حسینؓ کا خصوصاً ذکر کرتے ہیں تو کیوں غضبناک ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اسی حالتِ غضب میں کوئی نہ کوئی توہین آمیز بات لکھ ڈالتے ہیں۔ جس کے چند نمونے گذشتہ اوراق میں بھی آ چکے ہیں۔ اس عنوان کے تحت بھی پورا مضمون حضرت حسینؓ کی توہین سے لبریز ہے۔ اس میں سے چند جملے نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) "حضرت حسینؓ اللہ کا دین بلند کرنے اور کفر و شرک مٹانے کی نیت سے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

تشریف نہیں لے گئے تھے بلکہ کوفیوں کی طرف سے آتے ہوئے خطوط پر اور اپنے ہاتھ پر بیعت لینے کی غرض سے تشریف لے گئے تھے" (محرم ص۵)

یعنی حضرت حسینؓ کا سفر کوفہ دین کی بلندی کے لئے نہیں تھا، بلکہ حکومت خلافت حاصل کرنے کی نیت سے تھا۔ اور ان کے نزدیک جہاد تو وہی ہے جو خالص اللہ کا دین بلند کرنے اور کفر و شرک مٹانے کے لئے ہو۔

(۲) اثنائے سفر میں متعدد بار آپ نے مدینہ واپس آنے کے لئے فرمایا اور اپنے ساتھیوں کو بھی واپس چلے جانے کا حکم فرمایا" (محرم ص۵)

اور مفتی صاحب شروع میں لکھ چکے ہیں کہ جہاد وہی ہوتا ہے کہ واپسی کا ارادہ نہ ہو۔ لیکن کیونکہ انکا واپسی کا ارادہ ہوگیا اسلئے انکا جہاد بھی باطل ہوگیا، اور وہ جنگ غیر اسلامی بن گئی۔

(۳) و یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے لئے فرمایا، کسی سرحد پر بھیجے جانے کے لئے فرمایا" (محرم ص۵)

اس جملہ میں حضرت حسینؓ کو بزدل ثابت کیا ہے کہ ڈر کی وجہ سے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو آمادہ ہوگئے، اور اس بات پر بھی کہ مجھے کسی سرحد پر بھیجنے کا حکم (یزیدی لشکر) دیدے، سبحان اللہ۔

• حضرت عقبہ بن سمعانؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت حسینؓ کے ہمراہ مکہ سے مقام شہادت (کربلا) تک رہا ہوں، خدا کی قسم جو بات بھی انہوں نے فرمائی میں نے ہر ایک سنی، یقیناً انہوں نے یہ ہرگز ہرگز نہیں فرمایا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو میں اسکے ہاتھ میں ہاتھ دیدونگا (یعنی اسکے ہاتھ پر بیعت کرلونگا) اور نہ یہ فرمایا کہ کسی سرحد پر چلا جاؤنگا۔ ہاں انہوں نے یہ فرمایا کہ دو معاملوں میں سے ایک کا اختیار مجھے دیا جائے یا تو واپس مکہ چلا جاؤں، یا اور کسی جگہ جانے دو، تاکہ میں غور کرلوں کہ لوگوں کا معاملہ میرے ساتھ کیا ہوتا ہے"

(البدایہ والنہایہ ص۱۷۵ ج۸)

ملاحظہ فرمایئے کہ مفتی جی کی بات میں اور حضرت عقبہ بن سمعانؓ کی (جو مکہ سے

کربلا تک ان کے ساتھ رہے) کی بات میں کس قدر فرق ہے۔ عقل سے بھی تو سوچئے کہ علی شیرِ خدا و فاطمۃ الزہرا کا بیٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ایسی بزدلی کا اظہار کر بھی کیسے سکتا ہے؟

جیسا کہ مفتی جی کی تحریر سے معلوم ہوا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ایک ادنیٰ درجہ کا آدمی بھی ایسی بے غیرتی و بزدلی کے مقابلہ میں موت کو پسند کریگا۔

(۴) کیا حق کا بول بالا کرنے والے کے لئے شرعاً یہ جائز ہے کہ جہاد کی نیت سے نکل کر منہ موڑے، ساتھیوں کو واپس بھیجے، دشمنوں سے رحم کی درخواست کرے۔ (محرم ص۵۰)

اس عبارت میں مفتی صاحب نے یہ بات جتلائی ہے کہ حضرت حسینؓ حق کا بول بالا کرنے والے نہیں تھے۔ اگر ایسے ہوتے تو جنگ سے منہ نہ موڑتے۔ افسوس ہے کہ یہ سب باتیں خود بنا کر مفتی صاحب نے حضرت حسینؓ کو موردِ الزام ٹھہرادیا اور ہر ہر جملہ سے ان کی زبردست توہین کی۔

(۵) "ایک صحابی بھی حضرت حسینؓ کے ساتھ نہ نکلے بلکہ اُن کو اس اقدام سے منع کیا۔ (آگے کئی صحابہؓ کا نام لکھ کر تحریر کیا ہے کہ انہوں نے) حضرت حسینؓ کی سخت مخالفت کی۔ ان سب حضرات نے خدا سے ڈرنے کی ہدایت کی۔ اور امت میں تفرقہ ڈالنے پر ملامت کی، خدا کا واسطہ دیکر اور قسم دیکر حضرت حسینؓ کو روکا" (محرم ص۵۰)

خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ کیجئے اور سوچئے کہ حضرت حسینؓ پر کتنے الزامات عائد کیئے جارہے ہیں۔ حکومت حاصل کرنے کے لالچ میں انہوں نے کسی کی نہ مانی۔ باوجود ہدایت کئے جانے کے خدا سے بھی نہیں ڈرے۔ اور امت میں تفرقہ ڈالنے سے بھی باز نہ آئے۔ خدا کا واسطہ دینا اور قسم دینا ہر تدبیر بیکار گئی۔

(۶) اگر یہ اسلامی جہاد ہوتا تو صحابۂ کرامؓ اس سے پیچھے نہ رہتے (محرم ص۵۰) مفتی جی سے پوچھئے کیا حضرت حسینؓ صحابی نہ تھے؟ ان کا عمل رائگاں تھا؟

وہ خود مجتہد نہ تھے۔ کیا اُن کے اس اقدام پر کوئی اجر و ثواب نہیں ؟ کیا مفتی صاحب کے نزدیک حضرت حسینؓ کا عمل قابلِ اتباع نہ تھا ؟

حضرت حسینؓ کا سفرِ کوفہ

شہر کوفہ چونکہ حضرت علیؓ کا پایۂ تخت رہا ہے۔ اور وہاں کے باشندے ہمیشہ انکے طرفدار رہے ہیں۔ اس تعلق سے اہلِ کوفہ کے مسلسل خطوط اور دعوت نامے حضرت حسینؓ کے پاس آئے، بہت سے قاصد آئے اور حضرت حسینؓ کو کوفہ پہنچنے کی دعوت دی گئی۔ خطوط اور دعوت ناموں میں اس امر کا اظہار کیا گیا کہ ہم لوگ یزید سے اس کی بے راہ روی کی بنا پر راضی نہیں ہیں۔ ہم نے اس کے ہاتھ پر ابتک بیعت نہیں کی۔ اب ہم اس حال میں ہیں کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔ ہم آپ کی آمد کے سخت منتظر ہیں۔ آپ کی تشریف آوری پر ہم سب متفق ہوکر آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کریں گے۔ حضرت حسینؓ نے تحقیق حال کیلئے مسلم بن عقیل کو روانہ کیا۔ انہوں نے کوفہ پہنچکر حالات سازگار اور امام عالی مقام علیہ وعلیٰ آبائہ السلام کے حق میں پاکر اطلاع کردی کہ آپ معہ اہل وعیال کوفہ جلد پہنچیے۔ حضرت حسینؓ نے کوفہ جانے کا ارادہ فرمالیا۔ اس سفر سے ہرگز اُن کا ارادہ حکومت واقتدار حاصل کرنا یا مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا نہیں تھا۔ بلکہ آپ یزید پلید کی امارت سے غیر مطمئن تھے۔ اس کی ناہموار طبیعت بے راہ روی اور ظلم وستم سے اُن کو امتِ مسلمہ میں سخت انتشار وخلفشار کا اندیشہ تھا۔ اور ابھی یزید کی حکومت وامارت بھی اُن کے خیال میں مستقل ومضبوط نہ ہوئی تھی۔ تمام اہلِ مکہ اس سے ناراض تھے، تو اہلِ کوفہ بھی اس سے نالاں اور بیزار تھے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ کوئی امام عادل میسر آجائے اسلئے حضرت امام حسینؓ نے اس کی نیت اور جرأت مندانہ ہمت کی کہ کوفہ پہنچکر اہلِ کوفہ سے بیعت لیکر قوت حاصل کرلیں اور اپنے نانا جان سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے فساد

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اور فسق و فجور کی ابھرتی ہوئی بنیادوں کو پوری قوت کے ساتھ اکھاڑ پھینکیں،
مسلم بن عقیل کی اطمینان بخش حالات کی اطلاع ملتے ہی حضرت امام عالی مقام
نے عزم سفر فرمالیا جو جہاد کے لئے نہ تھا۔ جہاد کی تیاری کے لئے تھا۔ جو اقتدار
کی طلب میں نہ تھا۔ امت مسلمہ کی اصلاح و فلاح کی خاطر تھا۔ اس سے امارت
و حکومت مقصود نہ تھی۔ یزیدیت کو فنا کرکے اس کے چنگل سے مسلمانوں کو بچانا
تھا۔ ادھر تو یہ نیک جذبات تھے، اُدھر سے راہوں کے ہموار ہونے کی بیشمار
اطلاعات اور اس کارِ خیر کی دعوت و مطالبات تھے۔ اور سب سے معتبر
اطلاع اپنے عزیز قریب و فرستادہ مسلم بن عقیل کی اطلاع تھی حضرت
شہیدِ اعظم کا دل مطمئن ہو گیا تو مع اہل و عیال چل دیئے۔ بڑی بڑی ہستیوں
نے روکا، عزیمت کے ترک پر اصرار کیا، مگر وہاں عزم ہو چکا تھا جس میں جامِ شہادت
نوش کر لینے تک تزلزل اور کمزوری نہیں آئی امت کو سبق دیدیا کہ فسق
و فجور کے خلاف جان دیدینا کوئی بڑی بات نہیں۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
کا دین بہت قیمتی ہے۔ دین کی بقاء و حفاظت کیلئے قربانیاں دینا مومن کامل
کا شیوہ ہے۔

تفصیلاتِ سفر کا خلاصہ

سفر کوفہ کیوں ہوا کن تقاضوں اور جذبات کے تحت ہوا بطور خلاصہ لکھ دیا گیا
تفصیل کتبِ تاریخ (مثلاً البدایہ والنہایہ ج ۸) میں ملاحظہ فرمایئے۔ اُن
تمام تفصیلات کا خلاصہ اختصار کے پیش نظر حسب ذیل ہے۔

(۱) حضرت حسین دوسرے اکابر صحابہ و تابعین کی طرح یزید سے مطمئن نہ تھے۔
اسلئے اس کی بیعت کو انہوں نے قبول نہ کیا، اور مدینہ سے مکہ پہنچ گئے۔
مکہ کے سب لوگ حضرت امام سے محبت رکھتے، عقیدت سے پیش آتے، مجلسوں
میں آتے اور فیضیاب ہوتے رہے۔ مگر اہلِ مکہ عبداللہ بن زبیر کی بیعت قبول
کر چکے تھے۔

(۲) یزید سے اختلاف حضرت حسینؓ و ابن زبیرؓ دونوں نے یکساں طور پر کیا۔ اور باشندگانِ مکہ نے یزید کے خلاف حضرت ابن زبیرؓ کے ہاتھوں پر بیعت کر لی تھی۔ حضرت حسینؓ نے اس سلسلہ کو مضبوط تر بنانے کے لئے اہلِ کوفہ کی طرف توجہ فرمائی۔ مقصود دونوں کا ایک ہی تھا۔ یہاں پر جن مورخین نے حضرت حسینؓ و ابن زبیرؓ میں بھی اختلاف دکھایا ہے انہوں نے غلطی کی ہے۔

(۳) حضرت حسینؓ چاہتے تھے کہ اُمت پر فسق و فجور کی راہیں نہ کھلیں اور مسلمانوں کو قوت حاصل ہو تو یزیدیت کو کچل کر امتِ مسلمہ کو اسکے زہریلے اثرات سے بچا لیا جائے اور عدل و انصاف و صلاح پر اُمت کو قائم رکھا جائے۔

(۴) کوفہ والوں نے حضرت حسینؓ کو دعوت دی اور بیشمار خطوط لکھے مسلسل قاصد بھیجے وہ حضرت امامؓ کے دستِ حق پرست پر یزید کے مخالف بیعت کرنا چاہتے تھے۔ مکمل اطمینان کیلئے حضرت نے مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ بھیجا۔ حالات اطمینان بخش و سازگار رکھے۔ چنانچہ انہوں نے بھی آپ کو معہ اہل و عیال کوفہ کے سفر کی دعوت دیدی۔

(۵) حضرت امام نے معہ اہل و عیال عزمِ سفر کیا۔ لوگوں نے سمجھایا مگر آپ ارادہ کر چکے تھے، قدم بڑھا ہوا پیچھے ہٹنا نامناسب سمجھا۔ اور چلدیئے۔ اس مقام پر حضرت حسینؓ نے مخالف پہلو پر نظر نہ فرمائی۔ کیونکہ ہر طرح مطمئن ہو چکے تھے۔

(۶) اِدھر سفر کوفہ شروع ہوا، اُدھر یزید کی سی۔ آئی۔ ڈی نے کوفہ پر یزید کے سخت کارندوں کو مسلّط کرا دیا۔ کوفی لوگ گھبرا گئے۔ اور اپنی بزدلی کی وجہ سے پریشان ہو کر حضرت امامؓ سے عہدِ وفا توڑ کر بیعتِ یزید کی طرف مائل ہو گئے۔ مسلم ابن عقیل کو شہید کر دیا گیا۔ اور حالات میں عظیم انقلاب آ گیا۔

(۷) حضرت حسینؓ اور اُن کے ساتھیوں کو مقامِ کربلا میں یزیدی لشکر نے روک لیا۔ طویل بات چیت ہوئی حضرت نے موجودہ حالات کے پیشِ نظر مکہ واپسی کا ارادہ کیا مگر ظالموں نے راستہ روک لیا، کہیں اور بھی جانے نہ دیا۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

بیعتِ یزید پر مجبور کیا تو حضرت نے فرمایا: یزید کے پاس ہی جانے دو میں اس سے بات چیت کرونگا مگر انہوں نے چاہا کہ یہیں یزید کی بیعت قبول کی جائے۔ حضرت حسینؓ کی غیرت و شجاعت نے اس کی اجازت نہ دی اور مقابلہ شروع ہوگیا۔ آپ نے یزیدی فوج کا پامردی سے مقابلہ کیا۔ نہ کسی کی خوشامد کی، نہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کا ارادہ کیا۔ آخر آپ اسی میدانِ کربلا میں بحالتِ مظلومیت ۱۰ محرم ۶۱ھ کو شہید ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حق تعالیٰ پوری امتِ مسلمہ کی جانب سے اُن کو اور اُن کے مربیوں کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ اور اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی اُن کے نانا جان کے شہر مدینہ میں شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین ع رَحِمَ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ آمِیْنا۔

کیا جنگِ کربلا کو جہاد کہیں گے؟

اُوپر کی سطروں سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سفر اخلاص سے لبریز، صرف رضائے حق کے لئے، اسکے دین کی بلندی کیلئے اور امتِ مسلمہ کی خیر خواہی و ہمدردی میں ہوا۔

(۲) یہ سفر جہاد یعنی جنگ کے ارادہ سے نہیں ہوا، ہاں جہاد کی تیاریوں کے لئے ہوا۔ اور جہاد کی تیاریاں بھی جہاد کے حکم میں ہیں۔ یعنی اُن پر بھی جہاد ہی کا اجر و ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ بہت سی احادیث میں مذکور ہے۔

(۳) کربلا کی لڑائی دشمنوں کے دفاع میں ہوئی۔ اس میں فسق و فجور سے مقابلہ تھا۔ اس میں اپنی جان اور اہل و عیال کی حفاظت بھی مقصود تھی۔ اس لڑائی سے ناموسِ رسولؐ اور دین کی عظمت کی حفاظت بھی مقصود تھی۔ ان مقاصد میں سے کسی ایک مقصد کیلئے بھی اگر کوئی شخص قتل کیا جائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق وہ شہید ہے۔ اور اللہ کے فضل سے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

یہاں تو اس قدر مقاصد جمع ہو گئے تھے جن کے لئے آپ نے جان دیدی۔ یقیناً آپ کو شہادتِ عظمیٰ حاصل ہوئی۔ اور آپ بلا شبہ شہیدِ اعظم کہلانے کے بجا طور پر مستحق ہیں۔ ان واضح حقائق سے کوئی دشمنِ حسینؓ یا عدوِ اہلِ بیت یزیدی ہی آنکھیں بند کر سکتا ہے۔

جہاد کی حقیقت

اب جہاد کی حقیقت سمجھئے، اور پھر ایک نظر "محرم" پر ڈالیے۔ اور ایک نظر اوپر کے مضمون پر۔ تو آپ پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ جنگِ کربلا یقیناً جہاد تھا۔ گو حضرت حسینؓ اس جنگ کے ارادہ سے نہیں نکلے تھے۔ اور نہ صحابہؓ نے حضرت حسینؓ کو جہاد سے روکا تھا، نہ ہی کسی صحابی نے جہاد سے کنارہ کشی کی تھی۔

(محرم والے مفتی جی کا مغالطہ انکو اور اُن کی پارٹی کو مبارک۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "جہاد کے معنی لغت میں کسی کام کے لئے اپنی پوری کوشش اور توانائی خرچ کر دینے کے ہیں، اور اصطلاح میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے اور دشمن کی مدافعت کرنے میں جان، مال، زبان اور قلم کی پوری طاقت خرچ کرنے کو جہاد کہا جاتا ہے۔ (پھر جہاد کی قسموں کی تفصیل بیان کر کے لکھا ہے) کہ مذکورہ تصریحات سے معلوم ہوا کہ لفظ جہاد اصطلاحِ شرع میں اللہ کی راہ میں پیش آنے والی ہر رکاوٹ کے مقابلہ اور مدافعت کیلئے عام معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (کہ صرف کفار کے مقابلہ کے لئے خاص ہے)

(جہاد ص ۶،۵)

مُلّا علی قاریؒ نے مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں لکھا ہے کہ:

"جہاد جُہد سے ماخوذ ہے۔ جَہد جیم کے زبر کے ساتھ بمعنی مشقت ہے۔ اور جیم کے پیش کے ساتھ بمعنی طاقت۔ اور جہاد کو جہاد اسلئے کہتے ہیں کہ دشمن سے قتال کے وقت مشقت اور طاقت کو کام میں لایا جاتا ہے۔ یا اسلئے کہ مجاہد اپنی مشقت اور طاقت کو اپنے بھائی کی مشقت و طاقت کے ساتھ دینِ خداوندی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کی نصرت کے لئے ملا دیتا ہے۔ (کالمُساعدة وھی ضم ساعدہٗ الیٰ ساعدِ اخیہ لتحصیل القوۃ فصدق معنی بابِ المفاعلۃ) پھر جہاد کی چند قسمیں ہیں۔

(۱) کافروں یا فاسقوں سے جہاد کرنا تاکہ سارا دین اللہ کا ہوجائے۔

(۲) جہادِ نفس۔ نفس کو برائیوں کے چھوڑنے اور احکامِ خداوندی کی اتباع کرنے پر آمادہ کرنا اور نفس کے مذموم تقاضوں سے اس کو نکال کر عبادت واطاعت کا خوگر بنانا۔ اور یہ دوسری قسم پہلی کے مقابلہ میں سخت ہے۔ اور اسی کو جہادِ اکبر (بڑا جہاد) کہتے ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی کے وقت فرمایا تھا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (کہ ہم چھوٹے جہاد سے یعنی کفار کے ساتھ جہاد کرنے سے بڑے جہاد یعنی جہادِ نفس کی طرف لوٹ رہے ہیں)

(۳) تیسری قسم جہادِ قلب ہے۔ جس کی حقیقت تزکیہ وتصفیہ یعنی دل کی پاکی اور صفائی) ہے۔ اور اغیار سے ہٹا کر دل کو پروردگار سے جوڑنا اور خلق سے ہٹا کر حق سے لگانا ہے۔

(۴) چوتھی قسم جہادِ روح ہے۔ جسکا مطلب ہے اپنے وجود کو اللہ واحد القہّار کے وجود میں فنا کردینا۔ (مرقات ص۹۱، ج۱)

محرم والے مفتی جی کے دادا استاذ سرگروہِ دیوبند حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی بذل المجہود شرح ابی داؤد میں لکھتے ہیں کہ:

جہاد: جیم کے زیر کے ساتھ ہے۔ اس کے اصل معنی مشقت کے ہیں جَهَدْتُ جِهَادًا کا مطلب ہوتا ہے کہ میں مشقت میں پڑگیا۔ اور شریعت میں کفار سے لڑنے میں مشقت اٹھانے کو کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ لفظ نفس وشیطان اور فاسقوں سے لڑنے اور اس میں مشقت اٹھانے پر بھی بولا جاتا ہے۔ اس کی چند قسمیں ہیں۔

(۱) جہادِ نفس۔ علمِ نبویؐ حاصل کرکے اس پر عمل کرنے اور دوسروں کو علم

سکھانے پر بولا جاتا ہے۔

(۲) جہاد بالشیطان۔ جس کا مطلب ہوتا ہے شیطان جو شبہات لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے یا شہوانی چیزوں کو مزین کرتا ہے، اس سلسلہ میں شیطان کا دفاع کرنا۔

(۳) جہاد مع الکفار۔ یہ جہاد ہاتھوں سے، مال سے، زبان سے اور دل سے ہوتا ہے۔

(۴) جہاد مع الفساق یہ ہاتھ، زبان اور دل ہوتا ہے۔ (بذل المجہود ص ۲۴۰/۳۳ مطبوعہ ہندی) ہاتھ سے جہاد کا مطلب ظاہر ہے کہ کافروں اور فاسقوں کے کفر وفسق کو مٹانے کے لئے ہاتھوں سے کام لیا جائیگا۔ اور ہتھیار وغیرہ بھی استعمال کئے جائیں گے۔ اور زبان کو کفر وفسق کی برائی، کافروں، فاسقوں کو ڈانٹ ڈپٹ، دھمکیاں اور ان کی فہمائش وغیرہ میں استعمال کیا جائیگا۔ اور دل میں کافروں، فاسقوں سے بغض اور کفر وفسق سے نفرت رکھی جائیگی۔

اسی طرف ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ۔ (رواہ مسلم) (مشکوٰۃ ص ۴۳۶)	تم میں سے جو کوئی کسی برائی (نافرمانی) کو دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ (کی طاقت) سے اس کو بدل ڈالے۔ پھر اگر اسکی طاقت نہ ہو تو زبان سے (اسکی برائی بیان کر دے) اور اسکی بھی طاقت نہیں ہے تو دل سے (اس کو برا سمجھے) اور یہ ایمان کا سب سے گھٹیا اور کمزور درجہ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ	جہاد کی قسموں میں سے بہترین قسم کا

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ ———— (مشکوٰۃ ص۳۲۲)	جہاد اُس شخص کا جہاد ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہدے۔

اس تفصیل کا خلاصہ چند امور ہیں۔ (۱) جہاد صرف یہی نہیں کہ کافروں سے جنگ کی جائے جیسا کہ محرم والے مفتی جی نے لکھا ہے۔ بلکہ کافروں سے مقابلہ کو بھی جہاد کہتے ہیں۔ اور یزید اور اس کے حمایتیوں جیسے فاسقوں سے مقابلہ کرنے کو بھی جہاد کہتے ہیں نفس اور شیطان سے مقابلہ کو بھی جہاد کہتے ہیں۔

(۲) جہاد ہاتھ اور ہتھیاروں سے بھی ہوتا ہے۔ زبان اور قلم سے بھی ہوتا ہے۔ اور دل سے بھی ہوتا ہے۔

(۳) دین کے لئے ہر کوشش کو اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے ہر جدوجہد کو شریعت میں جہاد کہتے ہیں۔

(۴) یزیدیوں سے مقابلہ بہر صورت جہاد تھا۔ اس کو اسلامی جہاد نہ کہنا علمی قصور یا دماغی فتور کا نتیجہ ہے۔

فتنہ یزید کی پیشین گوئیاں

یزید کے فسق و فجور پر ہم جمہور علماء واکثر مؤرخین کا اتفاق نقل کر چکے ہیں۔ درحقیقت یزید اور اُس کے ہمنواؤں کی بے راہ روی اور اُن کی زیادتی و ستمگری اس امت میں اپنے انداز کا ایک بڑا فتنہ تھا۔ اور احادیث و آثار میں اس فتنہ کے ظہور کی طرف واضح اشارات موجود ہیں۔ مثلاً

(۱) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ رَأْسِ السَّبْعِيْنَ وَإِمَارَةِ الصِّبْيَانِ۔ (مشکوٰۃ ص۳۲۲)	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم اللہ کی پناہ مانگو سنہ ۶۰ (کے فتنوں) سے اور بچوں کی حکومت سے۔

مُلّا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بچوں کی حکومت

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

سے مراد یزید بن معاویہ کی اور حکم بن مروان کی اولاد کی حکومت ہے (کہ اسکی شروعات شتر کی ابتداء یعنی ۶۰ھ کے بعد ہوئی تھی)
مُلا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنے منبر پر کھیلتے ہوئے خواب میں دیکھا تھا۔

(۲) حضرت نعمان بن بشیرؓ حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُنیا میں نبوت رہے گی جبتک اللہ کو منظور ہوگا (یعنی آپؐ کی وفات تک) پھر اللہ تعالیٰ نبوت کو اُٹھالیں گے۔ اسکے بعد خلافت نبوت کے طریقہ پر ہوگی۔ جبتک اللہ کو منظور ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو بھی اٹھالیں گے۔ اس کے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی (یعنی جس میں اختلاف اور جھگڑا ہوگا) پھر اللہ تعالیٰ اُس کو بھی اُٹھالیں گے۔ اُسکے بعد ظلم و قہر والی حکومت ہوگی جبتک اللہ کو منظور ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اُسکو بھی اُٹھالیں گے، اسکے بعد خلافت بطرز نبوت ہوگی۔ پھر آپؐ نے سکوت فرمایا۔
حضرت حبیبؒ (راوی) فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو میں نے یہ حدیث اُن کو لکھ کر بھیجدی جس سے مقصود اُنکو تذکیر و نصیحت تھی، اور میں نے اُن کو لکھا میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ جھگڑے والی (حضرت امیر معاویہؓ کی) اور ظلم و قہر والی (یزید وغیرہ کی) حکومت کے بعد نبوت کے طریق پر حکومت کرنے والے) امیرالمؤمنین ہوں گے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس سے خوش ہوئے اور اس حدیث کی پیشگوئی کو پسند فرمایا۔ (مشکوٰۃ ص۴۶۱) اور اسی طرح کی روایت ابوعبیدہؓ و معاذ بن جبلؓ کی مشکوٰۃ ص۴۶۱) پر بھی ہے۔

حضرت سفینہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ خلافت (موافق سنت) تیس سال رہے گی پھر بادشاہت ہوجائے گی۔ حضرت سفینہؓ فرماتے تھے کہ

دو سال تو ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے شمار کرلو۔ اور دس سال حضرت عمرؓ کی خلافت کے۔ اور ۱۲ بارہ سال حضرت عثمانؓ کی خلافت کے۔ اور چھ سال حضرت علیؓ وحضرت حسنؓ) کی خلافت کے (اس طرح یہ تیس سال پورے ہوگئے)

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ میرے بعد ایسے ائمہ ہوں گے جو میرے طریقہ پر نہ چلیں گے اور میری سنت کی پیروی نہ کریں گے (یعنی وہ کتاب وسنت کے علم وعمل سے دور رہیں گے) اور عنقریب اُن میں ایسے لوگ اٹھیں گے جن کے دل جسم انسانی میں شیطانوں کے دِل ہوں گے۔ (مشکوٰۃ ص۴۶۲)

ان ائمہ سے مراد یزید جیسے ائمہ ہیں۔ اور شیطانی دلوں والے لوگوں میں حضرت حسینؓ کے قاتلین بھی داخل ہیں۔ شراحِ حدیث نے اسی طرح لکھا ہے۔ (مرقات ص۱۴۲ ج۵)

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں سوال کرتے تھے اور میں شر کے بارے میں سوال کرتا تھا، تاکہ میں شر سے محفوظ رہ سکوں۔ چنانچہ میں نے ایک دن عرض کیا یارسول اللہ ہم جاہلیت وشر میں تھے۔ اللہ نے اس (دین اور ہدایت کی) خیر سے ہمکو نوازدیا۔ توکیا اِس خیر کے بعد بھی شر آئے گی۔؟ فرمایا ہاں آئے گی۔ میں نے عرض کیا کہ اس شر کے بعد پھر خیر آئے گی؟ فرمایا ہاں الخ (مشکوٰۃ ص۴۶۱)

مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اوّل شر سے مُراد وہ شر ہے جو قتلِ عثمانؓ کے وقت سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور تک (یزید اور اُمرائے بنوامیہ کے دور میں) واقع ہوئی۔ اور خیر ثانی سے مُراد وہ خیر ہے جو عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ خلافت میں آئی۔ (مرقات ص۱۳۱ ج۵)

بخاری شریف کی روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے کہ:

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

هَلَكَةُ اُمَّتِىْ عَلٰى يَدَىْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ۔ (مشکوٰۃ ص۴۶۲)	میری اُمّت کی ہلاکت قریشی لڑکوں کے ہاتھوں پر ہوگی۔

مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ لڑکوں سے مُراد وہ لوگ ہیں جو کمالِ عقل اور حلم ووقار سے محروم تھے۔ اور مظہر نے کہا ہے کہ شاید اُن سے مُراد وہ لوگ ہیں جو خلفائے راشدین کے بعد بر سرِاقتدار آئے ہیں۔ جیسے یزید بن معاویہؓ وعبدالملک بن مروان وغیرہ۔ (مرقات ص۱۴۰/ج۵)

اُمرائے بنی امیّہ کی شرارتوں کی طرف بہت سی روایات میں واضح اشارات موجود ہیں۔ اور اکثر محدثین وشراحِ حدیث نے اُن کا مصداق یزید اور اسی جیسے ظالم وفاسق اُمراء ہی کو قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم (نسیم احمد غازی مظاہری)

ایک غلط فہمی اور اُس کا ازالہ

یہاں پہنچکر کسی کو یہ غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ جب یزید کا فسق وفجور سب کے سامنے ظاہر تھا اور روایات میں اس دور کی حکومت اور اُمراء کی مذمّت موجود تھی تو صلحائے امّت کا ایک طبقہ اُسکا ہمنوا کیوں بن گیا۔ اور کچھ حضرات نے خاموشی وگوشۂ تنہائی کو کیوں اختیار کرلیا ؟

اور حضرت حسینؓ وابن زبیرؓ اور اُن کے ہمنوا اہلِ مکہ وباشندگانِ مدینہ مقابلہ پر کیوں آکھڑے ہوتے۔؟ اسکا جواب گذشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ کہ یہ سب حضرات مجتہد تھے۔ ہر اک بزرگ نے احادیث کی روشنی میں اپنا ایک موقف طے کرلیا تھا۔ اور جو مجتہد نہ تھے وہ اپنے اپنے معتمد علیہ بزرگ کے ساتھ ہوگئے تھے۔ اور نصوص میں خیر کی وہ سب راہیں نکلتی ہیں جو طے کی گئیں۔ اہلِ علم واقف ہیں کہ ظالم اُمراء کے دور میں صبر وسکوت اور اختلاف سے بچنے کی ہدایات بھی موجود ہیں۔ اور اطاعت میں اتباع اور معصیت میں کنارہ کشی کی تعلیم بھی ہے۔ اور جرأتمندانہ اقدامات کی گنجائش بھی موجود ہے۔ ان

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

تمام روایات کو اگر لکھا جائے تو یہ مختصر کتاب حد سے زائد طویل ہو جائیگی۔ اسلئے اس سلسلہ کی ایک ہی روایت لکھی جاتی ہے۔ اسی سے اندازہ ہو جائیگا کہ ان حضرات میں سے ہر ایک کا موقف اور طے کردہ راستہ درست اور حق تھا۔

حضرت عمر بن الخطابؓ راوی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّهُ تُصِيبُ اُمَّتِي فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ مِنْ سُلْطَانِهِمْ شَدَائِدُ لَا يَنْجُوْ مِنْهُ اِلَّا رَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَجَاهَدَ عَلَيْهِ بِلِسَانِهِ وَيَدِهٖ وَقَلْبِهٖ فَذٰلِكَ الَّذِيْ سَبَقَتْ لَهُ السَّوَابِقُ وَرَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَصَدَّقَ بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَسَكَتَ عَلَيْهِ فَاِنْ رَاٰى مَنْ يَّعْمَلُ الْخَيْرَ اَحَبَّهُ عَلَيْهِ وَاِنْ رَاٰى مَنْ يَّعْمَلُ بِبَاطِلٍ اَبْغَضَهُ عَلَيْهِ فَذٰلِكَ يَنْجُوْ عَلٰى اِبْطَانِهٖ كُلِّهٖ۔

(مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی صـــ۴۳۸ـــ)

میری امت کو اخیر زمانہ (صحابہؓ) میں ان کے بادشاہ کی طرف سے مصیبتیں پہنچیں گی، اس سے تین قسم کے لوگوں کے سوا کوئی چھٹکارہ نہ پا سکے گا۔ ایک وہ شخص جو اللہ کے دین کو (علم وعمل کے ذریعہ) پہچانیگا۔ پھر وہ اس کے مقابلہ میں اپنی زبان اپنے ہاتھ اور اپنے دل (کی قوت) سے مقابلہ کریگا تو وہ شخص اپنی مطلوب سعادتوں کو پہنچ جائیگا۔ دوسرا وہ شخص جو دین کو پہچانکر اس کی (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کیذریعہ) تصدیق کریگا۔ اور تیسرا وہ ہوگا جو اللہ کے دین کو پہچانتا ہوگا مگر خاموشی اختیار کریگا، پھر وہ اسکو دیکھے گا کہ وہ اچھا کام کر رہا ہے تو اس کو دل سے پسند کریگا، اور جو وہ غلط کام کر رہا ہے تو اس کو دل سے ناپسند کریگا، یہ تیسری قسم کا آدمی بھی نجات پا جائیگا۔ خیر کی محبت اور باطل سے بغض اپنے قلب میں چھپانے کی وجہ سے۔

ملا علی قاریؒ نے شرح مشکوٰۃ میں اس ظالم بادشاہ کا مصداق یزید اور حجاج جیسوں کو قرار دیا ہے۔ (مرقات صـ۱۳ـ ج۵)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اس حدیث میں اہلِ ایمان کے تین درجے قائم کئے گئے ہیں حضرت امام حسینؓ ان میں پہلی صف میں سب سے اونچے درجہ پر نظر آتے ہیں جنہوں نے اللہ کے دین کو علم وعمل اور ایمان کے ذریعہ سے پہچانا۔ اور یزیدیوں سے زبان، ہاتھ اور دل کی قوت سے جہاد بھی کیا اور شہادت کے ذریعہ تمام سعادتوں اور فضیلتوں سے مالامال بھی ہوئے۔ لیکن اس شہیدِ اعظم امام عالی مقام علیٰ جدّہٖ و علیہ السّلام کے اس جہاد وشہادتِ عظمیٰ کا محرم والے مفتی صاحب نے انکار کر دیا۔ اور ان کے اس سب سے بلند وممتاز طریق کو بغاوت وجاہ طلبی قرار دیدیا۔ لیکن اللہ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے مقابلہ میں ایک نام نہاد ونادان مفتی کا فتوٰی حیثیت ہی کیا رکھتا ہے۔؟

دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ صلحائے امت (صحابہؓ وتابعینؒ) نے یزید وغیرہ کے دورِ مذکور میں تینوں راستوں میں سے جو راستہ بھی اپنایا وہ نجات ہی کا راستہ تھا۔ یہ بات الگ ہے کہ حضرت حسینؓ واہلِ بیت شرافت وفضیلت اور رفعت وبلندی میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو ممتاز وبلند طریق کی توفیق عطا فرما کر اُن کو بلند درجات اور مزید فضائل وسعادات سے مالامال فرما دیا۔ جو جس کے لائق تھا دیا۔

حضرت حسینؓ کو اِمام کہنا

محرم والے مفتی صاحب نے اپنے محرم میں حضرت حسینؓ کے نام کے ساتھ لفظ "امام" لگانے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ "درحقیقت یہ لفظ دشمنانِ اسلام نے ختمِ نبوت کا عقیدہ مسمار کرنے کے لئے گھڑا ہے (محرم ص) اس کا پتہ بھی بتایا ہے کہ وہ دشمنانِ اسلام کون ہیں؟ فرماتے ہیں کہ:

"شیعوں نے بارہ اماموں کی ایجاد اور "امام" کا لفظ ختمِ نبوت کے عقیدہ کو باطل قرار دینے اور قیامت تک وحی اور معصوم لوگوں کا سلسلہ باقی

رہنے کے لئے بنایا ہے۔ (محرم ۷۵ء)

ظاہر ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ مسلمان کے لئے بنیادی چیز ہے۔ اس کا مسمار کرنا یا اُس کو باطل قرار دینا کفر ہے۔ اور امام کا لفظ بولنا شیعوں کی مدد ہے۔ کیونکہ اس سے اُن کی ایجاد کو رواج اور فروغ ملتا ہے۔ اور یقیناً کفر کی مدد یا کفریات کو اپنی کوشش سے فروغ اور رواج دینا بھی کفر ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مفتی جی کے فتویٰ کے مطابق نبیوں اور فرشتوں کے علاوہ کسی کو بھی امام کہنا کفر ہے۔ لہٰذا جو صحابہؓ میں سے کسی کو یا چاروں اماموں میں سے کسی کو یا فقہاء و محدثین میں سے کسی کو امام کہیگا وہ اس فتویٰ کی رُو سے اسلام سے خارج اور کافر ہو جائیگا۔ اب یہ سوچئے کہ اس فتوے کی رُو سے اسلام میں کوئی داخل بھی رہا کہ نہیں ؟

شاید دُنیا میں آج تک کوئی مُسلمان ایسا نہ ہوا ہوگا جس نے یہ لفظ غیر معصوم پر نہ بولا ہو۔ اور صاحب محرم خود اس لفظ کو غیر معصوم پر بولتے بھی ہیں۔ اور لکھتے بھی ہیں۔ مفتی جی کا یہ فتویٰ سارے مُسلمانوں کو کفر میں غرق کر رہا ہے۔ اور خود مفتی جی کو بھی۔ ع

ہم تو ڈوبیں گے صنم تمکو بھی لے ڈوبیں گے۔

مفتی ہو تو ایسا ہو جو قلم کی ایک ہی جنبش سے پورے عالم کا سر قلم کر دے۔ ایسی خدمت تکفیر یا تو بریلی کے مجدد صاحب نے فرمائی تھی یا موجودہ محرم نے بلکہ ہمارا یہ مفتی مجدد بریلی سے بہت آگے پہنچ گیا ہے۔

عداوتِ حسینؓ کا نتیجہ

مفتی جی کا خیال جیسا کہ محرم سے معلوم ہوا یہ ہے کہ یزید امام برحق اور حضرت حسینؓ اس کے خلاف خروج کرنے والے باغی ہیں۔ (نعوذ باللہ) اسلئے وہ اس بات کو کیسے گوارا کر سکتے ہیں کہ ان کے امام معتمدیم یزید کے مخالف کو

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

لوگ امام کہیں اسلئے انہوں نے اپنی عادت کے مطابق آپے سے باہر ہوکر ایسا غضبناک فتویٰ رسید کر دیا جس کی زد سے امتِ مسلمہ میں نہ کوئی ایک مسلمان بچ سکا اور نہ وہ خود ہی بچ سکے ہیں یہ عداوت حسینؓ اور اہل بیت سے دشمنی کا نتیجہ اس دنیا میں ہے کہ وہ اُن کی مذمت و توہین کی سزا میں اسلام سے خود خارج و کافر ہو گئے۔ پھر اُمّتِ مُسلمہ کو کافر و منکرِ ختمِ نبوت قرار دیکر دوہرے کفر کے مرتکب ہو گئے۔ اور آخرت کی خبر خدا جانے۔ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۔

محرم والے مفتی صاحب سے سوال

اگر لفظ "امام" عقیدۂ ختمِ نبوت کو مسمار کرنے اور ختمِ نبوت کو باطل کرنے کیلئے ہے تو ایسا خطرناک لفظ کسی پر بھی نہیں بولنا چاہئے۔ اس میں حضرت امام حسینؓ کی خصوصیت ہی کیا ہے ؟

حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ پر بھی اس کا اطلاق ناجائز ہونا چاہئے، حالانکہ آپنے ان دونوں حضرات پر اس کے اطلاق (بولنے) کو جائز قرار دیا ہے۔ آپنے لکھا ہے کہ:

"ان بارہ اماموں میں سے حضرت علیؓ اور کچھ دنوں کیلئے حضرت حسنؓ ضرور خلیفہ و امیر بنائے گئے ہیں۔ لہٰذا اس مفہوم میں ان دونوں کیلئے اہلِ سُنت کے یہاں امام بولنا صحیح ہوگا" (محرم ص۔۔۔)

سُوال یہ ہے کہ جب یہ لفظ "امام" شیعوں کی ایجاد ہے، اور اس سے معصوم مُراد ہوتا ہے تو کیا حضرت علیؓ و حضرت حسنؓ آپکے نزدیک معصوم ہیں؟ اگر ایسا ہے تو محرمی مُفتی بھی اپنے فتویٰ سے شیعہ قرار پائے۔ اور اگر یہ خصوصیت ہے کہ وہ امیر و خلیفہ تھے اسلئے اُن کے نام کے ساتھ امام لگانا جائز ہے، تو پھر جو اور حضرات امام و خلیفہ نہیں ہیں ان کو آپ امام کیوں کہتے ہیں؟

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

وہ نہ معصوم ہیں نہ خلیفہ وحاکم مثلاً امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ، امام عبداللہ بن مبارکؒ، امام زفر، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ وغیرہم۔ اور اگر ان حضرات پر آپ امام کا لفظ معصوم اور خلیفہ و امیر یا حاکم نہ ہونیکے باوجود صرف امت کے پیشوا و مقتدا ہونے کے اعتبار سے بولتے ہیں تو کیا حضرت حسینؓ امت کے مقتدا و پیشوا نہیں تھے؟ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ نہیں ہیں؟ اہل سنت کے نزدیک تو ہر صحابی پیشو، مقتدا، امام ہدایت وتقویٰ اور معیار حق ہے۔ بے شمار روایات و احادیث اسپر شاہد ہیں مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔ (مشکوٰۃ ص۵۵۴)	میرے صحابہ ستاروں کی طرح (نورانی) ہیں تم انہیں سے جس کی اقتدار بھی کرلوگے ہدایت پاجاؤگے۔
(۲) مَا مِنْ اَحَدٍ مِنْ اَصْحَابِیْ یَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّا بَعَثَ اللّٰهُ قَائِدًا وَنُوْرًا لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔	میرا جو صحابی بھی زمین کے کسی حصہ میں وفات پائیگا تو قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں اٹھیگا کہ وہاں کے (مؤمن) لوگوں کیلئے وہ امام اور نور ہوگا۔

ان میں سے پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرامؓ دنیا میں بھی سب امام ہیں۔ جو ان میں سے جس کی بھی اقتدا کریگا ہدایت پا جائیگا۔ اور دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن بھی وہ امام ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس کو اتباع کرنا ہو تو اُن کی اتباع کرے جو گذر گئے ہیں۔ اسلئے کہ زندہ فتنہ سے مامون نہیں ہوتا جن کی اتباع کیجائے وہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہیں جو اس امت میں سب سے افضل، سب سے زیادہ نیک دل تھے۔ جنکا علم سب سے زیادہ گہرا (اور مکمل)

تھا جو بے تکلف تھے۔ اللہ جل شانہ نے اُن کو اپنے نبی کی صحبت و ہم نشینی کے لئے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے منتخب کیا تھا تم اُن کی فضیلت کو پہچانو اور انکے نشانات قدم پر چلو۔ اور جس قدر ہو سکے ان کے اخلاق اور انکی سیرتوں کو اپناؤ۔ کیونکہ وہ حضرات ہدایت پر پورے طور سے قائم اور ثابت قدم تھے۔ (مشکوٰۃ ص۳۲)

مفتی صاحب سوچیں کہ دورِ حاضر میں ایک ہندوستانی لیڈر ابو الکلام آزاد کو لوگ امام الہند کہتے اور لکھتے ہیں۔ لکھنؤ کے ایک عالم مولانا عبدالشکور صاحبؒ کو امام اہلسنت بولا اور لکھا جاتا ہے۔ بلکہ مفتی صاحب کے ادارہ کے اشتہارات میں دورِ حاضر کے ٹٹ پونجیا مُلّاؤں کو امام العلماء، امام المحدثین اور امام الواعظین لکھا جاتا ہے۔ اُلٹی سیدھی نماز پڑھا دینے والے مُلّا کو سب لوگ اور خود مفتی جی بھی امام صاحب کہتے ہیں۔ ان مذکورہ لوگوں میں سے نہ کوئی معصوم نبی ہے اور نہ معصوم فرشتہ، نہ ہی خلیفۂ وقت و امیر المؤمنین یا حاکم ہے۔ پھر ان لوگوں پر آپنے فتویٰ کیوں نہ جڑ دیا۔ آپ نے کیوں نہ اعلان کر دیا کہ آپ سب لوگ عقیدۂ ختم نبوت کو مسمار اور باطل کرنے میں شیعوں کی ہمنوائی کر کے کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ یا کم از کم آپ خود شیعوں کی ہمنوائی سے کیوں دست بردار نہیں ہوگئے؟ ذرا آپ سوچیں کہ یہ فتویٰ آپنے کتنا خطرناک صادر کیا ہے۔؟ امام العلماء حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے لیکر آجتک آپ کے اکابر اکثر و بیشتر حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو امام اور علیہ السلام بولتے اور لکھتے چلے آئے ہیں۔ کیا یہ سب لوگ آپ کے نزدیک اسلام سے خارج ہیں۔؟

دل کا چور مفتی جی نے خلیفہ و امیر پر لفظ امام بولنے کو شاید اس غرض سے جائز قرار دیا ہے کہ انکے چہیتے یزید کو امام

کہنے میں کوئی تردّد نہ کرے۔ اور اس کی آڑ میں یزید پلید کی معصومیت بھی چپکے سے ثابت ہو جائے۔ رہے حضرت علیؓ و حضرت حسنؓ تو ان کو امام اسی وقت کہہ سکیں گے جبکہ سب صحابہؓ کو امام کہیں گے۔ اسی لئے آپ نے بشرطیکہ الخ کی عبارت بڑھا دی تاکہ ان کو کبھی کوئی امام نہ کہہ سکے۔ ہاں ان کا حضرت یزید تو لفظ امام اور ہر عمدہ لقب کا پیدائشی حقدار ہے

گر ہمی مفتی و ہمی مُلاّ ⁂ کارِ امّت تمام خواہد شد

کیا لفظِ امام شیعوں کی ایجاد ہے؟

مفتی صاحب نے محرم میں لکھا ہے کہ لفظ امام شیعوں کی ایجاد ہے۔ اگر واقعی یہ لفظ شیعوں کی ایجاد ہے تو شیعوں کے وجود سے پہلے یہ لفظ دنیا میں ناپید ہونا چاہیئے تھا، حالانکہ یہ لفظ قدیم زمانہ سے مستعمل ہے۔ قرآن مقدس میں احادیث شریفہ میں اس لفظ کا استعمال سینکڑوں جگہ آیا ہے۔ تو کیا نزولِ قرآن کے وقت یا اس سے پہلے شیعہ موجود تھے۔ یا قرآن میں آپکے نزدیک تحریف ہو گئی کہ شیعوں نے اس میں جا بجا امام کا لفظ داخل کر دیا ہے۔ بخاری میں تو آپ کے نزدیک شیعوں نے دخل اندازی کر کے اس میں تحریف و تبدیل کر ہی دی ہے۔ کہ سَیِّدَۃُ نِسَآءِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ کو اس میں داخل کر دیا ہے۔ تو کیا آپ قرآن پاک کو بھی شیعوں کی دست اندازی اور تحریف و تبدیل سے محفوظ نہیں مانتے۔؟ ہم ذیل میں چند مثالیں قرآن مقدس و حدیث سے نقل کریں گے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ لفظ امام کی حقیقت کیا ہے۔ غیر معصوم و غیر خلیفہ و حاکم پر بولا جا سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث میں اس کا استعمال کن معانی میں ہوتا ہے، تاکہ آپ پر واضح ہو جائے کہ محرم والے مفتی جی نے نصوصِ قطعیہ و آیاتِ قرآنیہ کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ اور قرآن اور اس کی حفاظت کا اور ذخیرۂ حدیث کا بڑی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

بے فکری سے انکار کر دیا ہے۔

لفظ امام کے معنی

امام بروزن فِعَال اسم ہے۔ اسکے اصل معنی ہیں مَنْ یُؤْتَمُّ بِہٖ یعنی جس کا قصد کیا جائے۔ مُقتدا، رہنما، پیشوا کے لئے یہ لفظ اسی لئے بولا جاتا ہے کہ پیشوا، رہنما اور مُقتدا کا قصد کیا جاتا ہے۔ غرض جس کی بھی پیروی کیجائے وہ امام ہے پیروی حق میں ہو یا ناحق میں۔ نیز جس کی پیروی کیجائے وہ انسان ہو کہ اسکے قول و فعل کی پیروی کیجائے، یا کتاب ہو جس کے احکام (اوامر و نواہی) کی اتباع کیجائے۔ یا اور کوئی شئے مثلاً راستہ کہ اس پر بھی چلا جاتا ہے۔ یہ لفظ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ بعض مواقع پر جمع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَئِمَّۃ آتی ہے۔ رہنما و پیشوا ہونے کی وجہ سے قرآن، خلیفہ، امیر لشکر، مُصلح اور مُنتظم وغیرہ کو بھی اِمام کہتے ہیں۔

لفظ اِمام کا قرآن پاک میں استعمال

لفظ امام قرآن پاک میں سات مقامات پر مختلف معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور اُس کی جمع (ائمہ) پانچ جگہوں پر آئی ہے۔ چنانچہ حسب ذیل ہے۔

(۱) قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (پ۱ ع۱۵)	حق تعالیٰ نے (ابراہیمؑ سے) فرمایا کہ میں آپکو لوگوں کا مُقتدا بناؤں گا۔
(۲) وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً۔ (پ۱۲ ع۲)	اور قرآن سے پہلے موسیٰ (علیہ السّلام) کی کتاب (شہادت کیلئے موجود) ہے جو رہنمائی کرنیوالی اور (باعث) رحمت ہے۔
(۳) وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً۔ (پ۲٦ ع۲)	اور قرآن سے پہلے موسیٰ (علیہ السّلام) کی کتاب (نازل ہو چکی) ہے جو کہ رہنما اور رحمت تھی۔

(۴) يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ج (پ ۱۵ ع ۸)	اس دن کو یاد کرو کہ) جس دن ہم تمام آدمیوں کو ان کے اعمالناموں سمیت

بلائیں گے۔ (یا اُن کے سرداروں کے ساتھ بلائیں گے)

(۵) وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ فِيْ إِمَامٍ مُّبِيْنٍ ع (پ ۲۲ ع ۱۹)	اور ہم نے ہر چیز کو واضح کتاب میں ضبط کر دیا ہے۔ (واضح کتاب سے مُراد لوح محفوظ یا نامۂ اعمال ہے)
(۶) وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا ہ (پ ۱۹ ع ۴)	اور ہمکو پرہیزگاروں کا پیشوا (امام) بنا دیجئے۔
(۷) وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِيْنٍ ہ (پ ۱۴ ع ۵)	اور وہ دونوں بستیاں کھلی شاہراہ پر واقع ہیں۔

ان مذکورہ آیات میں سے آیت (۱) میں امام نبی کے لئے بولا گیا ہے۔ آیت (۲) و (۳) میں کتاب پر بولا گیا ہے۔ آیت (۴) میں امام کا اطلاق نامۂ اعمال پر یا پیشوا پر ہوا ہے۔ وہ پیشوا معصوم ہو یا غیر معصوم، مُسلم ہو یا کافر، آیت (۵) میں نامۂ اعمال یا لوح محفوظ کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ آیت (۶) میں اللہ کے نیک بندوں کی دُعا منقول ہے۔ تو یہاں امام کا مصداق نیک بندے ہوئے۔ وہ معصوم ہوں یا غیر معصوم۔ اور آیت (۷) میں امام سے مُراد کشادہ راستہ ہے۔ معلوم ہوا کہ لفظ امام ان سب معانی میں مستعمل ہے۔

اب اس کی جمع کے صیغوں کا استعمال ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) فَقَاتِلُوْا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ۔ (پ ۱۰ ع ۸)	تم کفر کے اماموں (سرداروں) سے جنگ کرو۔
(۲) وَجَعَلْنٰهُمْ أَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ إِلَى النَّارِ ج (پ ۲۰ ع ۷)	اور ہم نے ان لوگوں (فرعونیوں) کو ایسا پیشوا بنایا تھا جو دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

(۳) وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَا اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ۔ الآیۃ (پ۱۷ ع۵)	اور ہم نے ان کو ایسا مقتدا بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہمنے اُن کے پاس نیک کاموں کے کرنیکا حکم (ذریعہ وحی) بھیجا تھا الخ
(۴) وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ (پ۲۱ ع۱۶)	اور ہم نے بنی اسرائیل میں بہت سے پیشوا بنا دیئے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔
(۵) وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً۔ (پ۲۰ ع۴)	اور ہم کو یہ منظور تھا کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جن کو سرزمین مصر میں کمزور کیا جا رہا تھا۔ اور (یہ منظور تھا کہ) ہم ان کو پیشوا بنا دیں۔

ان پانچوں آیات میں سے آیت (۲،۱) میں ائمہ (اماموں) کا اطلاق کافر رہنماؤں اور پیشواؤں پر کیا گیا ہے۔ آیت (۳) میں نبیوں پر اور آیت (۴، ۵) میں بنی اسرائیل کے مؤمنوں کو امام فرمایا گیا جو نبیوں کے سِوَا سب غیر معصوم تھے۔ حدیثوں میں بھی لفظ امام اسی طرح عام معنی میں سب پر بولا گیا ہے۔ بحث طویل ہوجانے کے خوف سے ہم آیاتِ قرآنیہ ہی پر اکتفار کرتے ہیں۔ مزید احادیث کے ذکر سے یہ تحریر غیر معمولی طویل ہوجائے گی۔

حاصل یہ ہے کہ ان مذکورہ ایک درجن قرآنی آیات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ لفظ امام ہر پیشوا اور رہبر کے لئے استعمال ہوسکتا ہے، خواہ وہ انسان ہو یا کتاب وغیرہ۔ اور انسان بھی خواہ نبی معصوم ہو یا نبی کے صحابہؓ (جیسے بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے صحابہؓ تھے) یا کوئی اور مسلمان (غیر صحابی جیسے آخری آیت نمبر ۵ سے معلوم ہوا) اور یا وہ انسان کافر ہو (جیسے آخری ۵ آیتوں میں سے آیت ۱، ۲ سے معلوم ہوا) اور قرآنی آیات

کے بیان کے بعد اس کے خلاف کسی بھی مفتی کا فتویٰ قابلِ اعتبار نہیں۔ بلکہ وہ باطل اور لغو ہے۔ لہٰذا محرم والے مفتی جی کا یہ فرمانا کہ لفظ "امام" شیعوں نے عقیدہ ختم نبوت کو مسمار اور باطل کرنے کے لئے ایجاد کیا ہے۔ اسلئے حضرت امام حسینؓ کو امام کہنا کفر اور ناجائز ہے، قطعاً باطل ہے۔ ان سے پوچھا جائے کہ اگر یہ لفظ امام شیعوں نے ایجاد کیا اور گھڑا ہے تو کیا قرآن کی ان بارہ آیات میں شیعوں نے اس لفظ کو داخل کر دیا ہے۔؟ اگر نہیں کیا تو یہ شیعوں کی ایجاد نہیں ہے۔ نیز اگر غیر معصوم پر اسکو بولنا ختم نبوت کے عقیدہ کو مسمار و باطل کرنے کے مرادف ہے تو کیا قرآن نے ان مذکورہ آیات میں ختم نبوت کے عقیدہ کو مسمار و باطل کر دیا ہے۔؟ اور یہ آیات سب کی سب منکرین ختم نبوت (قادیانیوں) کی مستدل ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ غلام قادیانی کی جماعت باطلہ سے مفتی محرمی کا ساز باز ہو گیا ہو؟

سچ ہے کہ ایسے ہی جاہل و نادان مُلّاؤں نے قوم کا بیڑا غرق کر دیا ہے ؎

گر ہمیں مفتی و ہمیں فتویٰ ۔۔ کارِ ملت خراب خواہد شد

مفتی صنا کی دھاندلی

مفتی صاحب قرآن مقدس کی ان قطعی نصوص کے خلاف لکھتے ہیں کہ:

"پھر طرح طرح کے پروپیگنڈوں سے اس لفظ (امام) کو اس درجہ مشہور کیا کہ آج ہر خاص و عام کی زبان زد ہو گیا ہے۔ چونکہ یہ لفظ شیعوں کا وضع کیا ہوا ہے۔ اور ایک خطرناک مقصد یعنی اہلِ سنت کے ایمان کو برباد کرنے کے لئے بنایا گیا ہے — اور انہوں نے اسی مفہوم میں اس لفظ کو مشہور اور رائج کیا ہے۔ اور یہ انہی کا شعار ہے۔ اسلئے اہلِ سنت کیلئے شیعوں کے بارہ اماموں کیلئے لفظ امام کہنا تشبیہ بالروافض ہے۔ اور ختم نبوت

کے مُرادف ہے۔ لہٰذا یہ ناجائز ہے"۔ (محرم ص۹۶)

خط کشیدہ عبارت میں غور فرمائیے۔ یہ لفظ شیعوں نے وضع کیا اور بنایا ہے۔ یہ بات کوئی ایسا احمق ہی کہہ سکتا ہے جس کو عقل سے دُور کا واسطہ بھی نہ ہو۔ اس کی وجہ ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں، کہ اس بات سے قرآن کا غیر محفوظ ہونا بھی لازم آتا ہے اور تحریف شدہ بھی۔ اور یہ روافض کا شعار بھی نہیں۔ ہم اُوپر بتا چکے ہیں کہ قرآن نے عام معنی میں اس کو استعمال کیا ہے۔ اور اہلِ سُنت بھی اپنے مقتداؤں کے لئے اس لفظ کو استعمال کرتے رہے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ شیعہ اس لفظ کو معصوم کے لئے استعمال کرتے ہوں۔ لیکن اہلِ سُنت اس خیال و عقیدہ سے اس لفظ کو ہرگز نہیں بولتے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے درثمین میں جو لکھا ہے کہ لفظ "امام" میں غور کرنے سے شیعوں کے مذہب کا باطل ہونا معلوم ہوا۔ اس کا مطلب بھی ظاہر ہے کہ وہ لفظ امام کو قرآن وحدیث اور ائمتِ مُسلمہ کے استعمال کے خلاف صرف معصوم کیلئے استعمال کرتے ہیں، شاہ صاحبؒ نے اس کو ناجائز اور کفر کہیں نہیں لکھا۔ بلکہ اپنی تصنیفات اور خطبوں میں اس لفظ امام کو حضرت حسینؓ کے نام نامی کیساتھ لکھا ہے۔ جو آجتک ان کی کتابوں اور جمعہ کے خطبوں میں موجود ہے۔ جن کو اہلِ سُنت کے ائمہ ہر جمعہ کو پڑھتے ہیں۔ ان کے ارشاد کو غلط معنی پہنانا کج فہمی عناد یا خیانت ہے۔ جس کا مفتی صاحب نے ارتکاب کیا ہے۔

مذکورہ عبارت میں ناظرین غور فرمائیں کہ "یہ عقیدہ ختم نبوت کے مرادف ہے" کا کیا مطلب ہے؟ اور پھر خود ہی غور فرمالیجئے کہ جس کو یہ بھی شعور نہ ہو کہ میں جو بات لکھ رہا ہوں یا کہہ رہا ہوں اُس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے تو اس کے فتویٰ یا کسی بات کا کیا اعتبار؟

اس کے ظاہری معنی تو یہی ہوں گے کہ بعینہٖ یہی ختم نبوت ہے۔ اور امام نہ کہنا ختم نبوت کا انکار ہے، جو مفتی جی کے منشا کے بالکل خلاف ہے۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست۔

آگے مفتی جی حضرت امام عالی مقام پر لفظ امام بولنے کے عدم جواز پر ایک اور دلیل پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"بعض دفعہ "امام" کا لفظ امیر المومنین، امام المسلمین یعنی امیر و خلیفہ اور حاکم کے لئے بولا جاتا ہے پس چونکہ حضرت حسین، حضرت زین العابدین، حضرت جعفر صادق، حضرت باقر وغیرہ اخیر تک کوئی بھی امیر و خلیفہ نہیں بنایا گیا ہے، اسلئے اس معنی میں بھی ان کے لئے امام کا لفظ بولنا غلط اور خلاف عقل ہے۔ خلاف واقعہ ہے۔" (محرم ۷۹ء) مگر ہاں حضرت یزید پلید کو امام کہنا صحیح، عقل کے موافق اور واقعہ کے مطابق ہے۔ کیونکہ وہ امیر و خلیفہ تھا۔ یہی مفتی یزیدی کا مقصد بھی ہے۔ ع ہم تری ہر ادا پرکھتے ہیں۔

ہاں اس کی وضاحت ہم کر چکے ہیں کہ اہل سنت حضرت حسین کے لئے نہ معصوم ہونے کے تصور سے لفظ امام استعمال کرتے ہیں۔ نہ امیر و خلیفہ ہونے کی وجہ سے بلکہ جیسے چاروں اماموں کو، محدثین اور دیگر ائمہ دین کو امام و مقتدا و رہبر ہونے کی وجہ سے امام کہتے ہیں اسی طرح ہم حضرت حسین وغیرہ پر بھی یہ لفظ بولتے ہیں۔

اعتراف حقیقت اور سرتابی

مفتی جی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"رہا مقتدا ہونے کے مفہوم میں "امام" کہنا، سو اس معنی میں تمام ہی صحابہ (معہ حضرت علی و حسن و حسین رضی اللہ عنہم) ہمارے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ (آگے صحابہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ) خلفاء راشدین وغیرہ کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے۔ اسلئے ان افضل ترین اور عالی مرتبت صحابہ کو امام نہ کہنا گویا ان کو مقتدا نہ ماننے

کے مرادف ہے۔ اور حضرت حسنؓ و حسینؓ کا مرتبہ کبار صحابہؓ سے بڑھانا صرف شیعوں کے عقیدہ و مسلک کو رائج کرنا ہے" (محرم ص۸)

اس عبارت مذکورہ میں ایک طرف تو مفتی جی تمام صحابہؓ کو مقتدا اور پیشوا تسلیم کرتے ہوئے ان پر لفظ "امام" کا اطلاق جائز ہی نہیں بلکہ ضروری قرار دے رہے ہیں۔ اگر ان کے لئے لفظ امام، نہ بولا گیا تو صحابہؓ کے مقتدا ہونے کا انکار لازم آئیگا۔ یاد رکھیے کہ تمام صحابہؓ میں حضرت حسینؓ بھی تو داخل ہیں۔ اور تو ہین کے درمیان تو دھی مفتی جی نے لکھدیا ہے (معہ حضرت علیؓ و حسنؓ و حسینؓ) حالانکہ پہلے لکھ چکے ہیں کہ حضرت حسینؓ کو امام کہنا ناجائز، کفر اور عقیدۂ ختم نبوت کو مسمار اور باطل کرنا ہے۔ آپ غور کریں کہ دونوں باتوں میں سے کون سی بات صحیح ہے، ان کو امام کہنا فرض ہے یا کفر۔

پھر اوپر کی عبارت کے خط کشیدہ جملوں میں غور کیجئے تو اس میں وہ یہ کہتے ہیں کہ افضل ترین اور عالی مرتبت صحابہؓ کو تو امام کہنا فرض ہے، نہ کہا گیا تو ان کے مقتدا ہونے کا انکار ہے۔ لیکن حضرت حسنؓ و حسینؓ کے لیے یہ لفظ بولنے کی اجازت ہرگز نہیں ورنہ ان کا مرتبہ بڑھ جانیکا اندیشہ ہے۔ اور شیعوں کے عقیدہ و مسلک کے رائج ہوجانیکا خطرہ ہے۔ مفتی صاحب حضرت حسینؓ کے حق میں لفظ امام کو یا کسی بھی تعریفی کلمہ کو پسند نہیں فرماتے۔ کیونکہ وہ محرمی مفتی کے محبوب اعظم یزید پلید کے مخالف تھے۔ اگر کسی نے امام یا اور کوئی تعریفی لفظ کہہ بھی دیا تو اس پر کفر وارتداد کا فتویٰ ہے۔ حق تو یہ ہے کہ محرم، مجنون کی بڑ یا جو جوں کا مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ ایک ہی بات اس میں تحت الثریٰ کی بھی ہے اور ثریا کی بھی۔ پھر ایک جگہ کفر ہے تو چند سطروں کے بعد فرض بھی ہے۔ اس کی ہر بات پیچ در پیچ ہے۔ مگر حبِ یزید کے آگے سب کچھ ایسا ہی ہے ؎

کچھ تو ہوتے ہیں محبت میں جنوں کے آثار
اور کچھ لوگ بھی دیوانہ بنا دیتے ہیں

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

صحابہؓ کے مقتدا ہونے کا انکار

محترمی مفتی صاحب کے اس جملہ میں غور کیجئے کہ:

"ان افضل ترین اور عالی مرتبت صحابہ کو امام نہ کہنا ان کو مقتدا نہ ماننے کے مرادف ہے" (محولہ بالا)

یعنی جو لوگ خلفائے راشدینؓ، عشرہ مبشرہؓ وغیرہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ وغیرہ کو امام نہیں کہتے ہیں وہ صحابہ کے مقتدا ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ اب آپ خود غور کریں کہ عام طور پر (ان کو امام پیشوا اور مقتدا ماننے کے باوجود بڑے صحابہ کے ناموں کے ساتھ امام نہیں بولا جاتا) تو نعوذ باللہ مفتی صاحب کے اس فتویٰ کی زد میں تقریباً سارے مسلمان آگئے۔ کہ وہ عالی مرتبت صحابہؓ کے مقتدا ہونے کا انکار کر رہے ہیں۔ اور خود مفتی صاحب بھی تو اس عظیم گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں۔ کہ وہ بھی کبار صحابہؓ کے ناموں پر امام نہیں بولتے۔ امام ابوبکرؓ، امام عمرؓ، امام عثمانؓ، امام علیؓ نہیں کہتے۔ تو وہ خود بھی تو اپنے اس فتویٰ کی زد سے نہ بچ سکے۔ فتویٰ ایسا ہی کرارا ہونا چاہئے کہ سبھی پر چھا جائے پھر جلائے۔ نہ مفتی رہے نہ مستفتی، نہ مرض رہے نہ مریض۔ اور نہ ہی حکیم۔ پھر نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔

اِمامت کا معیار

یوں تو لفظ امام ہر پیشوا اور رہنما کے لئے عام ہے جیسا کہ سابق میں واضح ہو چکا۔ لیکن امام برحق کون ہے اور صحیح امامت کا معیار کیا ہے؟ اس کے لئے ہمیں قرآن مقدس کی طرف رجوع کرنا ہے۔ قرآن عزیز نے ان سوالوں کے جوابات دیئے ہیں، جن کی روشنی میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ خصوصاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی میں وہ صفات بدرجہ اتم موجود تھیں جن کی بنا پر ہم ان کو کلام الٰہی کی روشنی میں

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

۔۔ بیعت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کے پہلے پارہ میں ارشاد باری ہے۔

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ (پ۱ع۱۵)

اور جب وقت امتحان کیا حضرت ابراہیم کا ان کے پروردگار نے چند احکام میں تو وہ ان کو پورے طور پر بجا لائے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں آپ کو سب لوگوں کا امام بناؤں گا۔

اس آیت شریفہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امتحان اور اس میں کامیاب ہونے پر منصب امامت کا عطا ہونے کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کسی اپنے بندہ کا امتحان لینے کا مطلب تربیت کرکے اس کو درجہ کمال تک پہنچانا اور انعامات کے مستحق کو ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ اور بندہ کا ان احکامات خداوندی کا پورا ہونا جو اس کی تربیت کیلئے مقرر کئے گئے ہیں کامیابی کہلاتی ہے۔ اس پر وہ بندہ اللہ کے فضل سے انعام و اکرام کا مستحق ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو کچھ احکام دیئے جن کی بجا آوری میں وہ پورے اترے۔ تو اس کامیابی کے انعام و صلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب امامت عطا فرمایا۔ وہ احکام کیا تھے؟ ان کی تعیین اور تعداد میں حضرات صحابہؓ و تابعینؒ کے مختلف اقوال ہیں۔ کسی نے دس احکام شمار کرائے ہیں۔ کسی نے تیس۔ تو کسی نے اور کم و بیش۔ ائمہ تفسیر ابن جریرؒ، ابن کثیرؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ درحقیقت یہ اختلاف کوئی اختلاف نہیں ہے۔ وہ سب ہی احکام ابراہیم علیہ السلام کو دیئے گئے تھے۔ کسی نے سب شمار کر دیئے، کسی نے کچھ کم۔ واللہ اعلم

تفسیر ابن کثیر میں حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ پورا اسلام تیس حصوں میں دائر ہے جن میں سے دس سورۂ برأت میں، دس سورۂ مومنون میں اور دس سورۂ احزاب میں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سب کا

پورا پورا حق ادا کیا۔ اور امتحان میں کامیاب ہو کر منصبِ امامت کا انعام حاصل کیا۔

سورۂ براءت میں اَلتَّآئِبُوْنَ تا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ میں دس صفات یہ ہیں۔ توبہ کرنا۔ عبادت کرنا، حمد کرنا، روزہ رکھنا، رکوع کرنا۔ سجدہ کرنا، اچھی باتوں کی تعلیم دینا، بری باتوں سے روکنا، اللہ کی حدود کی حفاظت رکھنا، مومن ہونا۔

اور سورۂ مومنون میں دس صفات یہ ہیں قَدْ اَفْلَحَ تا خٰلِدُوْنَ مومن ہونا، خشوع و خضوع سے نماز پڑھنا، بیکار شغلوں میں نہ پڑنا۔ زکوٰۃ دینا، پاکدامن رہنا۔ بیویوں اور باندیوں کا حق ادا کرنا۔ حرام کاری سے بچنا۔ امانت کی حفاظت کرنا۔ عہد کی پاسداری کرنا، نماز کی حفاظت کرنا۔

اور سورۂ احزاب کی دس صفات یہ ہیں۔ اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ تا اَجْرًا عَظِیْمًا۔ اسلام (کے احکام بجالانا) مومن ہونا، پوری فرمانبرداری کرنا، سچائی پر قائم رہنا۔ صبر کرنا، خشوع کرنا، صدقہ دینا، روزہ رکھنا، پاک دامن رہنا، اللہ کا خوب ذکر کرنا۔

مفسرِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ انسان کیلئے جتنی علمی و عملی اور اخلاقی صفات مطلوب ہیں وہ ان تین سورتوں کی چند (مذکورہ) آیات میں جمع ہیں۔ اور یہی وہ کلمات و صفات ہیں جن میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا امتحان ہوا۔ اور آیت وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ میں انہی صفات کی طرف اشارہ ہے۔ امتحان میں کامیابی کی سند فَاَتَمَّهُنَّ اور اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰٓی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ان احکام کی پوری پوری تعمیل فرمادی۔ اور اس کامیابی پر انعام کا ذکر اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا میں ہے۔ قرآن کریم نے ایک دوسری جگہ بھی یہی مضمون اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝ (پ ۲۱)	ہم نے ان کو امام بنادیا کہ وہ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کریں جبکہ انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین کیا۔

اس آیت میں امامت و پیشوائی کے لئے ان تمام صفاتِ مذکورہ کا خلاصہ دو لفظوں میں کردیا گیا ہے یعنی صبر و یقین۔ صبر عملی و اخلاقی کمال ہے۔ اور یقین علمی اور اعتقادی کمال ہے۔ لہٰذا مذکورہ سب صفات ان دو لفظوں (صبر و یقین) میں آگئیں۔ (از معارف القرآن از ص ۳۰۸ تا ۳۱۶ ج ۲)

خلاصہ یہ ہے کہ امامت و پیشوائی کے لائق اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف وہی لوگ ہیں جو علم میں بھی کامل ہوں اور عمل میں بھی۔ اب اس آئینہ میں حضرت حسینؓ اور یزید کی صورتوں کو دیکھئے اور فیصلہ کیجئے لائق امام کون ہے، اور نالائق امام کون ہے؟

جو صفات امامت و پیشوائی کی اہلیت و استحقاق کے لئے بیان کی گئی ہیں، یا امام و مقتدا کی جن صفات کا ذکر ہوا ہے وہ سب کی سب حضرت حسینؓ کی ذاتِ گرامی میں پورے طور پر پائی جاتی ہیں، اسلئے حضرت حسینؓ کو امام و مقتدا نہ سمجھنا بیوقوفی اور اس منصب سے ان کو گرا ہوا خیال کرنا قرآن عزیز سے جہالت و ناواقفیت کی دلیل اور ان کی ذات والاصفات کی توہین ہے۔

یہ بھی دیکھئے کہ آیتِ مذکورہ کے آخر جزو لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ سے واضح ہوجاتا ہے کہ امامت و پیشوائی چونکہ ایک حیثیت سے اللہ جل شانہ کی خلافت ہے۔ اسلئے کسی نافرمان کو اس کا استحقاق نہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ یزید و حجاج جیسے نااہلوں، ظالموں اور نافرمانوں کو اپنے اختیار سے اپنا نمائندہ امیر اور امام و حاکم مقرر نہ کریں۔ کیونکہ وہ لوگ اس کے اہل نہیں ہیں۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

علیہ السلام کا مسئلہ

سلام کے معنی سلامتی، امان، عیوب و آفات سے سلامت رہنا۔ نجات پانا ہیں۔ سلام اللہ کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے۔ السلام علیکم ایک ہمہ گیر دعا ہے۔ جو جان، مال، آبرو، اہل و عیال، دنیا، برزخ، آخرت اور جسمانی و روحانی ہر نوع کی سلامتی و امن کو شامل ہے۔ اور سلام کرنے والا دعا کے ساتھ ساتھ یہ وعدہ بھی کر رہا ہے کہ تم میرے ہاتھ اور زبان سے مامون ہو۔ یعنی میری جانب سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ ابن عیینہؒ کا قول ہے اَتَدْرِیْ مَا السَّلَامُ یَقُوْلُ اَنْتَ اٰمِنٌ مِّنِّیْ۔ یعنی جانتے ہو کہ سلام کیا چیز ہے؟ سلام کرنے والا یہ کہتا ہے کہ تم مجھ سے مامون رہو گے۔ اور سلام کیونکہ اللہ کا مبارک نام بھی ہے، تو یہ بھی معنی ہوئے کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ (اس کی فرمانبرداری کرو اور دشمن سے نہ گھبراؤ۔ حاصل یہ ہے کہ یہ اسلامی تحیہ بڑی جامعیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ (۱) اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی ہے۔ (۲) مومن کیلئے وعظ و تذکیر بھی۔ (۳) دعا بھی ہے (۴) اور معاہدۂ امن و سلامتی بھی (۵) اظہار تعلق بھی ہے (۶) دلجوئی بھی (۷) مسلمانوں کے حق کی ادائیگی بھی ہے (۸) اور رضائے حق کا سبب بھی وغیرہ۔ یہ مبارک کلمہ حاضرین، غائبین، زندوں اور مردوں سب ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور اسکا احادیث سے ثبوت موجود ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کو السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام کی تاکید تو بہت سی احادیث میں وارد ہے ہی۔ اور جو سلام کہلوا کر بھیجے تو سلام لانے والے اور بھیجنے والے دونوں جواب سلام کے مستحق ہیں۔ ایسے موقع پر علیک و علیہ السلام یا علیہ و علیک السلام کہنا مسنون ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص نے اپنے والد کا سلام پہنچایا تو آپؐ نے فرمایا علیک وعلیٰ ابیک

السّلام۔ (مشکوٰۃ ص ۳۹۹)

بہرحال غائب کے لئے جواب سلام "علیہ السّلام" اس سے ثابت ہوا۔ قبرستان میں جاکر "السّلامُ علیکم یا اَہلَ القُبور" بھی احادیث سے ثابت ہے۔ دراصل ہر مؤمن کو سلام کرسکتے ہیں، بھیج سکتے ہیں، اسکے نام کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک عجیب وغریب دُعا ہے۔ لیکن چونکہ عرف میں حبیب اللہ کے کسی نبی کا نام لیتے ہیں تو اس کے ساتھ علیہ السّلام کہتے ہیں۔ اسلئے نبی کے علاوہ کسی صحابی کا نام لیں تو رضی اللہ عنہ کہنا چاہئے۔ اور صحابی کے علاوہ کسی مرحوم بزرگ کا نام لیں تو رحمۃ اللہ علیہ یا رحمہُ اللہ وغیرہ کہنا چاہئے علیہ السّلام کہنے سے نبی کا شبہ ہوتا ہے۔ اور اہل بدعت اور شیعوں سے مشابہت بھی ہوتی ہے۔ اسلئے زیادہ سے زیادہ یہ خلاف اولیٰ ہوسکتا ہے۔ محرم والے مفتی صاحب نے لفظ علیہ السّلام کو بھی لفظ "امام" کی طرح ناجائز قرار دیا ہے۔ یہ اُن کی غلطی ہے۔ ان کو اتنی شدّت سے کام نہ لینا چاہئے تھا جبکہ ہمارے اکابر اس کے جواز کے قائل ہیں۔ اور حضرت حسنؓ وحضرت حسینؓ کے نام کے ساتھ اس کو بولتے اور لکھتے ہیں۔ کیونکہ کوئی دلیل شرعی (قرآنی آیت یا حدیث وغیرہ) غیر نبی پر لفظ علیہ السّلام کے استعمال کی ممانعت یا کراہت پر موجود نہیں۔ اور صرف عرف و رواج کوئی دلیل شرعی نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ مفتی صاحب اپنے زندوں اور مُردوں سب کو سلام لکھتے کہتے اور بھیجتے ہیں۔ اور اہل سنت اگر اپنے محبوب نبیؐ کے لاڈلوں (حضرت حسنؓ وحضرت حسینؓ) کو سلام بھیج دیں تو وہ خفا ہوکر اس کے ناجائز، شعار شیعہ، عقیدۂ ختم نبوت کو مسمار اور باطل کردینے کے مُرادف ہونے کا فتویٰ داغ دیتے، اور ان کو سلام کی چہار دیواری سے باہر دھکیل دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

غیر نبی پر سلام کا مسئلہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ:

"امام شافعیؒ کے نزدیک غیر نبی کے لئے لفظ صلوٰۃ کا استعمال مستقلاً مکروہ ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔ البتہ تبعاً جائز ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کے ساتھ آل واصحاب یا تمام مومنین کو شریک کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور امام جوینیؒ نے فرمایا کہ جو حکم لفظ صلوٰۃ کا ہے وہی لفظ سلام کا بھی ہے، کہ غیر نبی کیلئے اسکا استعمال درست نہیں بجز اسکے کہ کسی کو خطاب کرنے کے وقت بطور تحیۃ کے السّلام علیکم کہے یہ جائز و مسنون ہے۔ مگر کسی غائب کے نام کے ساتھ علیہ السّلام، کہنا اور لکھنا غیر نبی کے لئے درست نہیں۔

(خصائص کبریٰ سیوطی ص ۲۶۲/۲۷)

علامہ لقانیؒ نے فرمایا کہ قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ محققین علمائے امت اس طرف گئے ہیں اور میرے نزدیک بھی یہی صحیح ہے۔ اور اسی کو امام مالکؒ، سفیانؒ اور بہت سے فقہاء و متکلمین نے اختیار کیا ہے۔ کہ صلوٰۃ و تسلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کے لئے مخصوص ہے۔ غیر نبی کیلئے جائز نہیں۔ جیسے لفظ سبحانہ، اور تعالیٰ اللہ جل شانہ، کیلئے مخصوص ہے۔ انبیاء کے سوا عام مسلمانوں کے لئے مغفرت اور رضا کی دعاء ہونا چاہئے۔ جیسے قرآن میں صحابہؓ کے متعلق رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ وارد ہوا ہے۔ (روح المعانی)

(معارف القرآن ص ۲۲۵/۷، ص ۲۲۶/۷)

امام جوینیؒ نے لفظ سلام کو لفظ صلوٰۃ پر قیاس کیا ہے، جو ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ کیونکہ صلوٰۃ (درود) نبیوں کیلئے مخصوص ہے۔ اور سلام کا لفظ مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ اسمیں نبی وغیر نبی، زندہ اور مردہ کی کوئی خصوصیت

نہیں جیسا کہ اُوپر معلوم ہوا۔ اور قاضی عیاضؒ نے صلوٰۃ وسلام دونوں کا یکجا حکم بیان کیا، صرف سلام کا نہیں، اسلئے یہ بھی قابلِ غور ہے۔ بحث صرف لفظ سلام کی ہے۔ کہ علیہ السّلام کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ نصوصِ شرعیہ سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ اُوپر لکھا جا چکا ہے۔ نواب قطبُ الدین دہلوی مظاہرِ حق میں لکھتے ہیں کہ:

" اور اختلاف کیا ہے علماء نے کہ صلوٰۃ وسلام جائز ہے غیر انبیاء پر بالاستقلال یا نہیں، مختار نزدیک جمہور کے یہ ہے کہ مخصوص ہے ساتھ انبیاء کے، اور شریک نہیں ساتھ ان کے سوائے ان کے اس میں کوئی۔ بلکہ اوروں کے نام پر غفر اللہُ، اور رحمہُ اللہُ اور رضی اللہُ عنہ کہے۔ اور نقل کیا ہے طیبیؒ نے کہ سوائے انبیاء کے اوروں پر دُرود بھیجنا خلافِ اولیٰ ہے۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ حرام ہے یا مکروہ ہے کراہتِ تحریمی یا تنزیہی۔ اور صحیح یہ ہے کہ غیر انبیاء اور ملائکہ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا ابتداءً مکروہ تنزیہی ہے۔ اسلئے کہ شعار اہلِ بدعت کا ہے۔ اور ان کے ساتھ اوروں پر بھیجنا جائز ہے۔ جیسے کہیں صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ۔ واللہ اعلم

(مظاہرِ حق جدید ص ۳۲۰/۱)

اس سے معلوم ہوا کہ دُرود اور سلام دونوں چیزیں ایک ساتھ انبیاء اور ملائکہ کے علاوہ پر بھیجنا مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ ہے۔ یہ صحیح قول اور تحقیق یہی ہے۔ اور کراہت کی وجہ صرف اہلِ بدعت (شیعوں) سے تشبہ ہے۔ اسکے علاوہ کوئی دلیل (آیت یا حدیث) نہیں۔

حاصل یہ ہے کہ فرشتوں اور نبیوں کے علاوہ کے لئے بھی لفظ سلام کا استعمال جائز ہے۔ ہمارے اکابر کہتے ہیں کہ صرف لفظ سلام (بغیر صلوٰۃ کے) بالکل جائز ہے۔ عرف ورواج کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ اسلئے اسکو ناجائز وحرام یا کفر کہنا حد سے تجاوز اور دلیل سے خالی دعویٰ ہے۔ ھاتُوا

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ٥ (دلیل لاؤ اگر تم (اپنے دعوے میں سچے ہو)

حضرت حسینؓ شہید اعظم ہیں؟

محرم والے مفتی صاحب اس بات سے بھی بہت خفا ہیں کہ لوگ حضرت حسینؓ کو شہید اعظم اور سیّد الشہداء کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ شیعوں کا پروپیگنڈہ ہے جس سے سُنّیوں کے عوام وخواص کی بہت بڑی تعداد متأثر ہوکر شیعوں کے دامِ فریب میں پھنس چکی ہے۔ حالانکہ سیّد الشہداء حدیث کی رو سے حضرت حمزہؓ ہیں اور کوئی نہیں ہے۔ ان کو یہ بھی شکایت ہے کہ سُنّی لوگ حدیث وتاریخ سے ناواقف ہیں، اور غافل بھی ہیں۔

(خلاصہ از محرم ص۸۱ تا ص۸۲)

یہاں پر چند باتیں مختصر طور پر سمجھ لینی چاہئیں تاکہ محرمی فریب کا پردہ چاک ہوکر حقیقت بے نقاب ہوجائے۔

(۱) شہید اعظم اور سیّد الشہداء جیسے الفاظ دو طرح استعمال ہوتے ہیں۔ معنیٔ حقیقی کے اعتبار سے، اور معنیٔ اضافی کے اعتبار سے۔ اگر معنیٔ حقیقی میں ان الفاظ کو بولا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ سب شہیدوں سے بڑے شہید ہیں اور سب ہی شہیدوں کے سردار ہیں۔ اس معنی میں بولنا درست نہیں۔ کیونکہ انکے والد خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ اور خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق اعظمؓ اور خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنیؓ (یہ تینوں حضرات) بھی شہید ہیں۔ اور تمام امّتِ مُسلمہ کا خصوصًا اہلِ سُنّت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ وہ حضرات حضرت حسینؓ سے افضل ہیں۔ اور کوئی سُنّی اس معنی کے اعتبار سے حضرت حسینؓ کو سیّد الشہداء یا شہید اعظم ہرگز نہیں کہتا۔ جیسا کہ مفتی جی کا کوئی عاشقِ زار بھی ان کو مفتیٔ اعظم اس خیال سے نہیں کہتا کہ دُنیا میں ان سے بڑا

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

مفتی کوئی ہے ہی نہیں۔

(۲) اور معنی اضافی کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت حسینؓ بہت بڑے شہید ہیں، اور بہت سے شہیدوں سے بڑے ہیں، خواہ ان سے بڑے بھی اور شہید ہوں گے۔ اور وہ شہیدوں کے سردار ہیں۔ خواہ بعض شہید اُن کے بھی سردار ہوں گے۔ جیسے حضرات خلفائے ثلٰثہ مذکورہ۔ لفظ مفتی اعظم کے بھی یہی معنی ہوتے ہیں۔ کہ وہ بہت سے مفتیوں سے بڑے ہیں۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ امام اعظم سے بھی بڑے ہیں۔ اہل سنت میں سے شاید کوئی خبط الحواس یا جاہل مطلق ہی ایسا ہوگا جو حضرت حسینؓ کو ان تینوں خلفاء سے بھی افضل و اعلیٰ اور انکا سید و آقا مان کر شہید اعظم اور سید الشہداء کے الفاظ حضرت حسینؓ کے لئے بولتا ہوگا۔ عموماً عوام و خواص اس قسم کے الفاظ اسی دوسرے معنی (معنی اضافی) میں استعمال کرتے ہیں۔ اور سننے والے ایسے الفاظ سے یہی معنی سمجھتے ہیں۔

چند مثالیں

محرم والے مفتی جی بھی اپنے مدرسہ کے ہیڈ صاحب کو "بڑے مولانا" کہتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ مدرسہ کے تمام مولویوں سے وہ بڑے ہیں۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ دُنیا بھر کے تمام عالموں (صحابہؓ، تابعینؒ، فقہاء، محدثین وغیرہ) سے بھی بڑے ہیں۔ اسی طرح دیوبندی اور بریلوی لوگ اپنے کسی بھی مفتی کو مفتی اعظم کہتے اور لکھتے ہیں اس کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے علاقہ یا ماحول و خیال کے مفتیوں سے کچھ آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا۔ اور نہ کوئی کہنے اور سننے والا یہ سمجھتا ہے کہ صحابہؓ سے لیکر ابتک یہ حضرت سارے ہی مفتیوں سے بڑے ہیں۔

اسی طرح لوگ اپنے مسلک کے بڑے شیخ کو یا عالم کو سید الطائفہ (گروہ کا سردار) کہتے ہیں۔ جیسے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو دیوبندی لوگ سید الطائفہ کہتے ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہرگز نہیں لیا جاتا کہ وہ سارے پیروں کے آقا بن گئے بلکہ لوگ یہ بھی اعتقاد نہیں رکھتے کہ گروہ دیوبند میں کوئی شیخ یا عالم ان سے بڑھکر

نہیں ہے۔ امید ہے کہ ناظرین مثالوں کی اس تفصیل سے خوب سمجھ گئے ہوں گے۔

سیّد الشہداء حضرت حمزہؓ

مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ سیّد الشہداء کا لقب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیا تھا، اور کسی کو یہ تشریفی (اعزازی) لقب آپ نے نہیں دیا۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپؐ نے سیّد الشہداء کا لقب اپنے چچا حضرت حمزہ کو عنایت فرمایا تھا۔ لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ آپ نے اور کسی کو اس لقب سے نہیں نوازا۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ ذکرِ شئی نفیِ ماعدا کو مستلزم نہیں" ہم کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لقب حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کو بھی عطا فرمایا ہے۔ کیونکہ آپؐ نے ان دونوں کو جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا ہے۔ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ جنتی جوانوں میں بہت سے شہداء بھی ہوں گے، تو یقیناً یہ ان کے بھی سیّد (سردار) ہیں اسلئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق ان کو سیّد الشہداء کہنا بلاشبہ جائز ہے — غالباً مفتی صاحب نے حدیث سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ کا اسی مصلحت سے انکار کر دیا ہے۔ ہم عنقریب ثابت کریں گے کہ اس حدیث کا انکار کرنا مفتی صاحب کی ایسی فاش غلطی ہے کہ وہ حدیث کی تمام کتابوں کو دُنیا کی نظر میں بے اعتبار کیے دیتی ہے۔ یاد رکھیے کہ سیّد الشہداء حمزہؓ کا مطلب بھی یہی ہے کہ حضرت حمزہؓ بہت سے شہیدوں کے سردار ہیں خصوصًا وہ سیّد شہداءِ اُحد ہیں۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ تمام شہیدوں (حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ) کے بھی سردار ہیں۔ کیونکہ تمام اہلِ حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خلفاءِ اربعہ (صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ، علی مرتضیٰؓ) تمام صحابہؓ و صحابیاتؓ سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ تو حضرت حمزہؓ اپنے سے افضل صحابہؓ کے سردار کیسے ہو سکتے ہیں؟ حاصل یہ ہے کہ

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

سید الشہداء کے لقب میں حضرت حسینؓ و حضرت حمزہؓ میں کوئی فرق نہیں ۔ دونوں کو سید الشہداء کہہ سکتے ہیں۔ دونوں کا سید الشہداء ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن دونوں پر اس لقب کا اطلاق اضافی معنی ہی کے اعتبار سے ہوگا۔ جیسا کہ اُوپر واضح ہو چکا۔ اسی طرح حضرت سیدہ فاطمہؓ کے بارے میں بخاری شریف کی حدیث میں بھی (جسکا مفتی صاحب نے نہایت بیدردی سے انکار کر دیا ہے) سَیِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وارد ہے۔ یا حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں جو بخاری وغیرہ اکثر کتب حدیث میں سیدا کہول الجنۃ (کہ وہ اَدھیڑ عمر والے جنتیوں کے سردار ہیں) وارد ہوا ہے، تو ان سب میں اضافی معنی ہی مراد ہیں۔ کیونکہ نہ حضرت فاطمہؓ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں، نہ حضرات شیخین تمام ادھیڑ عمر والے جنتیوں کے سردار ہیں۔ کیونکہ حضرت سیدہ فاطمہؓ حضرت مریم و اُمہات المؤمنین کی سردار نہیں ہیں ۔ اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ انبیاء علیہم السلام کے سردار نہیں ہیں۔ اس پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جملہ محدثین اور تمام علمائے امت کے نزدیک ایسی احادیث اضافی معنی پر محمول ہیں۔ اور محاورات اس کی دلیل ہیں۔ کہ شیخ المشائخ، شیخ اعظم، مفتی اعظم، محدث اعظم، سید الملت، استاذ العلماء، سید العلماء، وغیرہ جیسے الفاظ رات دن محاورات میں خصوصًا دورِ حاضر میں بولے اور لکھے جاتے ہیں۔ اور ان میں اضافی معنی ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔ مگر ہمارے مفتی اعظم بزعم خود تاریخ و حدیث میں یکتا ہیں۔ تو محاورات و زبانِ اُردو میں بھی آپ اپنی نظیر خود ہیں ۔ اور ان سب میں اس قدر مستغرق و فنا ہو گئے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک چیز کا بھی ان کو پتہ نہیں رہا۔ اگر وہ خود حدیث کی کسی کتاب کا سمجھ کر مطالعہ فرما لیتے یا کسی پڑھے لکھے آدمی سے معلوم کر لیتے تو ایسی بچکانہ اور غلط باتیں ہرگز تحریر نہ فرماتے ۔

حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ جنتی جوانوں کے سردار ہیں

اہلِ اسلام چودہ صدیوں سے بولتے، سنتے، لکھتے اور پڑھتے چلے آئے ہیں۔ اور دورِ صحابہؓ سے آجتک امتِ مسلمہ کا اعتقاد ہے کہ حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ اس مضمون کی احادیث کو درجنوں صحابہؓ نے نقل کیا۔ بے شمار راویوں نے روایت کیا، دسیوں محدثین نے اپنی کتابوں میں ان کو لکھا۔ سندوں پر کلام کرنے کے باوجود کسی معتبر عالم نے ان حدیثوں کو ناقابلِ اعتبار قرار نہیں دیا۔ ان سے پیدا شدہ عقیدہ کی تردید کسی نے نہیں کی۔ پرانے یزیدیوں کو بھی ان کے انکار کی ہمت نہیں ہوئی۔ بڑے بڑے محدثین و معتبر علماء بھی جمعہ و عیدین کے خطبوں میں ان احادیث کو پڑھ پڑھ کر حضرت حسینؓ کے فضائل بیان کرتے اور سنتے رہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ حضرت شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ، حضرت مولانا تھانویؒ اور دوسرے علماء کے خطبوں میں اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ آج تک موجود ہے۔ اور خطباء و ائمہ اس کو پڑھتے ہیں۔ مگر کسی عالم نے تقریراً یا تحریراً اس پر کبھی کوئی نکیر نہیں کی۔ نہ اس مضمون کی روایات کو شیعوں کی گھڑنت بتایا۔ نہ امت کو اس بات سے آگاہ کیا کہ یہ شیعی عقیدہ ہے، اس سے باز رہو۔

دورِ حاضر میں مجدِ داعظم، مفتی محرم کا ظہور ہوا جنہوں نے یہ بے مثال نادر انکشاف فرمایا کہ حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کو جنتی جوانوں کا سردار سمجھنا گمراہی ہے۔ یہ باطل عقیدہ شیعوں کے پروپیگنڈہ اور کوشش کا نتیجہ ہے۔ اور سنیوں کی حدیث کی ان کتابوں میں جن پر سنیوں کے عقائد و اعمال کا مدار ہے شیعہ لوگ چوروں کی طرح خاموشی سے گھس گئے ہیں۔ اور حدیث کی کوئی کتاب خواہ وہ ترمذی شریف ہو یا بخاری شریف، شیعوں کی چیرہ دستیوں اور تحریفات سے محفوظ اور قابلِ اعتبار نہیں رہی۔

یہ ترجمہ ہے ... جناب مفتی محمود نے قصر سبائیت کو مسمار کر کے منکرین حدیث کا
شیعہ نواز محض تعمیر کرنے کی منصوبہ بندی یا ناپاک کوشش کی ہے۔ وہ اپنی کتاب
مجموعہ میں لکھتے ہیں کہ:

وہ حدیث جس میں حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کو جنت کے جوانوں کا
سردار کہا گیا ہے۔ امام ترمذی کی کتاب سنن ترمذی میں الحسن والحسین
سیدا شباب اھل الجنۃ کے الفاظ کے ساتھ حدیث ملتی ہے۔ اور بہت سے
خطیب جمعہ کے اور عیدین کے خطبوں میں بھی اسے پڑھتے رہتے ہیں۔ یہ حدیث
مختلف سندوں سے مروی ہے لیکن اس کو امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام
مالکؒ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں درج نہیں فرمایا۔ (محرم ۸۳ء)

اس عبارت میں مفتی صاحب نے حدیث مذکورہ کا سنیت ہے یا کا انکار
یہ کہہ کر کر دیا ہے کہ یہ سنن ترمذی کی روایت ہے۔ گویا ان کے نزدیک ترمذی
شریف کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اگر امام بخاریؒ وغیرہ اس روایت کو اپنی
کتابوں میں درج کر دیتے تو شاید یہ مان لیتے۔ حالانکہ حدیث ھو فاطمۃ
سیدۃ نساء اہل الجنۃ تو بخاری شریف میں بھی موجود ہے۔ مگر انکے بے لگام
ذہن نے اس کو بھی تو شیعوں کی من گھڑت کہہ کر رد کر دیا ہے۔ حقیقت
یہ ہے کہ ان کے نزدیک حدیث کی کسی کتاب کا کوئی مقام ہی نہیں۔ نہ ترمذی
کا نہ بخاری کا۔ نہ کسی کتاب کا۔ اگر کتب حدیث کی کوئی وقعت انکے
قلب میں ہوتی تو وہ ایسی بے شمار احادیث کا انکار صرف اس وجہ سے
نہ کر دیتے کہ وہ ان کے محبوب یزید پلید کے مخالف حضرت حسینؓ یا انکی والدہ
محترمہ سیدہ فاطمہؓ کی فضیلت میں وارد ہیں۔ وہ اس بات کا خیال ضرور
کرتے کہ محدثین کے نزدیک جن کتب حدیث کی صحت ایک حقیقت مسلمہ ہے
جن کتب میں صحاح ستہ کی جملہ احادیث معمول بہا ہیں۔ اور جس کتاب
کی جملہ احادیث کی صحت پر جمہور محدثین اور معتبر علماء امت کا اتفاق

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ہے۔ اور جس کا درجہ قرآن مقدس کے بعد سب کتابوں سے بڑھا ہوا ہے۔ آپ اپنے خود ساختہ خیالِ فاسد کی رَو میں بہہ کر آخر ان کے رد و انکار کی جرأت کیوں کرتے۔ ترمذی و بخاری کی اہمیت کو ان شاء اللہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔ اس سے پہلے ہم اس حدیث مذکور کے سلسلہ میں مختصر کلام کرتے ہیں جس کا مفتی صاحب نے انکار فرمایا ہے۔ اور یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کو صرف امام ترمذیؒ ہی نے اپنی کتاب ترمذی شریف میں ذکر نہیں فرمایا بلکہ ان کے علاوہ بہت سے محدثین نے اپنی کتابوں میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور یہ حدیث صرف ایک ہی سند و طریق سے منقول نہیں بلکہ بہت سی سندوں اور متعدد طرق سے منقول ہے۔ اور طرق کے تعدد سے حدیث ضعیف بھی قوی و قابلِ قبول و لائقِ عمل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ محدثین نے اس کے بعض طرق کے اعتبار سے اس حدیث پر حسن و صحیح ہونے کا حکم بھی لگایا ہے۔ جن لوگوں کو حدیث سے ادنیٰ درجہ کی مناسبت بھی ہے وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ ضعیف حدیث بھی اگر کئی طرق سے منقول ہوتی ہے تو اس کا ضعف دور ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کو ضعیف بھی مان لیں تو یہ حدیث فضیلت میں ہے۔ اور جمہور علماء کے نزدیک فضائل میں ضعیف حدیثوں کا بھی اعتبار ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

حدیث مذکور ایک درجن صحابہؓ سے منقول ہے

حدیث مذکور اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ حسب ذیل ایک درجن صحابہؓ سے نقل کی گئی ہے۔

(۱) حضرت ابوسعید خدریؓ (۲) حضرت عمرؓ (۳) حضرت علیؓ (۴) حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ (۵) حضرت ابوہریرہؓ (۶) حضرت اسامہ بن زیدؓ (۷) حضرت براء بن عازبؓ (۸) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۹) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۱۰) قرہؓ (۱۱) حضرت مالک بن الحویرثؓ (۱۲) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اس حدیث کو ثقات محدثین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے

اس حدیث مذکور (سیدا شباب الخ) کو ثقات محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں مختلف سندوں اور متعدد طرق سے ذکر کیا ہے جن کے اسماء ذیل میں مذکور ہیں
(۱) حضرت امام ترمذیؒ (۲) حضرت امام احمدؒ (۳) حضرت امام طبرانیؒ (۴) حضرت امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوریؒ (۵) حضرت امام ابویعلیٰؒ (۶) حضرت امام ابن عدیؒ (۷) حضرت امام ابن ماجہؒ۔

(۱) حضرت امام ترمذیؒ و حضرت امام احمدؒ نے اس حدیث کو حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے۔
(۲) امام طبرانیؒ نے اوسط میں اس حدیث کو حضرت اسامہ بن زیدؓ و براء بن عازبؓ سے نقل کیا ہے (۳) طبرانی میں یہ حدیث حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت جابرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے۔ (۴) امام ابن عدیؒ نے کامل میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔
(۵) امام ابن ماجہؒ و امام حاکمؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس کو مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَبُوْهُمَا خَیْرٌ مِّنْهُمَا یعنی حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ اور ان کے والد (حضرت علیؓ) ان دونوں سے بہتر ہیں۔
(۶) نیز امام طبرانیؒ نے حضرت قرۃؓ و حضرت مالک بن الحویرث سے اور امام حاکم نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے بالفاظ ذیل اس حدیث کو نقل کیا ہے۔
الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة الا ابنی الخالة عیسی بن مریم ویحیی بن زکریا وفاطمة سیدة نساء اهل الجنة الا ما کان من مریم بنت عمران یعنی حضرت حسن و حضرت حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں، عیسیٰ بن مریم و یحییٰ بن زکریا کے سوا۔ اور سیدہ فاطمہؓ اہل جنت

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کی عورتوں کی سردار ہیں، حضرت مریم کے سوا۔

(۷) امام احمدؒ و امام ترمذیؒ نے حضرت حذیفہؓ سے حدیث نقل کی ہے جس میں یہ مضمون مذکور موجود ہے۔ اور اس طریق سے اس کو حسن غریب فرمایا ہے۔

حدیث کا مضمون یہ ہے:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مغرب کی نماز پڑھونگا۔ اور آپ سے یہ درخواست کرونگا کہ میرے لئے اور آپ کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ چنانچہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ نمازِ مغرب ادا کی تو آپؐ نماز میں عشاء تک مصروف رہے۔ پھر نمازِ عشاء پڑھکر فارغ ہوئے (اور دولت کدہ کی جانب چلدیئے) تو میں آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپ نے میری آواز سنی تو فرمایا کون ہے، حذیفہ؟ میں نے عرض کیا جی! فرمایا کیا کام ہے اللہ تمہاری اور تمہاری والدہ کی مغفرت فرمائے۔ (اور فرمایا) یہ (میرے پاس ایک فرشتہ ہے جو اب سے پہلے دنیا میں کبھی نہیں آیا۔ اس نے اپنے رب سے اس بات کی اجازت مانگی کہ (میرے پاس آکر) مجھے سلام کرے اور مجھے اس بات کی خوشخبری سنائے (بِاَنَّ فَاطِمَۃَ سَیِّدَۃُ نِسَآءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ) کہ سیدہ فاطمہ اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

(ماخوذ از مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۵ ص ۶۰۳ و ۶۰۶)

(نوٹ) حضرت ابو سعید خدریؓ و حضرت حذیفہؓ کی روایات مشکوٰۃ شریف بَابُ مَنَاقِبِ اَھْلِ بَیتِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی مذکور ہیں)۔

حضرت حذیفہؓ کی حدیث کے الفاظ بھی مختلف ہیں۔ ذیل میں ہم اہلِ علم کے اطمینان کے لئے حدیث حذیفہؓ کو دو سندوں کے ساتھ مع حوالہ نقل کرتے ہیں۔

پہلی سند سے امام احمدؒ نے تخریج کی جس کی سند کے سب رجال ثقہ ہیں۔
دوسری سند سے امام احمدؒ و امام ترمذیؒ و امام نسائیؒ نے تخریج کی ہے۔
انکے رجال بھی تمام ثقہ اور صدوق ہیں۔ ان دونوں سندوں سے یہ حدیث صحیح اور حسن ہے۔

حدیث حذیفہؓ

(۱) حدیث حذیفۃ اخرجہ احمد ص۳۹۲/ج۵۔

حدثنا اسود بن عامر ثنا اسرائیل عن ابن ابی السفر عن الشعبی عن حُذیفۃ قال اتیتُ النّبی صلّی اللہ علیہ وسلم فصلیت معہ الظہر والعصر والمغرب والعشاء ثم تبعتُہ وھو یرید ان یدخل بعض حجرہ فقام وانا خلفہ کانہ یکلم احداً قال ثم قال من ھٰذا قلت حذیفۃ قال اتدری من کان معی قلت لا قال فان جبرئیل جاء یبشرنی ان الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ قال فقال حذیفۃ فاستغفر لی ولامّی قال غفر اللہ لک یا حذیفۃ ولامّک۔ رجالہ ثقات۔

(۲) واخرج احمد ص۳۹۱/ج۵ والترمذی ص۲۱۸/ج۲ والنسائی فی السنن الکبری من طریق اسرائیل عن میسرۃ بن حبیب عن المنہال بن عمرو عن زر بن حُبیش عن حذیفۃ قال سالتنی امی متی عہدک بالنّبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فقلت لہا منذ کذا وکذا قال فقالت عنی وسبتنی قال فقلت لہا دعینی فانی آتی النّبی صلّی اللہ علیہ وسلم فاصلّی معہ المغرب ثم لا ادعہ حتی یستغفر لی ولک قال فاتیت النّبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلیت معہ المغرب فصلّی النّبی صلی اللہ علیہ وسلم العشاء ثم انفتل فتبعتہ فعرض لہ عارض فناجاہ ثم ذھب فاتبعتہ فسمع صوتی فقال من ھٰذا فقلت حذیفۃ قال مالک فحدثتہ بالامر فقال غفر اللہ لک ولامّک ثم قال

اما رأیت العارض الذی عرض لی قبیل قال قلت بلیٰ قال فھو ملک من الملآئکۃ لم یھبط الارض قبل ھٰذہ اللیلۃ فاستأذن ربہٗ ان یسلم علی ویبشرنی ان الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ وان فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ قال الترمذی ھٰذا حدیث حسنٌ غریبٌ لانعرفہٗ الا من حدیث اسرائیل انتہٰی اسرائیل ثقۃ۔ ومیسرۃ بن حبیب صدوق والمنہال بن عمرو صدوق ربما وھم کما فی التقریب فالاسناد حسن کما قال الترمذی واللّٰہ اعلم (کتبہٗ فضیلۃ الاستاذ مولانا محمد یونس شیخ الحدیث بمظاہر علوم السہارنپور)

اختصار کے پیش نظر ترجمہ نہیں کیا گیا۔ ان میں کچھ اضافات کے ساتھ گذشتہ مضمون ہی ہے۔ البتہ اضافات و مضمون مطلوب پر خط کھینچ دیا گیا ہے۔

حضرت حذیفہؓ کی ان دونوں روایتوں کے سب راوی ثقہ اور قابلِ اعتماد ہیں۔ راوی المنہال بن عمرو کوئی بھی صدوق ہیں۔ ان کی صداقت و عدالت میں بھی محدثین کو کلام نہیں۔ ہاں محرم والے مفتی جی نے اُن پر بھی تبرا کیا ہے تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں۔ یاد رکھیئے کہ جب حضرت حذیفہؓ کی حدیث مذکور دو ایسی سندوں سے منقول ہوئی ہے جن کے سب راوی معتبر، ثقہ، سچے اور قابلِ اعتماد ہیں۔ اور ان دونوں روایتوں میں ان الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ (بیشک حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ جنتی جوانوں کے سردار ہیں) بھی ہے، تو ثابت ہوا کہ مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کو جنتی جوانوں کا سردار ماننا شیعی عقیدہ ہے۔ اور اس سلسلہ کی حدیث (سیدا شباب) شیعوں کی گھڑی ہوئی ہے، بالکل غلط اور بدترین جھوٹ ہے۔ اور حدیث و رجالِ حدیث سے ناواقفیت کی کھلی دلیل ہے۔ درحقیقت جاہل عباسی نے جو کچھ لکھ دیا اُس کو نص قطعی خیال کر کے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

انہوں نے اسی پر اعتماد کرلیا، اور اسی جاہل کی اقتدار میں ان کی مکھی پر مکھی مارتے چلے گئے۔ اور اپنے امام عباسی کی طرح اس مکھی مار مقتدی نے بھی صحیح حدیثوں کا انکار کرڈالا۔ یہ زحمت نہیں کی کہ حدیث کی کتابیں یا راویوں کے حالات وہ خود دیکھ لیتے، یا کسی جاننے والے سے ہی پوچھ لیتے۔ نسیم احمد غازی مظاہری

مفتی صاحب کا افسوسناک اقدام

محرم والے مفتی صاحب کے مسلسل مظالم کا آپ مطالعہ کرچکے ہیں۔ افسوس ہے کہ اُن کی چیرہ دستی سے جس طرح صحابۂ کرامؓ، اولیاء اللہؒ اور اکابر ملت محفوظ نہ رہ سکے اسی طرح انہوں نے اُن محدثین کو بھی نہیں بخشا جو بڑے بڑے محدثین اور ائمہ کرام کے اساتذہ تھے انہوں نے تمام عام و خاص مسلمانوں کیساتھ طبقۂ محدثین کو بھی شیعہ ثابت کرنے کی ناکام وغیر مسعود کوشش کی ہے۔ اور مسلمانوں کے تمام طبقات کے ساتھ حضرات محدثین پر بھی تبرّا کیا ہے۔ مگر یہ خیال رہے کہ کسی کے تبرّا کرنے سے عوام، علماء اور محدثین تو شیعہ نہ بن سکیں گے البتہ بیجا تبرّا کرنے والا ضرور شیعہ کہلائیگا۔ اسی طرح ذخیرۂ حدیث تو اپنی جگہ پر آفتاب کے مثل چمکتا رہیگا اور عالم پر انوار برساتا رہیگا۔ لیکن جو احادیثِ رسُول کے منکر ہیں اور حدیث کی کتابوں سے اُمت کو بدظن کرنا چاہتے ہیں وہ یقیناً منکرین حدیث کے زمرہ میں شامل ہوکر خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بنجائیں گے۔

ملاحظہ فرمایئے محرم کی تحریر، یزیدی مفتی لکھتے ہیں کہ:

" اس حدیث کے راویوں پر جس وقت نظر ڈالی جاتی ہے تو اسکی روایت کرنے والوں میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد کوفی ہے، جو شیعوں کا بڑا امام گذرا ہے۔ اس کو ائمہ محدثین نے بدعقیدہ، شیعہ، ضعیف، ناقابلِ اعتماد اور جھوٹا اور حافظہ کا خراب اور حدیثوں کا گھڑنے والا بتایا ہے۔ اور

اس کی روایت کو بے حقیقت اور کذب بیانی پر محمول کیا ہے۔ اور ایک راوی ابو داؤد الحفری ہے۔ یہ بھی کوفہ کا رہنے والا ہے، اور شیعہ ہے۔ ایک راوی ابن فضیل ہے۔ یہ بڑا کٹر اور جلا بُجنا شیعہ ہے۔ ایک راوی المنہال بن عمرو کوفی ہے۔ اس کو بھی محدثین نے بدمذہب اور شیعہ بتایا ہے۔ بغرض جن سندوں کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے اسمیں شیعہ راوی گھسے ہوئے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی روایت قابلِ اعتماد نہیں۔ (محرم ص۸۲ و ص۸۳)

محرمی مفتی صاحب نے اس عبارت میں چار راویوں پر صراحۃً زبردست نقد کیا ہے۔ اور ان کو بدمذہب و گمراہ اور شیعہ قرار دیدیا ہے۔ اور پھر اجمالی طور پر اس حدیث کی تمام سندوں کے راویوں کو شیعہ قرار دیدیا ہے۔ حالانکہ وہ سب راوی ثقہ، قابلِ اعتماد اور متقی و پرہیزگار اور صحیح العقیدہ سُنّی تھے۔ ان سے امام بخاریؒ و امام مسلمؒ اور تقریباً تمام محدثین نے احادیث روایت کی ہیں۔ صرف ان مذکورہ چار راویوں پر بعض نے شیعیت وغیرہ کے الزامات عائد کیے ہیں۔ جن کو ائمہ حدیث نے رد کیا ہے۔ البتہ ابو داؤد الحفری و ابن فضیل پر زیادہ محدثین نے جرح کی ہے۔ اور بہت سے محدثین نے ان کی روایات کو بھی ساقط الاعتبار قرار نہیں دیا۔ تفصیل آئندہ ملاحظہ فرمائیں

راوی کے شیعہ ہونے کی حقیقت

رُواۃ اور محدثین پر جو اہلِ جرح نے عام طور پر شیعہ ہونے کا اطلاق کیا ہے اُنکا منشا اکثر اس جرح سے یہ نہیں ہوتا کہ وہ واقعۃً مذہب کے اعتبار سے شیعہ ہوتے ہیں، اور صحابہؓ پر تبرّا کرتے ہیں، یا اہلِ سُنّت کے خلاف عقائد رکھتے ہیں۔ بلکہ جو لوگ اہلِ بیت سے زیادہ محبت کرتے یا اس میں کچھ حد سے تجاوز کرتے تھے۔ ان کو شیعہ کہدیا جاتا تھا۔ مثلاً حضرت امام نسائی رحمہ اللہ کے بارے میں مؤرخ ابن خلکان لکھتے ہیں " وکان یتشیع " یعنی امام نسائیؒ شیعیت

کی جانب میلان رکھتے تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں. فیہ شئ من التشیّع (ان میں کچھ شیعیت تھی) حالانکہ امام نسائیؒ نے فضائلِ صحابہؓ پر ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی جس سے خود بخود شیعیت کا شبہ دُور ہوجاتا ہے۔ اور آپ کی سُنن سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ امام نسائی خلفائے راشدین کے اسی ترتیب سے قائل ہیں جو اہلِ سُنت وجماعت کا مسلک ہے حقیقتِ واقعہ یہ ہے کہ ملکِ شام میں خارجیت کا اور بنواُمیّہ کا بہت زور تھا حضرت علیؓ کے مخالفین بکثرت موجود تھے۔ اُن کی تردید اور لوگوں میں اعتدال پیدا کرنے کے لئے اُنہوں نے خصائص علیؓ نامی کتاب لکھی جس کی بنا پر حضرت علیؓ واہل بیت کے مخالف لوگوں نے اُن کو شیعہ مشہور کر دیا تھا، اور اسی میں اُن کی شہادت ہوئی۔

الحاصل جو خارجیت و ناصبیت کے مقابلہ میں آیا اور اس نے اہلِ بیت سے محبّت کا دم بھرا اس پر شیعیت کا الزام آگیا۔ پھر ائمہ حدیث نے جب ان حضرات سے احادیث روایت کیں تو یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ اُن پر جو الزامات عائد ہوئے وہ بے بنیاد تھے۔ اور الزامات سے بَری کون رہا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کو محض اس وجہ سے کہ اُنہوں نے اعمال کو جزوِ ایمان قرار نہیں دیا تھا یا ان کے کچھ مقلدین نے ارجاء کی طرف میلان کرلیا تھا، مرجیہ کہدیا گیا — (مرجیہ مسلمانوں میں ایک فرقہ باطلہ گذرا ہے) حتیٰ کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی غنیۃ الطالبین میں بھی امام اعظمؒ کو فرقہ مرجیہ کا ایک فرد قرار دیا گیا۔ اگرچہ تحقیق یہ ہے کہ یہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے نہیں لکھا، بلکہ یہ غیر مقلدین کی دسیسہ کاری ہے۔ (ایضاح البخاری ص۱۵۶ ج۱)

مگر کیا امام ابوحنیفہؒ کو دُنیا فرقہ مرجیہ کا ایک فرد سمجھتی ہے.؟ اس مختصر تحریر میں گنجائش نہیں ورنہ ہم اس سلسلہ کی بہت سی مثالیں تفصیل سے بیان کرتے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

قبولِ رِوَایت کا مسئلہ

شیخ عبدالحق محدِّث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اہلِ بدعت اور فِرقِ باطلہ کے لوگوں سے حدیث لینے میں محدثین کا اختلاف ہے۔ صاحب جامع الاصُول فرماتے ہیں کہ ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے خوارج وغیرہ سے بھی روایات لے لی ہیں۔ اور ایک جماعت نے احتیاط سے کام لیا ہے اور ان سے روایات نقل نہیں کیں۔ اور دونوں میں سے ہر ایک جماعت کی نیت بخیر ہے۔ لینے والوں نے حدیث کی حفاظت کی نہ لینے والے غلطی کے احتمال سے بچے رہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ ان فرقوں کے لوگوں سے جو احادیث لی جائیں گی غور و فکر کرکے اور چھان بین کرکے لی جائیں گی۔ (مقدمہ مشکوٰۃ شریف)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کا میلان غلط فرقوں کی طرف ہو یا ان فرقوں میں وہ شامل بھی ہو بشرطیکہ وہ داعی نہ ہو اور حدیث صحیح اسکے پاس ہو تو لینے کی گنجائش ہے۔ ائمہ حدیث میں سے جس نے بھی شیعہ وغیرہ سے روایت لی ہے پوری احتیاط کے ساتھ چھان پھٹک کرلی ہے۔ جبکہ دوسرے طریقوں اور سندوں سے ان کو اس حدیث کا صحیح ہونا معلوم ہوگیا ہے۔ اور جب ائمہ حدیث نے چھان پھٹک کر کوئی حدیث لے لی ہے خصوصًا جس کا تعلق احکام سے نہیں صرف فضائل سے ہے۔ تو ہم کو اسکے رَد و انکار کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ یاد رکھیئے کہ علماء و محدثین نے فضائل میں ضعیف حدیثوں کا بھی اعتبار کیا ہے۔ اور جس حدیث (سیدا شباب) کی بحث چل رہی ہے۔ اس کو تو ائمہ حدیث امام احمدؒ، امام ترمذیؒ امام حاکمؒ وغیرہ نے صحیح اور حسن کہا ہے۔ اسمیں کوئی تردّد اور شک کرنا اپنی جہالت کا اقرار و اعلان ہے خصوصًا جبکہ اس حدیث کو ایسے طرق اور سندوں سے بھی نقل کیا گیا ہے جن میں سب راوی ثقہ ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ طرق کا تعدّد ضعف کو دُور کر کے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

روایت میں قوت پیدا کر دیتا ہے۔

مجروح راویوں پر ایک نظر

مفتی صاحب نے جن چار راویوں پر کھل کر بغیر حوالہ اور بے سند جرح کی اور ان پر شیعیت و بدمذہبی اور گمراہی کے الزامات لگانے کی جرأت بیجا کی ہے اور بلا تحقیق و بے سند اُن پر شیعیت کا بہتان لگا کر خوب تبرا کیا ہے اس طرح وہ رُواۃ تو نہیں، خود محرم والے یزیدی مفتی ضرور شیعہ ہو گئے ہیں۔

ہم ان میں سے ہر ایک کے بارے میں علماء اعلام و محدثین عظام کے خیالات و تحقیقات پیش کرتے ہیں۔ اور جن راویوں پر بے تحقیق صرف اپنی رائے سے جھاڑو پھیر دی ہے اُن کے بارے میں ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ مفتی صاحب کا محدثین پر یقیناً بہتان عظیم ہے۔ ان کو بارگاہِ خداوندی میں اسکا جواب دینا ہوگا۔ پھر مفتی صاحب نے ان چار راویوں میں بھی جرح کے پہلو کو تو بیان کر دیا مگر تعدیل کے پہلو کو نظر انداز کر دیا ہے۔ یہ بات دیانت اور ایمانداری کے خلاف ہے۔ اور جو اہلِ بیت و سادات کا دشمن ہو اُسے دیانت سے مطلب ہی کیا ہے ؟

(۱) یزید بن ابی زیاد

یزید بن ابی زیاد (ولادت ۴۷ھ وفات ۱۳۶ھ) تابعی ہیں۔ محرمی مفتی جی نے ان پر مندرجہ ذیل الزامات لگائے ہیں۔ "وہ شیعوں کا بڑا امام، بدعقیدہ، ضعیف، ناقابلِ اعتماد، جھوٹا، حافظہ کا خراب اور حدیثوں کا گھڑنے والا تھا۔ اور محدثین نے اس کی بیان کی ہوئی روایات کو بے حقیقت اور جھوٹ سمجھا ہے۔"

(محرم ص ۸۲)

حالانکہ یہ ائمہ حدیث میں ایک ایسے باعظمت امام ہیں جن سے صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) میں احادیث لی گئی ہیں امام بخاریؒ نے ان سے تعلیقات روایات کی ہیں۔ ناظرین خود غور فرمالیں۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کہ حدیث کے اتنے بڑے بڑے امام جو امتِ مسلمہ کے نزدیک مانے ہوئے امام ہوں، علماءِ امت جن پر اعتماد کرتے ہوں۔ جن کی کتابوں کی احادیث کو اعمال و احکام کے دلائل اور فضائل میں پیش کرتے ہوں۔ جن کی احتیاط و پرہیزگاری کو مثال میں پیش کرتے ہوں۔ کیا وہ ایسے شخص کی روایات لے لیں گے جس میں وہ بدترین صفات موجود ہوں جن کو مفتی محرمی نے بیان فرمایا ہے۔ یہ ہم کو تسلیم ہے کہ ان پر شیعیت اور حافظہ کی کمزوری کے الزامات آئے ہیں۔ تو محض ایسے الزامات سے اُن کی روایت رد ہو جائے گی؟ ہم شیعیت کے الزام کی حقیقت بتا چکے ہیں پھر امام ابوحنیفہؒ پر بھی تو مرجیہ ہونے کا الزام آچکا ہے۔ تو انکی تقلید کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ رہی حافظہ خراب ہونے کی بات تو یہ عارضہ اُن کو اخیر عمر میں پیش آیا تھا۔ اس وقت کی روایات سے محدثین نے احتیاط برتی ہے جبتک اس زمانہ کی روایات کی مُتشاہد اور مُتابع احادیث نہیں مل گئیں تو محدثین نے ان کی روایت پر اعتماد نہیں کیا۔ اور محدثین کے یہاں یہی اصول ہے کہ جس راوی کا حافظہ خراب ہو جانے کی وجہ سے روایت میں اختلاط (گڑبڑی) پیدا ہو جائے۔ تو اگر اس کی روایات میں امتیاز ہو سکتا ہے یعنی یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس عارضہ کے پیش آنے سے پہلے کی روایات یہ ہیں۔ اور بعد کی یہ ہیں۔ تو عارضہ سے پہلی روایات قبول کی جائیں گی۔ اور بعد کی اسوقت تک قبول نہ ہوں گی جبتک کسی اور طریق سے اس کی روایات کی تائید و تقویت نہ ہو جائے۔ اور اسکا پتہ شاگردوں سے چلے گا۔ یعنی جو شاگرد قدیم ہونگے (یعنی یہ عارضہ پیش آنے سے پہلے جنہوں نے روایت سُنی ہوگی وہ قبول کی جائے گی۔ اب سُنیئے کہ یہ حدیث الحَسَنُ والحُسَینُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الجَنَّۃِ یزید بن ابی زیاد سے حضرت سفیان ثوریؒ نے (جو ایک جلیل القدر امامِ حدیث و امامِ فقہ ہیں) اور خالد بن طحان نے روایت کی ہے۔ اور یہ یزید ابن ابی زیاد کے پرانے شاگرد ہیں۔ یعنی اختلاط پیش آجانے سے پہلے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

انہوں نے یزید بن ابی زیاد سے احادیث لی ہیں۔ امام بخاریؒ نے جزو رفع الیدین میں اس کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا روایت مذکورہ بلاشبہ مقبول ہے۔ اسی لئے امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ترمذی شریف میں "حسن صحیح" فرمایا ہے۔ اور امام حاکمؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث بہت سی وجوہ سے صحیح ہے۔ اور مجھے تعجب ہے کہ شیخین نے اس کی تخریج کیوں نہیں کی۔ رہی شیعیت کی تہمت تو اس کی حقیقت پہلے معلوم ہو چکی ہے۔ پھر بھی اگر ہم تسلیم کرلیں تو ان کا مذہب شیعہ کا داعی ہونا ثابت نہیں۔ اور جمہور محدثین کے نزدیک اس وقت تک راوی کی روایات کو رد نہیں کیا جاتا جبتک کہ وہ اس فرقہ باطلہ کا داعی نہو۔ اور اگر بالفرض وہ مذہب شیعہ کے داعی بھی ہوں گے تو ان کی روایت کے متابعات و مؤیدات موجود ہیں یعنی یہ روایت دوسرے صحیح طُرُق، معتبر اور ثقہ راویوں اور صحیح سندوں سے بھی منقول ہے۔ لہٰذا اس حدیث مذکور کے رد کی کسی طرح گنجائش ہی نہیں۔ اور اگر ان سب باتوں کے باوجود اس روایت کو ناقابلِ اعتبار قرار دیدیا گیا تو حدیث کے پورے ذخیرہ سے اعتماد اُٹھ جائیگا۔ ہر کس و ناکس کسی بھی راوی کو اپنی رائے سے مجروح قرار دیکر ہر حدیث کو رد کرنے کی جرأت کرنے لگے گا۔ اور کسی ایک حدیث کے بارے میں بھی کسی کو مطمئن کرنا دشوار ہوجائیگا۔

یزید بن ابی زیاد راوی ثقہ ہیں

ان کے ثقہ ہونے کے لئے اتنی بات بھی بہت کافی ہے کہ یہ مسلم شریف کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں۔ اور صرف مسلم شریف کے ہی نہیں بلکہ سُنن اربعہ (ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف) میں بھی ان کی روایات موجود ہیں۔ اور کتاب اللہ کے بعد جو سب سے زیادہ بلند مرتبہ اور صحیح ترین کتاب (بخاری شریف) ہے اس کی تعلیقات میں بھی ان کی روایات

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

موجود ہیں۔ بخاری شریف کی تمام احادیث (خواہ وہ مسند ہوں یا معلق سب) کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے محدثین وائمہ حدیث نے ان کو ثقہ اور معتبر راوی قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام عجلیؒ فرماتے ہیں کہ وہ جائز الحدیث ہیں۔ گو اخیر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ امام ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث لکھی جائیگی۔ اور اس کو (کسی حکم کی) دلیل نہیں بنایا جائیگا (جبتک کہ کسی اور سند سے اس کی تائید و تقویت نہو جائے۔) امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میرے علم میں کوئی ایسا محدث نہیں جس نے ان کی روایت کردہ حدیث کو ترک کر دیا ہو۔ ہاں دوسرے رُواۃ اُن سے بہتر ہیں۔ امام ابن عدی نے فرمایا کہ ضعف کے باوجود ان کی روایات کو لکھا جاتا ہے۔ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ وہ صَدوق (نہایت سچے آدمی) تھے۔ ہاں اخیر عمر میں ان کا حافظہ کچھ گڑبڑ ہو گیا تھا۔ لہٰذا جنہوں نے اس عارضہ سے پہلے ان سے احادیث سُنیں (جیسے امام سفیان ثوریؒ وخالد الطحان) وہ سب صحیح ہیں۔ یعقوب ابن سُفیانؒ فرماتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد کے بارے میں اخیر عمر میں حافظہ خراب ہو جانے کی وجہ سے لوگوں نے کلام کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یزید بن ابی زیاد اپنی عدالت و ثقاہت پر ہیں، اگرچہ وہ حکم و منصور جیسے نہیں۔ ابن شاہینؒ نے کہا کہ وہ ثقات (اور معتبر لوگوں) میں سے ہیں۔ احمد بن صالحؒ فرماتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد ثقہ ہیں۔ اور جن لوگوں نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے وہ مجھے بالکل پسند نہیں۔ ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے۔ ہاں اخیر عمر میں اختلاط ہو گیا تھا۔ (از امانی الاحبار ص ۱۴۱ و ۲۴۲ ج ۱)

یزید کے اساتذہ و تلامذہ

شاگردوں میں استادوں کی خصوصیات و صفات جھلکتی ہیں۔ اور اساتذہ شاگردوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ باکمال شاگردوں کے اساتذہ باکمال

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہر لٹو سلا رو سے علم نہیں لیتے۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں ان ھٰذا العلم دین فانظروا عمّن تأخذون دینکم (یہ علم دین ہے لہٰذا تمکو یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو) اسی طرح باکمال اساتذہ کے شاگرد بھی کامل اور کمالاتِ اساتذہ کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ کیونکہ اہلِ کمال ہر ایک کو علم نہیں دیتے۔ حدیث میں ہے اضاعۃ العلم ان تحدث غیر اھلہٖ (نااہل کو علم دینا اس کو برباد کرنا ہے) (مشکوٰۃ ص۳۷)

ایک حدیث میں ہے کہ نااہل کو علم دینے والے کی مثال سوروں کے گلے میں موتی مونگے اور سونا لٹکانے والے کی سی ہے۔ (مشکوٰۃ ص۳۴)

چنانچہ یزید بن ابی زیاد کے اگر اساتذہ بہترین ائمہ حدیث اعلیٰ درجہ کے تابعین اور علماءِ راسخین ہیں۔ تو ان کے شاگرد بھی بڑے بڑے ائمہ حدیث ہیں۔ مثلاً حضرت امام سفیان بن سعید ثوریؒ المتوفی ۱۶۱ھ) جو مشہور امامِ حدیث و امامِ فقہ ہیں جن کی علالت، ثقاہت اور فضیلت تمام محدثین و علمائے راسخین کے نزدیک مسلّم ہے۔ اسی طرح حضرت ہشیم بن بشیر واسطیؒ (المتوفی ۱۸۳ھ) بھی یزید بن ابی زیاد کے مایۂ ناز شاگرد ہیں۔ جو صحاح ستہ کے متفق علیہ راوی ہیں۔ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ عراق میں ہشیم واسطی سے زیادہ عمدہ محدث نہیں ہے۔ حماد بن زید نے فرمایا کہ میں نے ہشیم سے زیادہ باکمال محدث نہیں دیکھا۔ اسحٰق زیادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو دیکھا کہ ہشیم سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود ہیں اور آپ ان سے فرمارہے ہیں جزاک اللہ عن امّتی خیرًا (اے ہشیم اللہ تعالیٰ آپ کو میری امت کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائیں)

عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ ہشیم سفیان ثوریؒ سے بھی بڑے حفظ الحدیث

تھے۔ امام ابوحاتم نے فرمایا کہ ہشیم کی صلاح اور صدق وامانت کے بارے میں نہ پوچھو۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ ہمہ وقت ذکر وتسبیح میں مصروف رہتے تھے۔ علاوہ ازیں اکثر محدثین نے اپنے اپنے الفاظ میں ان کی بیحد تعریفیں کی ہیں۔

(امانی الاحبار ج۱ ص۵۶)

اس تفصیل کے بعد مفتی صاحب کا وہ ریمارک جو انہوں نے حضرت امام یزید ابن ابی زیادؒ پر کیا ہے دوبارہ ملاحظہ فرما کر مفتی صاحب کی دیانت وصداقت کی داد دیجئے۔ اور ایک امام حدیث کے متعلق ان کی جرأت بیجا پر ماتم کیجئے۔

(۲) ابوداؤد الحفریؒ

مفتی صاحب نے ان کو بھی موردِ الزام قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"اور ایک راوی ابوداؤد الحفریؒ ہے۔ یہ بھی کوفہ کا رہنے والا اور شیعہ ہے۔" (محرم ص۸۳)

اس میں مفتی جی نے دو غلطیاں کی ہیں۔ (۱) الحفریؒ کے بجائے الحفرمی لکھا ہے۔ (۲) ان پر شیعہ ہونیکا بے بنیاد اور خلافِ واقعہ الزام لگایا ہے۔ اسکی قدرے تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

اس راوی کا نام عمرؒ، ان کے والد کا نام سعد اور دادا کا نام عُبَید ہے۔ ان کی کنیت ابوداؤد ہے۔ حفر (حاء اور فاء کے زبر کے ساتھ) کوفہ میں ایک موضع ہے، جس کی طرف نسبت کرکے ان کو حَفری یا الحفری کہتے ہیں۔ اور کیونکہ یہ موضع کوفہ میں ہے اسلئے ان کو کوفہ کی طرف بھی منسوب کر دیتے ہیں۔ پورا نام اس طرح ہے عُمر بن سعد بن عُبَید ابوداؤد الحفری الکوفی۔ ان کے اساتذہ مشہور علماءِ اعلام اور تابعین عظام ہیں۔ مثلاً امام سفیان ثوریؒ، مسعرؒ، مالک بن مغولؒ حفص بن غیاثؒ، بدر بن عثمانؒ، یحییٰ بن ابی زیادؒ، یعقوب قمیؒ، یاسین عجلیؒ ابوالاحوصؒ، شریکؒ، سفیانؒ، ہشام بن سعد، صالح بن حسانؒ وغیرہم۔ اسی طرح بڑے بڑے امام ان کے شاگرد بھی ہیں۔ مثلاً حضرت امام احمد بن حنبلؒ،

حضرت اسحٰق بن راہویہؒ، امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ، عثمان بن ابی شیبہؒ، قاسم بن زکریاؒ، ابن دینار، محمود بن غیلانؒ، ابوسعید الاشجؒ، اسحٰق بن منصورؒ وغیرہ۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ) حضرت یحییٰ بن معینؒ نے ان کو ثقہ (اور قابلِ اعتماد راوی) قرار دیا ہے۔ دوریؒ فرماتے ہیں کہ ابن معین ابوداؤد حفریؒ کو حضرت قبیصہؒ، ابواحمدؒ اور محمد بن یوسفؒ جیسے محدثین سے بھی (جو سفیان ثوریؒ کے شاگرد ہیں) افضل اور مقدم کہتے تھے۔ حضرت وکیعؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں اگر کسی کے سہارے (شریعت وسنت سے) دفاع کیا جاسکتا ہے تو ایسی ہستی صرف ابوداؤد حفریؒ ہیں۔ ابن مدینیؒ کا ارشاد ہے کہ میرے علم میں نہیں کہ کوفہ میں ابوداؤد حفریؒ سے بڑھکر کوئی عبادت گذار ہو۔ امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد حفریؒ صدوق (یعنی نہایت سچے انسان اور نیک مرد) تھے۔ آجریؒ کہتے ہیں کہ ابوداؤد حفریؒ نہایت جلیل القدر اور عظیم المرتبت انسان تھے۔ امام احمدؒ اور ابن معینؒ کا قول ہے کہ ۲۰۳ھ میں انکی وفات ہوئی۔ محدثین کی ایک جماعت نے ان کی تاریخ وفات یہی بتائی ہے — ابن سعدؒ نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ جمادی الاولیٰ ۲۰۳ھ میں کوفہ میں ان کی وفات ہوئی۔ بعض لوگوں نے جو ان کی تاریخ وفات ۲۰۶ھ بتائی ہے وہ غلط ہے۔ ابن سعدؒ نے یہ بھی کہا کہ وہ نہایت عابد وزاہد، صاحبِ فضیلت اور بہت متواضع آدمی تھے۔ امام ابن حبانؒ نے فرمایا کہ وہ ثقات (اور معتبر لوگوں) میں سے تھے۔ نہایت عابد وزاہد تھے۔ موٹا جھوٹا لباس پہنتے تھے — عثمان بن ابی شیبہؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اُن کے پاس ایک بالاخانہ میں موجود تھے اور وہ کچھ لکھ رہے تھے، جب لکھ کر فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا کہ (حروف خشک کرنے کے لئے تحریر پر) مٹی لگا لیجئے۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ یہ بالاخانہ میرے پاس اپنا نہیں، کرایہ کا ہے، اسلئے اسکی مٹی سے تحریر خشک کرنا احتیاط کے خلاف ہے۔ امام عجلیؒ فرماتے ہیں کہ وہ مرد صالح، عبادت گذار، حافظ الحدیث

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اور احادیث کو خوب ضبط کرنے والے معتبر راوی تھے۔ وہ فقیر (تنگدست) پاکدامن اور خود دار انسان تھے۔ (وہ بہت بڑے محدث تھے۔ تین ہزار یا اس کے قریب احادیث ان ہی ظاہر (اور منقول) ہوئیں۔

امام ابونعیم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اور ان کے رعب و ہیبت کی وجہ سے پوری بات ان کے سامنے نہ کہہ پاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کوفہ میں حسین جعفی کے بعد ان سے افضل کوئی نہ تھا۔ ابن وضاح کہتے ہیں کہ امام ابو داؤد حفریؒ ثقہ اور اہل کوفہ میں سب سے بڑے زاہد تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن مسعودؒ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ابو داؤد حفریؒ مجھ کو حسین جعفی محدث سے بھی زائد محبوب ہیں۔ اور یوں تو دونوں حضرات ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۱۵۲ و ۱۵۳ ص ۳)

آپ اس پوری تفصیل کو ملاحظہ فرما کر دیکھیے کہ کسی امام حدیث نے ابو داؤد حفریؒ کو شیعہ کہا ہے؟ یہ صرف محرم والے حضرت ہی کی بے باکی ہے کہ وہ جس کو چاہیں شیعہ، بدمذہب اور گمراہ قرار دیدیں۔ یا جس پر چاہیں کافر و مرتد ہونیکا فتویٰ ٹھونک دیں۔ ع جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے۔ ؎

گر ہمیں مفتی و ہمیں مُلّا ؞ کارِ مذہب تمام خواہد شد

(۲) ابنِ فضیل

یہ محمد بن فضیل بن غزوان بن جریر الضبّی الکوفی ہیں۔ ان کے متعلق محرم والے مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

• ایک راوی ابن فضیل ہے۔ یہ بڑا کٹر اور جلا بھنا شیعہ ہے۔ (محرم ص ۸۲)

مفتی صاحب نے شیعیت کا ایسا چشمہ آنکھوں پر چڑھایا ہے کہ ان کو ساری دنیا میں سب شیعہ ہی نظر آتے ہیں۔ انہوں نے امت میں سے کسی ایک فرد کو بھی شیعیت سے بری نہیں رکھا۔ جیسا کہ سابقہ اوراق میں واضح ہو چکا ہے۔ جب کوئی آدمی پانی میں غرق ہو جائے تو اس کو پانی کے علاوہ

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ درحقیقت ہمارے مفتی جی بھی شیعیت میں پورے پورے غرق ہو چکے ہیں۔ اور ان کی تبرائی کتاب "محرم" اس کی واضح دلیل ہے۔

بہرحال محمد بن فضیل راوی بھی ان کو شیعہ ہی نظر آرہے ہیں۔ بلکہ کٹر اور جلا بھنا ہونے کی صفات کے ساتھ۔ حالانکہ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام دارقطنیؒ، امام بیہقیؒ امام ابن ابی شیبہؒ، امام حاکمؒ اور دوسرے محدثین کی ایک بڑی جماعت نے انکی روایت سے بے شمار احادیث لی ہیں۔ اور سب نے ان کو ثقہ اور صحیح العقیدہ مانا ہے۔ حضرت امام طحاویؒ نے ان کی سند سے اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں چودہ حدیثیں ذکر کی ہیں۔ اور سب ائمہ حدیث نے ان کی ثقاہت، صداقت، عدالت اور امانت پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ حرب نے امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ابن فضیل پر شیعیت کا الزام آیا ہے لیکن وہ حسن الحدیث ہیں۔ امام ابن معینؒ نے فرمایا کہ وہ ثقہ تھے۔ امام ابو زرعہؒ نے فرمایا کہ وہ صدوق (بہت سچے آدمی) اور اہل علم میں سے تھے۔ مشہور نقاد امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ وہ شیخ (بہت بڑے عالم) تھے۔ امام نسائیؒ نے فرمایا کہ ان میں کوئی عیب نہ تھا۔ امام احمدؒ و ابن حبانؒ نے ان کو ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے۔ البتہ اسکا اعتراف کیا ہے کہ وہ اہل بیت سے بہت محبت کرتے تھے (جسکی وجہ سے ان پر شیعیت کا الزام آیا) امام ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ (قابل اعتماد) صدوق (نہایت سچے) کثیر الحدیث اور متشیع (محب اہل بیت) تھے۔ امام عجلیؒ نے فرمایا کہ وہ کوفہ کے رہنے والے ثقہ شیعی (محب اہل بیت) تھے۔ ابن شاہینؒ نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ علی بن المدینی نے فرمایا کہ وہ ثقہ اور ثبت فی الحدیث تھے۔ امام دارقطنیؒ نے بھی ان کو ثبت فی الحدیث قرار دیا ہے۔ اور یہ الزام لگایا ہے کہ وہ حضرت عثمان غنیؓ سے منحرف تھے (لیکن شیعیت کا اور حضرت عثمانؓ سے منحرف ہونے کا ان پر بے بنیاد الزام ہے۔ چنانچہ) امام رفاعیؒ

فرماتے ہیں کہ میں نے خود اُن کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے رحم اللہ عثمان ولا یرحم من لا یترحم اللہ تعالیٰ حضرت عثمان پر رحم فرمائے اور جو حضرت عثمانؓ کے لئے دعائے رحمت نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہ کرے) (معلوم ہوا کہ وہ حضرت عثمانؓ سے منحرف نہ تھے۔) امام رفاعیؒ نے یہ بھی کہا کہ میں نے خود ان سے یہ سُنا ہے کہ وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ میں شیعہ نہیں ہوں (لوگ مجھ پر بُہتان لگاتے ہیں) میں سُنی ہوں۔ امام رفاعیؒ کا بیان ہے کہ میں نے خود ان کے موزے پر مسح کے نشانات دیکھے ہیں (اور شیعہ لوگ موزوں پر مسح کو جائز قرار نہیں دیتے۔ موزوں پر مسح کرنا سُنی ہونے کی واضح علامت ہے) معلوم ہوا کہ ان پر شیعیت کا الزام بھی بے بنیاد تھا۔ علاّمہ ابن الجوزیؒ کہتے ہیں کہ تحقیقی بات یہی ہے کہ ابن فضیل ثقہ اور قابلِ اعتماد راوی و محدث تھے۔ (جب بعض محدثین نے ان کے بارے میں کلام کیا تھا اس وقت ابن الجوزیؒ نے یہ بات کہی تھی) امام حاکمؒ نے بھی ان کی سند والی روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ اور محدث ابن السکن نے بھی صحیح کہا ہے۔

امام ابو داؤد و امام ابن سعدؒ نے فرمایا کہ ان کی وفات ۱۹۴ھ میں ہوئی۔

امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ان کی وفات ۱۹۵ھ میں ہوئی۔

تنبیہ: تہذیب میں امام بخاریؒ سے نقل کرکے ان کی تاریخ وفات ۲۹۵ھ لکھی گئی ہے۔ لیکن وہ قطعاً غلط ہے۔ یہ غلطی خواہ صاحب تہذیب سے ہوئی ہو یا کاتب سے، صحیح وہی ہے جو اُوپر ۱۹۵ھ لکھا گیا ہے۔

یاد رکھیے کہ امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحٰق بن راہویہؒ اور امام سفیان بن سعید ثوریؒ جیسے جلیل القدر ائمہ ہزاروں کی تعداد میں اُن کے شاگرد ہیں۔ جنہیں سے سیکڑوں مشہور ہستیوں کے نام رجال کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

(امانی الاحبار ص ۲۶۱ ج ۲ و ص ۲۷۹ ج ۲ و تراجم الاحبار ص ۵۱، ۵۲ ج ۳)

اب دیکھیے یزیدی مفتی کے بُہتان کو۔ بیشک یزیدی نسبت میں ان کو کمال

حاصل ہے۔ افسوس ہے کہ یزید کی طرح اس مفتی کو بھی خوفِ خدا بالکل نہیں ہے۔

(۴) المنہال بن عمرو الکوفی

ان پر بھی محرم والے مفتی جی نے خود سخت بہتان تراشا ہے۔ اور اسکو محدثین کے ذمہ کر دیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

"ایک راوی المنہال بن عمرو الکوفی ہے۔ اس کو بھی محدثین نے بدمذہب اور شیعہ بتایا ہے۔" (محرم ص ۸۳)

حالانکہ یہ امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ کے راویوں میں سے ہیں۔ اتفاق سے مسلم شریف میں ان کی کوئی روایت مذکور نہیں اور جب حدیث کے اتنے بڑے بڑے اماموں نے ان کو معتبر سمجھا، اور انکی روایات پر اعتماد کر کے اپنی ان کتابوں میں ان کی احادیث کو لکھا ہے، جنکا اکابر علمائے امت نے اعتبار کیا ہے تو اس دور کے کسی ٹٹپونجیا مُلّا کے ان کو مورد الزام بنا دینے سے ان کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہاں بہتان تراشی کرنے والے کا نامۂ اعمال ضرور سیاہ ہو جائیگا۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ امام شعبہؒ نے منہال بن عمرو کوفی کی روایت کو ترک کر دیا تھا۔ امام ابو حاتمؒ نے فرمایا کہ ترکِ روایت کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان کے گھر کی طرف سے کسی کے گانے کی آواز آ گئی تھی (اور ظاہر ہے کہ صرف اتنی بات ترکِ حدیث کی کوئی معقول وجہ نہیں بن سکتی)۔ امام ابن معینؒ، امام نسائیؒ اور امام عجلیؒ فرماتے ہیں کہ المنہال بن عمرو ثقہ (اور معتبر راوی) ہیں۔ امام دار قطنیؒ نے ان کو صدوق (انتہائی سچے آدمی) کہا ہے۔ امام جوزجانی نے جرح کے باوجود کہا ہے کہ ان کی حدیث رائج (چالو) ہے (قابلِ ترک نہیں ہے۔ (امانی الاحبار ص ۳۷ ج ۱)

حضرت سلیمان بن مہرانؒ جن کو امام اعمشؒ کہتے ہیں۔ اور جو جلیل القدر تابعی، عظیم محدث، عمدہ قاری اور صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

نسائی۔ ابن ماجہ) کے متفق علیہ راوی ہیں۔ المنہال بن عمرو کوفی کے شاگرد رشید ہیں جن کو بعض محدثین نے حضرت امام زہریؒ پر بھی ترجیح دی ہے۔

(امانی الاحبار ج۱ ص۸)

دراصل مفتی صاحب نے کوفہ کو شیعوں کا مرکز تصور کرلیا ہے۔ لہٰذا جو محدث یا راوی حدیث کوفہ کا رہنے والا ہوگا وہ ان کے نزدیک شیعہ ہوگا۔ اسی لئے کوفیوں پر شیعیت کا الزام لگانے میں وہ اپنی حماقت سے ایسے بے دھڑک ہیں کہ وہ کسی کوفی محدث پر بہتان طرازی میں کسی سند یا حوالہ کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ نہ ہی وہ اس بارے میں محدثین کی توثیق سے مطمئن ہیں۔ اندیشہ یہ ہے کہ وہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کو بھی شیعہ نہ کہدیں۔ اس سے بڑھکر حضرت علیؓ اور ان صحابہ پر بھی شیعیت کا الزام نہ لگادیں جنہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اہل کوفہ عموماً حضرت علیؓ کے طرفدار اور اہل بیت سے محبت کرنے میں ممتاز تھے۔ یہ اور بات ہے کہ اہل کوفہ نے بزدلی کا ثبوت دیا۔ اور جابر وظالم حکومت وقت سے مرعوب ہوکر انہوں نے حضرت حسینؓ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ لیکن اسکا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ علمائے حدیث اور نیک نہاد لوگوں پر بھی شیعیت کا الزام عائد کردیا جائے۔

حدیث کی کتابوں کے درجے

اب ہم وعدہ کے مطابق کتب حدیث کے متعلق ایک معلوماتی مضمون سپرد قلم کرتے ہیں جس سے ناظرین کو اندازہ ہوگا کہ مفتی صاحب نے جو ترمذی شریف اور بخاری شریف جیسی کتب حدیث کو غیر معتبر قرار دے دیا ہے وہ کتنا بڑا جرم اور گستاخانہ اقدام ہے۔ محدثین نے حدیث کی کتابوں کے صحت کے اعتبار سے پانچ درجے قائم کیے ہیں۔ چنانچہ مسند الہند حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

صاحب محدث دہلویؒ نے ان کو بہت اختصار کے ساتھ ایک چھوٹے سے رسالہ (ما یجب حفظہ للناظر) میں بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) پہلی قسم حدیث کی ان اعلیٰ درجہ کی کتابوں کی ہے کہ جن کے مصنفین نے اپنی ان کتب میں صحت کا التزام کیا ہے ضعیف اور موضوع حدیثوں کا ان میں نام ونشان بھی نہیں ہے۔ مثلاً مؤطا امام مالک، صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، صحیح ابن حبان، صحیح حاکم، ضیاء مقدسی کی المختارہ صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن عوانہ، صحیح ابن السکن، ابن جارود کی المنتقیٰ۔

(۲) دوسری قسم حدیث کی ان کتابوں کی ہے جنکی تمام حدیثیں قابل قبول (ولائق عمل) ہیں مثلاً سنن ابی داؤد، جامع الترمذی، مسند احمد، ان کتابوں میں جو ضعیف حدیث پائی جاتی ہے وہ تقریباً حسن کا درجہ رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کے متابعات و مؤیدات موجود ہیں۔ جیسا کہ ہمارے شیخ اجل شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور اکثر محدثین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نسائی شریف بھی اسی زمرہ میں داخل ہے۔

(۳) تیسرے نمبر پر حدیث کی وہ کتابیں ہیں جن میں ہر قسم کی احادیث (صحیح، حسن اور منکر) پائی جاتی ہیں، جیسے ابن ماجہ، مسند طیالسی، زیادات احمد بن حنبل، مسند عبدالرزاق، مسند سعید بن منصور، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، مسند ابو یعلی الموصلیؒ، مسند بزار، مسند ابن جریر، تہذیب الآثار، ابن جریر کی تفسیر القرآن، اور ان کی تاریخ، تفسیر ابن مردویہ، تمام کتب سیرت و تفاسیر، طبرانی کی معاجم ثلاثہ (کبیر، اوسط، صغیر) سنن دارقطنی اور ان کی غرائب، حلیہ (امام ابو نعیم کی) سنن بیہقی، اور امام بیہقی کی شعب الایمان۔

(۴) چوتھے درجہ میں وہ کتابیں ہیں کہ انکی سب احادیث ضعیف ہیں۔ جیسے حکیم ترمذی کی نوادر الاصول، تاریخ الخلفاء، تاریخ ابن النجار، مسند الفردوس، (دیلمی کی) عقیلی کی کتاب الضعفاء، ابن عدی کی الکامل، تاریخ خطیب بغدادی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

تاریخ ابن عساکر۔ (۵) پانچویں قسم ان کتب کی ہے جن میں موضوع احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ جیسے موضوعات ابن الجوزی۔ تنزیہ الشریعۃ، موضوعات شیخ محمد طاہر نہروانیؒ وغیرہ۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنے ایک دوسرے رسالہ "عجالہ نافعہ" میں اس اجمال کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ اور کتب احادیث کو اس میں چار طبقات پر ترتیب دیکر صحت و تلقی بالقبول کے اعلیٰ مرتبہ میں بخاری و مسلم اور مؤطا کو رکھا ہے۔ اور صحت و شہرت اور تلقی بالقبول میں جو ان مذکورہ کتب کے قریب تر ہیں ان میں ترمذی وغیرہ کو شمار کیا ہے۔

(مقدمہ لامع الدراری ص ۳۸ و ۳۹)

اوپر کی اس مختصر تحریر سے ناظرین کرام کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ بخاری شریف و مسلم شریف اور ترمذی شریف میں کوئی حدیث موضوع (گھڑی ہوئی) یا ناقابلِ قبول و نالائقِ عمل نہیں۔ اسی طرح ایسی بھی کوئی حدیث ان کتابوں میں نہیں جو محض ضعیف ہو اور وہ حسن کے درجہ پر نہ پہنچ گئی ہو۔ خصوصاً بخاری و مسلم کی تو تمام احادیث صحیح ہیں ہی۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے جو تحریر فرمایا ہے جس کا خلاصہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ اس پر تمام معتبر محدثین کا اتفاق ہے۔ مگر محرم والے مفتی صاحب کی جرأت قابلِ داد ہے، کہ انہوں نے نہایت بے پروائی و گستاخانہ بے باکی کے ساتھ ترمذی شریف کی حدیث الحسنُ و الحُسین سَیِّدا شباب اھلِ الجنّۃ کو (جو صحیح سندوں اور متعدد طرق سے بھی منقول ہے) اور بخاری و مسلم کی حدیث ان فاطمۃ سیدۃ نساءِ اھلِ الجنّۃ کو (جس کی صحت میں کسی محدث کو کلام نہیں) صرف اپنی عقلِ نارسا کے بل پر یا عباسی جیسے جاہلوں کی تقلید میں یا حضرات سادات سے بغض و عناد کی بنیاد پر موضوع، شیعوں کی گھڑی ہوئی اور ناقابلِ اعتبار قرار دیدیا ہے۔ انہوں نے حدیث کی کتابوں پر خصوصاً بخاری و مسلم اور ترمذی

پر بھی ہاتھ صاف نہیں کیا بلکہ انہوں نے امہات المومنین کی فضیلت ثابت کرنے اور سیدہ فاطمہؓ وصدیق اکبرؓ کی فضیلت کا زبردستی انکار کرنے کے لئے آیات قرآنی کو بھی غلط معنی پہنا دیئے ہیں جیسا کہ آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس طرح ان کے قلم پرستم سے نہ قرآن محفوظ رہا، نہ حدیث نہ صحابہ کرامؓ نہ محدثین عظام اور نہ ہی ملت اسلامیہ کا کوئی فرد۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی فضیلت کا انکار

محرم والے مفتی صاحب کو حضرت امام حسنؓ وحضرت امام حسین علیٰ جدہما وعلیہما السلام کی فضیلت کی حدیثوں کا ہی انکار نہیں، اوران کا جنتی جوانوں کا سردار ہونا ہی ان کو ناگوار نہیں گذرا، بلکہ انہوں نے ان حضرات سادات کی والدہ محترمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت سیدہ فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی فضیلت والی حدیث صحیح کا بھی (جس کو بخاری ومسلم اور بے شمار محدثین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ اور سب ہی محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے) صاف صاف انکار کیا۔ اوراس کو شیعوں کی گھڑنت بتلا کر انکار حدیث کا ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے وہ لکھتے ہیں کہ:

اسی طرح اہل سنت میں یہ عقیدہ بہت رائج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت میں جنتی عورتوں کی سردار ہونگی۔ اور اس مضمون سے متعلق بھی ترمذی شریف میں یہ روایت ملتی ہے اِنَّ فاطِمَۃَ سَیِّدَۃُ نساء اهلِ الجنۃِ۔ یعنی حضرت فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہونگی۔ اس کو بھی ائمہ حضرات جمعہ وعیدین کے خطبوں میں پڑھتے رہتے ہیں۔ اس مضمون کی حدیث کو روایت کرنے والے وہی شیعہ حضرات ہیں جن کے نام اور اوصاف اوپر ذکر کیے جا چکے ہیں۔ اوران لوگوں نے حضرت فاطمہؓ کو ان کی سگی والدہ

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور سوتیلی والدہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر امہات المؤمنین اور جملہ صحابیات پر فضیلت اور برتری دکھانے کے لئے حدیث گھڑی ہے۔ (محرم ص۵۳ ۱۴۰۸ھ)

اس عبارت کو بغور پڑھئے۔ خصوصاً خط کشیدہ جملے بار بار ملاحظہ کیجئے۔ اور سوچئے کہ مفتی جی کو حضرات سادات و اہل بیت سے کس قدر بغض و عناد ہے کہ انہوں نے اندھا دھند ان صحیح احادیث کا انکار کر دیا اور انکو شیعوں کی گھڑنت بتلا دیا ہے جن میں اہل بیت کی فضیلت ہو یا وہ ان کو امت میں ممتاز و نمایاں کرنے والی ہوں۔

مذکورہ جملوں کے اجمالی جوابات یہ ہیں کہ:

(۱) بیشک اہل سنت کا حضرات صحابہ کرام سے لیکر آجتک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے موافق عقیدہ یہی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی۔ اور اہل حق کا یہی عقیدہ رہیگا۔ خواہ دشمنان سادات، اعدائے اہل بیت اور منکرین حدیث جہنم میں جل کر خاک ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

(۲) حدیث انّ فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ صرف ترمذی شریف ہی میں ہوتی تب بھی قابل قبول و لائق عمل تھی۔ مگر یہ حدیث تو ان تمام کتب حدیث میں موجود ہے جن میں مناقب کا باب موجود ہے۔ خصوصاً بخاری شریف و مسلم شریف میں اس مضمون کی روایات موجود ہیں۔ (اور بخاری و مسلم و ترمذی کی حیثیت اور ان کی احادیث کی صحت کی کیفیت مذکور ہو چکی ہے) لیکن جاہل عباسی اور اس کے جاہل مقلدین کو نہ علم حدیث سے کوئی تعلق ہے نہ حدیث کی کتابیں دیکھنے اور سمجھنے کی ان کو توفیق ہوتی ہے۔ ان کی نارسا عقل کے خلاف جو چیز ہوتی ہے وہ بخاری و مسلم میں ہو یا قرآن پاک میں وہ انکے نزدیک نا قابل قبول ہوتی ہے۔

(۳) جیسے مفتی صاحب کا یہ لکھ دینا کہ یہ روایت ترمذی ہی میں ملتی ہے، سراسر

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

غلط ہے۔ اسی طرح یہ لکھنا بھی کہ "اس مضمون کی حدیث کو روایت کرنے والے وہی شیعہ حضرات ہیں جن کے نام اور اوصاف اُوپر ذکر کیے جا چکے ہیں۔ حضرات محدثین پر بہتان اور شیعیت کا بے بنیاد الزام ہے۔ اور ایسا کھلا ہوا جھوٹ ہے جس کی کوئی تاویل بھی ممکن نہیں۔ یہ حدیث اگر ان راویوں ہی نے روایت کی ہوتی جن چار راویوں پر مفتی صاحب نے بہتان باندھا ہے تب بھی قابلِ رد نہ تھی۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں کہ ان رُواۃ ہی نے اس حدیث کو نقل کیا ہو۔ بلکہ یہ حدیث بھی سیدا شباب الخ والی حدیث کی طرح مختلف سندوں اور متعدد طرق سے منقول ہے جن کے راوی ثقہ ہیں۔ اور جبکہ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے اس حدیث کو اپنی صحیحین میں لیا ہے۔ تو ہمیں اس سلسلہ میں زیادہ کچھ لکھنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔ کیونکہ بخاری شریف و مسلم شریف کی تمام حدیثیں صحیح اور ان کے سب رُواۃ ثقہ ہیں۔ اس پر تمام محدثین کا اتفاق ہو چکا ہے۔ اس کے بعد کسی ٹٹپونجیا مُلّا کا انکار کر دینا، اپنے پیر میں کلہاڑی مارنا، اور منکرین حدیث کی خبیث و بدنصیب جماعت میں شامل ہو کر قہرِ خداوندی کا مستحق ہونا ہے۔

(۴) اور اگر مفتی جی نے یہ خیالِ فاسد اپنا عقیدہ بنالیا ہے کہ جو بھی حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے فضائل و مناقب کی احادیث نقل کرے وہ راوی و محدث شیعہ ہے۔ (جیسا کہ ایک زمانہ میں یزیدیوں کا یہ خیال رہ چکا ہے) تو وہ یاد رکھیں کہ تمام اہلِ حق، صحابہؓ، تابعینؒ، محدثین اور پوری امتِ مسلمہ اس باطل فتوےٰ کی رو سے شیعہ ہو گئے۔ ہاں یزیدی گروہ عباسی اور اس کے اندھے مقلدین اور یزید پلید کے عشاق ہی شیعیت کے دائرہ سے خارج رہیں گے۔ اور ان خوارج و نواصب کے علاوہ سب لوگ شیعہ قرار پا جائیں گے۔

مفتی صاحب کے تین جھوٹے دعوے

مفتی صاحب نے مذکورہ عبارت میں تین دعوے کیے ہیں۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

(۱) روایت انّ فاطمۃ سیّدۃ نساء اھل الجنۃ ترمذی میں ملتی ہے، اور کسی کتاب میں نہیں ملتی۔ (۲) اس روایت کے راوی دیا شیعہ ہیں جن کے نام اور اوصاف اُوپر ذکر کیے جا چکے ہیں۔ یعنی یزید بن ابی زیاد، ابُو داؤد الحفری، ابن فضیل۔ المنہال کوفی۔ (۳) ان لوگوں نے حضرت فاطمہؓ کو امہات المومنین پر فضیلت دینے کے لئے یہ حدیث گھڑی ہے یعنی یہ حدیث موضوع ہے۔ اسکی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ تینوں دعوے خلافِ واقعہ اور جھوٹے ہیں۔ یا انہوں نے یہ باتیں کسی جاہل کی تقلید میں لکھدی ہیں، اور حدیث کی کتابیں خود دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔

تینوں دعوؤں کا جواب

امام بخاریؒ نے ص ۵۳۲ ج ۱ پر عنوان "مناقب فاطمہؓ" میں تعلیقاً یہ حدیث اس طرح ذکر کی ہے وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ سیّدۃ نساء اھل الجنۃ۔ اور ص ۵۱۲ ج ۱ پر اس کو مسنداً ایک طویل حدیث کے ذیل میں اس طرح بیان فرمایا ہے "اما ترضین ان تکونی سیّدۃ نساء اھل الجنۃ او نساء المؤمنین" اور اس کی سند کے رجال ابو نعیم، زکریا، فراس، عامر شعبی، مسروق عن عائشہؓ ہیں۔ اور ان چاروں میں سے ایک بھی اس کی سند میں نہیں، جن پر مفتی صاحب نے شیعیت کا جھوٹا الزام لگایا ہے۔ مسلم شریف میں اسی طویل حدیث میں ص ۲۹۰ ج ۲ پر یہ الفاظ ہیں۔ اما ترضی ان تکونی سیّدۃ نساء المؤمنین او سیّدۃ نساء ھذہ الامۃ۔ اس کی سند کے راوی ابو کامل جحدری، فضیل بن حسین، ابو عوانہ، فراس، مسروق ہیں۔

یہی الفاظ ص ۲۹۱ ج ۲ پر ہیں۔ جس کی سندوں میں رواۃ ابو بکر بن ابی شیبہ، عبد اللہ بن نمیر، زکریا، فراس، عامر، مسروق عن عائشہؓ ہیں۔

مسلم شریف کی مذکورہ روایات کے راویوں میں بھی ان میں سے کوئی نہیں۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

جن پر مفتی جی نے شیعیت کا الزام لگایا ہے۔ اور بخاری و مسلم کی تمام روایات کے صحیح ہونے پر محدثین کا اتفاق ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ نیز حضرت حذیفہؓ سے اس روایت کو معتبر سندوں سے ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ امام حاکمؒ نے صحیح سند کے ساتھ اپنی مستدرک میں اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ الا مریم بنت عمران۔ نیز امام حاکمؒ نے مستدرک ہی میں سند صحیح کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث بھی ذکر کی ہے۔

سیدۃ نساء اھل الجنۃ اربع مریم و فاطمۃ و خدیجۃ و آسیۃ یعنی جنتیوں کی عورتوں کی سردار چار عورتیں ہیں۔ حضرت مریمؑ، حضرت فاطمہؓ، حضرت خدیجہؓ، حضرت آسیہؑ۔ (مرقات ص۶۱۵ ج۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنے مقدمہ میں مستدرک حاکم کو صحیح ہونے میں بخاری و مسلم کے برابر مقام دیا ہے۔ یعنی یہ بھی ان اعلیٰ درجہ کی کتابوں میں سے ایک ہے جن کی سب حدیثیں بالکل صحیح ہیں۔

ترمذی شریف میں ص۲۱۹ ج۲ پر ایک طویل حدیث کے ذیل میں یہ الفاظ ہیں:

ویبشرنی بان فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ وان الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔ رُواۃ عبداللہ بن عبدالرحمٰن و اسحٰق بن منصور، محمد ابن یوسف، اسرائیل میسرۃ بن حبیب، المنہال بن عمرو ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان سب کو ثقہ بتایا ہے۔ مفتی صاحب نے جن چار راویوں پر شیعہ ہونیکا الزام لگایا ہے ان میں سے اس روایت کی سند میں صرف ایک راوی المنہال ہے۔ جس کے ثقہ ہونے کو ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ دوسرے طریق سے یہ روایت ام سلمہؓ سے منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ثم اخبرنی انی سیدۃ نساء اھل الجنۃ الا مریم بنت عمران۔ اور رُواۃ محمد بن بشار، محمد بن خالد بن عثمہ موسیٰ بن یعقوب الزمعی ہاشم بن ہاشم، عبداللہ بن وہب ہیں۔ الحاصل ان چاروں میں سے ایک راوی بھی نہیں جن پر مفتی صاحب نے شیعیت کا الزام لگایا ہے۔

اس تحریر سے معلوم ہوا کہ سیدۃ نساء الخ والی حدیث صرف ترمذی میں ہی مذکور نہیں اور کتابوں میں بھی ہے۔ یہ حدیث موضوع اور گھڑی ہوئی بھی نہیں ہے۔ بلکہ قطعاً صحیح ہے۔ اور اس کے راوی وہ لوگ ہی نہیں ہیں جن کو مفتی صاحب نے متہم قرار دیا ہے۔ صرف ترمذی کی ایک سند میں المنہال کوفی ہے۔ یہ حدیث دوسری دیگر بہت سی کتابوں میں بھی موجود ہے ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔

مفتی صاحب کا خیالِ فاسد

محرم والے مفتی صاحب کا خیال ہے کہ بیٹی ماں سے افضل نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ بیٹی کو ماں پر ترجیح دینا ترجیح بلا مرجح اور خالص شیعہ تصور ہے۔ اگر مفتی صاحب کے نزدیک ایسی حدیث صحیح جس کے صحیح ہونے میں ادنیٰ شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ مفتی صاحب نے اس کو صرف اپنی ہٹ دھرمی اور نادانی سے گھڑی ہوئی حدیث قرار دیا ہے۔ اور ہم اس کا صحیح ہونا ثابت کر چکے ہیں اگر ایسی قوی و صحیح حدیث بھی مرجح نہیں بن سکتی، تو آخر انکو اور کیسا مرجح درکار ہے۔ پھر بیٹی کا ماں سے افضل ماننا اگر خالص شیعہ تصور ہے تو اس جاہلانہ قاعدہ سے تو کوئی بھی اپنے والدین سے افضل نہیں ہو سکتا۔ مفتی جی سے پوچھا جائے کہ جب بیٹی ماں سے افضل نہیں ہو سکتی تو کیا حضرت عائشہؓ و حضرت خدیجہؓ اور دیگر امہات المومنین بھی اپنی ماؤں سے افضل نہیں تھیں؟ اگر آپ ان کو انکی اپنی ماؤں سے افضل مانتے ہیں تو کیونکر یہ نظریہ بھی شیعہ تصور ہے اسلئے آپ خود اپنے فتوی سے شیعہ ہو گئے۔ پھر اس قاعدہ سے تو کوئی عورت بھی اپنی ماں سے افضل نہ ہو گی۔ بلکہ وہی عورت سب سے افضل ہو گی جو سب کی ماں ہے اور اس کی کوئی ماں نہیں یعنی حضرت حوا۔
اسی طرح اس قاعدہ کو مردوں میں پھیلا دیجئے تو کوئی اپنے باپ سے افضل نہ ہو گا اور سب سے افضل وہی ہوں گے جن کا کوئی ماں باپ نہیں یعنی حضرت آدم علیہ السلام اس طرح حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی آیت

واحادیث سب سوخت ہو جائیں گی۔ اور مفتی محرمی کے فتوی سے عقیدۂ ختم نبوت بھی مسمار ہو جائیگا۔ (نعوذ باللہ)

ناظرین کرام! مفتی صاحب کے اس قاعدہ میں خوب غور فرمالیں کہ یہ کیسا ایمان سوز قاعدہ ہے؟ اور کس قدر خطرناک فتویٰ ہے؟

عورتوں میں کون افضل ہے؟

یہاں پر ایک مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ آیا حضرت فاطمہؓ تمام عورتوں سے افضل ہیں یا دوسری کوئی عورت ان سے بھی افضل ہے؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ حدیثوں میں چار عورتوں کو سب سے افضل بتایا گیا ہے (حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت فاطمۃ الزہراءؓ، حضرت مریم بنت عمران۔ اور بعض احادیث میں اس فہرست میں حضرت آسیہؓ (فرعون کی بیوی) کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ساری دنیا کی عورتوں میں یہ پانچ عورتیں سب عورتوں سے افضل ہیں۔ لیکن ان پانچ میں سے کون سب سے افضل ہے؟ اس سلسلہ میں علماء کی تحقیقات مختلف ہیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ تمام عالم کی عورتوں سے حتیٰ کہ امہات المؤمنین سے بھی افضل ہیں۔ اور وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبہا فقد اغضبنی۔ (بخاری ص۲۳ ج۲) فاطمہؓ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے تو جو اس کو خفا کر دیگا وہ مجھے خفا کر دیگا۔ ظاہر بات ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے ٹکڑے سے افضل کون ہو سکتا ہے؟ اور امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ عورتوں میں سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا کہ ہمارے نزدیک جو بات مختار ہے وہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ سب سے افضل ہیں۔ گو اس بارے میں تین مذہب ہیں لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ سب عورتوں سے افضل ہیں۔ اور بعض لوگوں نے اس بارے میں توقف فرمایا ہے۔ (لمعات)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۶۱۵ ج ۵ میں ہے کہ امام سیوطیؒ نے نقایہ میں فرمایا کہ ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ تمام عورتوں میں سب سے افضل حضرت مریمؓ و حضرت فاطمہؓ ہیں۔ اور امہات المؤمنین میں سب سے افضل حضرت خدیجہؓ و حضرت عائشہؓ ہیں۔ لیکن ان دونوں میں کون افضل ہیں؟ اس میں علماء کے تین قول ہیں۔ ان تینوں میں سے تیسرا توقف اور سکوت کا قول ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ توقف اور سکوت ان سب کے بارے میں بہتر ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ میں کوئی دلیل قطعی موجود نہیں ہے۔ اور ظنی دلائل ایسی متعارض ہیں کہ ان میں فیصلہ دشوار ہے۔ پھر ظنی دلائل پر عقائد کی بنیاد نہیں ہوتی۔ یقینیات پر ہوتی ہے۔ (اسلئے مریمؓ، فاطمہؓ، خدیجہؓ، اور عائشہؓ) یہ سب عورتوں سے افضل ہیں۔ اور ان میں سب سے افضل کون ہے اللہ بہتر جانے۔ اس پر کوئی قطعی دلیل موجود نہیں۔

(حاشیہ بخاری ص ۵۳۲ ج ۲ و مرقات ص ۶۱۵ ج ۵)

حاصل یہ ہے کہ افضل ترین اور اکمل ترین سارے عالم کی عورتوں میں تو یہی مذکورہ ہستیاں ہیں لیکن ان میں سے حضرت فاطمہؓ یا حضرت عائشہؓ وغیرہا کون افضل ہیں۔ علماء نے دلائل کی روشنی میں حضرت فاطمہؓ یا حضرت عائشہؓ کو ان سب پر فضیلت دی ہے۔ لیکن اکثر علماء نے یہ فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں سکوت بہتر ہے۔ بس یہ چاروں یا پانچوں عورتیں تمام عالم کی عورتوں میں افضل ہیں۔ اس مسئلہ میں کوئی ایسی قطعی دلیل موجود نہیں کہ ان میں سے سب سے افضل کون ہیں؟

لیکن افسوس ہے کہ مفتی صاحب تمام امہات المؤمنینؓ کو اپنی رائے سے تمام صحابہؓ و صحابیاتؓ پر فضیلت دیتے ہیں جس کا تمام علماء امت میں سے آج تک کوئی بھی قائل نہیں ہوا۔ پھر قرآن کی ایسی آیات پیش کر کے جن کا اس مسئلہ فضیلت سے کوئی تعلق نہیں کہتے ہیں کہ یہ تمام امہات المؤمنین

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

کی افضلیت کا قطعی اور حتمی ثبوت ہے۔ ہم مفتی صاحب کے علم و عقل پر افسوس کے سوا اور کیا لکھیں۔

حضرت فاطمہؓ کی سرداری

اس سلسلہ میں ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ سیدا شباب الجنۃ میں حضرات حسنینؓ کی سرداری صرف اضافی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی امت کے وہ ان جنتی جوانوں کے جو حالتِ شباب میں دنیا سے رخصت ہوئے ہوں سردار ہوں گے۔ یا بعض مخصوص صاحب مروّت و اہل ہمت شہیدوں کے سردار ہوں گے۔ جیسے سید الشہداء حمزہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ شہداءِ اُحد یا مخصوص شہداء کے وہ سردار ہیں۔ نہ ان نبیوں کے جو شہید ہوئے اور نہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کے۔ یہ حضرات تو حضرت حمزہؓ سے افضل ہیں۔ اسی طرح حضرات شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے بارے میں سیدا کہول اہل الجنۃ (کہ ابوبکرؓ و عمرؓ ادھیڑ عمر والے جنتیوں کے سردار ہیں) یعنی نبیوں کے علاوہ ادھیڑ عمر والوں کے وہ سردار ہونگے اسی طرح حضرت فاطمہؓ بھی مؤمنین کی بیویوں کی سردار ہوں گی۔ نہ کہ نبیوں کی بیویوں کی۔ جیسا کہ مسلم میں سیدۃ نساء المؤمنین اور سیدۃ نساء ھٰذہ الامۃ کے الفاظ موجود ہیں۔ اور حاکم و ترمذی کی روایات میں مریم بنت عمران کا استثناء بھی موجود ہے۔ لہٰذا حضرت فاطمہؓ کی سیادت والی حدیث سے یہ سمجھنا کہ وہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی۔ نادانی و حماقت اور علم حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ والمتبادر الی الذھن من لفظ المؤمنین غیر النبی عرفا وایضا دخول المتکلم فی عموم کلامہ مختلف فیہ عند الاصولیین۔ (حاشیہ سندھی بخاری شریف ص ۵۱۲/۲۲۰)

علاوہ ازیں ایک قبیلہ یا کسی ایک بستی کے سردار کئی افراد بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح جنت میں کئی مرد اور کئی عورتیں اگر سردار ہوں اور ان کی مختلف حیثیتیں ہوں تو اس میں اشکال کی بات ہی کیا ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

مفتی صاحب سے سوال

مفتی صاحب کے نزدیک بیٹی کو ماں پر ترجیح دینا خالص شیعہ تصور ہے۔

تو وہ تمام ائمہ و محدثین جو حدیث فاطمۃ سیدۃ نساء اہل الجنۃ کو مانتے ہیں خصوصًا حضرت امام مالکؒ، امام سبکیؒ اور وہ علمائے محققین جو حضرت فاطمہؓ کو امہات المؤمنینؓ سے بھی افضل مانتے ہیں وہ سب شیعہ ہیں ؟
بلکہ ایسے بیشمار علمائے امت مفتی صاحب کے فتوٰی کے مطابق اسلام ہی سے خارج ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک سورۂ احزاب کی پیش کردہ آیات امہات المؤمنینؓ کی افضلیت پر قطعی اور حتمی ثبوت ہیں۔ ظاہر ہے کہ آیات قرآنی کا انکار یا قرآن مقدس کے خلاف عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ سوچئے کتنی خطرناک ہے یہ بات ؟

ساری امت کفر کی دلدل میں

مفتی صاحب کے نزدیک امہات المؤمنین تمام صحابہؓ و صحابیاتؓ سے افضل ہیں۔ انبیاء علیہم السّلام کے بعد انکا مرتبہ سب سے بڑھکر ہے۔ اور ان کا کہنا ہے کہ سورۂ احزاب کی آیات امہات المؤمنینؓ کی افضلیت پر قطعی اور حتمی ثبوت ہیں۔ اور صحابہؓ سے لیکر آج تک کسی بھی مسلمان کا مفتی صاحب کے سوا یہ عقیدہ نہیں، کہ امہات المؤمنینؓ انبیاء علیہم السّلام کے بعد تمام صحابہؓ و صحابیاتؓ سے افضل ہیں۔ تو مفتی صاحب کے فتوٰی کے مطابق امت کا ہر فرد سورۂ احزاب کی پیش کردہ آیات کا منکر ہوا۔ اور آیات قرآنی کا انکار کھلا ہوا کفر ہے۔
حاصل یہ ہے کہ مفتی جی کے اس فتویٰ سے ساری امت محمدیہ کی تکفیر لازم آتی ہے۔ مسلمانوں کے کسی بھی فرقہ کا ایک فرد بھی اس فتوٰی کی زد سے نہ بچ سکا۔ معلوم ہوا کہ صاحب محرم کی ذات گرامی بے نظیر ہے۔ ایسا ماہر تکفیر شاید کوئی پیدا ہی نہیں ہوا جس کے فتوے کا ایک اشارہ اور قلم کی ایک جنبش

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ہی سارے عالم کو کافر قرار دینے کے لئے کافی ہو جائے۔
ناظرین خود غور فرمائیں۔ افسوس ہے کہ ہم اس تحریر پر بادلِ ناخواستہ مجبور ہیں۔ آخر اس معرکۃ الآرار فتوٰی کی تاویل کریں تو کیا کریں ؟

صدیق اکبرؓ انبیاء کے بعد سب سے افضل ہیں

اہل السنۃ والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کے بعد تمام صحابہؓ وتمام صحابیاتؓ اور ساری امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام) سے افضل وبہتر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور امتِ محمدیہ تمام امتوں سے افضل ہے۔ لہٰذا صدیق اکبرؓ انبیاء علیہم السّلام کے بعد تمام امتوں کے سب مسلمانوں سے افضل ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنا خلیفہ وجانشین بنایا۔ اور تمام مہاجرین وانصار نے ان کے دستِ حق پرست پر بالاتفاق بیعت کی۔ (ماخوذ از کفایت المفتی ص۱۲۸ ج۱)

حضرت ابو منصور بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب اس بات پر متفق ہیں کہ خلفائے اربعہ (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ وعلیؓ) اسی ترتیبِ مذکور کے ساتھ تمام صحابہؓ وصحابیاتؓ سے افضل ہیں۔ ان چاروں حضرات کے بعد باقی عشرہ مبشرہ (حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سعیدؓ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ) ہیں۔ ان کے بعد اہل بدر پھر اصحابِ احد پھر بیعتِ رضوان (حدیبیہ) والے صحابہؓ اور وہ انصاری صحابہ جو دونوں دفعہ کی بیعتِ عقبہ میں شریک رہے۔ اور سابقون اوّلون یعنی وہ صحابہ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نمازیں ادا کیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ سابقون اوّلون کا مصداق بیعتِ رضوان والے صحابہؓ ہیں۔ اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ (دونوں میں سے) کون افضل ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ وحضرت فاطمہؓ

(ان دونوں میں) کون افضل ہیں الخ (مرقات ص۱۷/۵ ج۵)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ کسی کے اہل السنۃ والجماعت میں ہونیکی دلیل اور نشانی کیا ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا سُنی ہونے کی علامت یہ ہے کہ شیخین (حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ) کو تمام صحابہؓ سے افضل سمجھے اور دونوں دامادوں (حضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ) سے محبت رکھے اور موزوں پر مسح کا قائل ہو۔ (حاشیہ ہدایہ ص۱۴۱/۱ بحوالہ نہایہ)

شرح عقائد میں ہے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے بعد سارے انسانوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، پھر حضرت عمر فاروق اعظمؓ، ان کے بعد حضرت عثمان غنیؓ ان کے بعد حضرت علیؓ ہیں۔

شرح عقائد کی شرح نبراس میں ہے کہ اہل سنت کا مذہب اس حدیث کے موافق ہے جس کو امام حاکمؒ، امام ابن عدیؒ اور خطیبؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوبکرؓ وعمرؓ اولین وآخرین میں سب سے افضل ہیں۔ آسمان والوں میں بھی وہ سب سے بہتر ہیں۔ اور زمین والوں میں بھی وہ سب سے برتر و بہتر ہیں۔ ہاں انبیاء ومرسلین ان دونوں سے افضل وبہتر ہیں۔ حضرات صحابہ وتابعین اور سلف صالحین سب ہی کا یہ عقیدہ رہا ہے جو اس حدیث سے ثابت ہوا، یعنی حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں (اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے بھی افضل ہیں۔ (نبراس ص از ۴۸۴ تا ۴۸۷)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب عقیدہ میں فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اور انبیاء علیہم السلام کے) بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ اور یہ فضیلت کلی ہے جزوی فضیلت نسب، شجاعت، قوۃ وغیرہ کے اعتبار سے کسی دوسرے کو بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ (چنانچہ نسب کے اعتبار سے حضرت فاطمہؓ و بنات طاہرات سے کوئی بھی

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

افضل نہیں۔ (حاشیہ نبراس ۴۸۸) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ایک ضخیم کتاب "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" تصنیف فرما کر ہزاروں دلائل سے یہ بات ثابت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ امت محمدیہ میں سب سے افضل ہیں۔ اور ان دونوں میں صدیق اکبرؓ کو افضلیت حاصل ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے بعد انہیں کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے۔

افضل ہونیکا مطلب محققین نے بیان کیا ہے کہ اس افضلیت سے مراد اعمال خیر پر کثرت ثواب ہے نسبی شرافت مراد نہیں۔ ورنہ اس سے یہ لازم آجائیگا کہ نبی کی اولاد اس نبی سے افضل ہوجائے جس نبی کا باپ نبی نہ ہو۔ (اور یہ بالکل غلط ہے) اس افضلیت سے طاعات و عبادات کی کثرت بھی مراد نہیں۔ اسلئے کہ ثواب ظاہری طاعات کی مقدار نہیں ہوتا۔ چنانچہ غیر صحابی کا احد پہاڑ کی برابر (سونا) صدقہ کردینا کسی صحابی کے ایک مد یا آدھا مد گیہوں یا جَو کا صدقہ کردینے کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔ درحقیقت خیر کی اصل و بنیاد عمل میں اخلاص اور محبت حق و دوام حضور مع الحق ہے۔ اور یہ امور غیبیہ میں سے ہیں۔ اسی لئے ابو بکر بن عبداللہ مزنیؒ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز، روزہ وغیرہ (عبادات) کی وجہ سے تم سب سے افضل نہیں۔ بلکہ وہ ایسی چیز کی وجہ سے سب سے افضل ہیں جو ان کے قلب میں تھی (اور کیونکہ کثرت ثواب کا استحقاق امور غیبیہ میں سے ہے تو یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ شارع علیہ السلام کے خبر دینے ہی سے کثرت ثواب کا علم ہوسکتا ہے۔ عقل اور ظاہری مناقب کو اس میں دخل نہیں۔ (نبراس حوالہ بالا)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک چاندنی رات میں (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور) آپؐ کا سر مبارک میری گود میں رکھا ہوا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کسی کی نیکیاں اتنی تعداد میں بھی ہوسکتی ہیں جتنے

پر آسمان کے ستارے ہیں۔ فرمایا، ہاں عمرؓ کی نیکیاں اتنی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ پھر ابو بکرؓ کی نیکیاں کہاں تک پہونچیں گی۔ فرمایا کہ عمرؓ کی تمام نیکیاں ابو بکرؓ کی (بیشمار نیکیوں میں سے) ایک نیکی کی برابر ہیں۔ (مشکوٰۃ ص۵۶۰)

حضرت عمرؓ کے پاس ایک دن حضرت صدیق اکبرؓ کا ذکر ہوا تو آپ رونے لگے اور فرمایا کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرے سارے اعمال حضرت ابو بکرؓ کے ایک دن یا ایک رات کے عمل ہی کے برابر ہو جائیں۔ رات سے میری مراد ہجرت والی رات ہے۔ کہ وہ غارِ ثور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے (اور نمایاں خدمات انجام دیں) اور دن سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ہے، کہ انہوں نے اسلام کی جڑوں کو جمایا اور تمام فتنوں کو دبایا۔ (مختصراً مشکوٰۃ ص۵۵۶)

ان روایات سے حضرت عمرؓ کے مقابلہ میں صدیق اکبرؓ کی افضلیت پر روشنی پڑتی ہے۔

چند احادیث کا مفہوم

صدیق اکبرؓ کو قرآن پاک میں ثانی اثنین (دو میں سے دوسرے) اور اکرم واتقی (سب سے زیادہ بزرگ و متقی) فرمایا گیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سب سے بڑا محسن اور دوست ان کو قرار دیا۔ امامت ان کے حوالہ فرمائی۔ خلافت وجانشینی ان کے لئے اشارات سے طے فرمادی۔ ایک آدمی نے عرض کیا کہ میں اگر آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو کیا کروں؟ فرمایا ابو بکرؓ کے پاس آجانا کیونکہ (میرے بعد وہ میرے جانشین ہوں گے) آپ نے فرمایا مجھ کو سب سے زائد محبوب ابو بکرؓ ہیں پھر عمرؓ۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ سب سے بہتر و افضل ابو بکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر عثمانؓ۔ اس حدیث کے راوی حضرت علیؓ ہیں۔ ان کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ نے سوال کیا کہ پھر آپ کا مرتبہ کونسا ہے۔ فرمایا کہ میں ایک مسلمان ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

زمانہ میں (آپ کے بعد) کسی کو حضرت ابوبکرؓ کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ کے برابر ان کے بعد حضرت عثمانؓ کے برابر کسی کو نہیں کہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے بعد ہم صحابہ میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف فرما تھے اور ہم یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ آپ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کوئی افضل نہیں ہے۔ اور ان کے بعد عمرؓ پھر عثمانؓ کا مرتبہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ ہمارے آقا اور ہم میں سب سے افضل اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکرؓ تم غار میں میرے ساتھی رہے حوض کوثر پر بھی میرے ساتھی رہو گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس قوم میں ابوبکر موجود ہوں ان کے سوا کسی اور کو ان کا امام بنالینا مناسب نہیں۔ ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں ابوبکرؓ سے کسی چیز میں کبھی بڑھ نہیں سکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا۔ پھر ابوبکرؓ پھر عمرؓ اٹھیں گے الخ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: اے ابوبکرؓ تم میری اُمت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۵۴ تا ص۵۵۶)

چند احادیث کے اس مفہوم مذکور سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اعتقاد بھی یہی تھا کہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد صدیق اکبرؓ خلقِ خدا میں سب سے افضل تھے۔ لیکن اس کو محرم والے مفتی صاحب نہیں مانتے۔ اور وہ صاف صاف صدیق اکبرؓ کی افضلیت کا انکار کرتے ہیں۔ اور ان مذکورہ تمام احادیث کا بھی نہایت بے باکی اور دلیری سے انکار کرتے ہیں۔

صدّیق اکبرؓ کی افضلیت کا انکار

محرم والے مفتی صاحب نے حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم

کی فضیلت وسیادت اور سرداری کے انکار اور اس سلسلہ کی صحیح حدیثوں کے غلط قرار دینے ہی پر بس نہیں کی بلکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مسلّمہ افضلیت کا بھی انہوں نے صاف انکار کر دیا ہے۔ اس طرح انہوں نے صحابۂ کرامؓ، تابعین عظام اہلِ سنت اور اہلِ حق کے خلاف ایک الگ راستہ اختیار کر لیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے مفتی صاحب اپنی کتاب محرم میں لکھتے ہیں کہ:

قرآن پاک میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات کی دیگر تمام عورتوں پر حتیٰ کہ دخترانِ رسول پر اور تمام صحابہ وصحابیات پر افضلیت اور برتری بیان فرمائی گئی ہے۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ۔ (احزاب)	اے نبی کی بیویو! تم تمام عورتوں کے مثل نہیں ہو۔

دوسری جگہ ازواج مطہرات کو خطاب فرمایا گیا ہے۔

وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِہَآ اَجْرَھَا مَرَّتَیْنِ۔ (احزاب)	اور تم میں جو بیوی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور نیک عمل کریں گی ان کو ہم دوہرا اجر دیں گے۔

یہ آیتیں قطعی اور حتمی ثبوت ہیں کہ اُمّہات المؤمنین کا درجہ انبیاءِ کرامؑ کے بعد سب سے افضل ہے۔ تمام صحابہؓ وصحابیاتؓ سے افضل ہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں سے بھی افضل ہے۔ (محرم ص۸۴)

محرم کی اس پیش کردہ عبارت کو بغور ملاحظہ فرمائیے۔ خصوصًا خط کشیدہ الفاظ کو بار بار پڑھئے۔ مفتی صاحب نے اس میں اُمّہات المؤمنینؓ کو تمام صحابہؓ وصحابیاتؓ سے افضل قرار دیا ہے۔ ان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو اور صحابہؓ وصحابیاتؓ سے افضل و برتر بتایا ہے۔ یعنی ان کے نزدیک خلفائے راشدینؓ اور باقی صحابہؓ وصحابیاتؓ کا مرتبہ ازواجِ مطہرات و بنات طاہراتؓ کے بعد ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

صحابہ و تابعین، اہلِ سنت و جماعت اور اہلِ حق کے نزدیک خلفائے راشدین (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ) سب صحابہ و صحابیات سے افضل ہیں۔ اور صدیق اکبرؓ انبیاءؑ و مرسلینؑ کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ اس کی قدرے تفصیل آپ قریب ہی میں پڑھ چکے ہیں۔ افسوس ہے کہ مفتی صاحب نے اہلِ حق کے متفقہ عقیدہ کی خلاف ورزی کر کے اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کو چھوڑ دیا۔ اور آیاتِ قرآنی کو اپنے خیال فاسد کی بیجا دلیل بنا کر انہوں نے تحریف کے جرم کا بھی ارتکاب کیا ہے۔ اور اس اچھوتے کارنامہ سے وہ صدیق اکبرؓ کے دشمنوں شیعوں اور رافضیوں کو بھی خوش نہ کر سکے۔ اسلئے کہ وہ لوگ حضرات شیخین کی طرح امہات المومنینؓ کو بھی مرتد مانتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

آیاتِ مذکورہ کا صحیح مطلب

ان آیاتِ مذکورہ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ازواجِ مطہرات سب سے افضل ہیں۔ بلکہ آیت یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو خطاب کر کے اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ تم کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا امتیازی شرف حاصل ہے۔ تمہاری حیثیت عام مومن عورتوں کی طرح نہیں ہے اسلئے جو احکام و اعمال سب مسلمان عورتوں پر لازم و واجب ہیں تم کو ان کا اہتمام اور عورتوں سے زیادہ کرنا چاہئے۔

اور آیت وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ الخ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے شرف اور آپ کی خدمت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا مرتبہ بلند فرمایا۔ اور دوسری عورتوں کے اجر و ثواب سے تمہارے اجر و ثواب کو بڑھا کر دوگنا کر دیا گیا ہے۔ یعنی تمہارا ایک نیک عمل عام عورتوں کے دو نیک عملوں کی برابر ہوگا۔ جیسا کہ اس آیت سے پہلی آیت میں اس بات

پر تنبیہ فرمائی گئی تھی کہ اگر تم میں سے کسی نے گناہ کیا تو دوہری سزا دیجائے گی۔

حاصل یہ ہے کہ اس آیت میں صرف یہ بتایا گیا کہ ازواجِ مطہرات کو اُن کے نیک اعمال پر دوہرا اجر ملیگا۔ افضلیت کے مسئلہ سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔ اس میں ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ تمام صحابہؓ اور صحابیاتؓ سے افضل ہوگئیں اسلئے ان آیات کو افضلیت کے مسئلہ کی دلیل بنانا بے محل اور قرآن مقدس میں معنوی تحریف ہے۔ ہاں اس سے اُمہات المومنین کی عام عورتوں کے مقابلہ میں فضیلت مفہوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض دوسروں کو اللہ تعالیٰ اُن سے بھی زیادہ اجر عطا فرمائیں۔ یہ تو امورِ غیبیہ میں سے ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں

دوہرا اجر ہونا افضلیت کا قطعی ثبوت نہیں

اگر ازواجِ مطہرات کو تمام صحابہؓ وصحابیاتؓ سے افضل اسلئے مانا جائے کہ ان کو ہر عمل پر دوہرا اجر ملتا ہے۔ تو اس سے یہ بات نکل آئے گی کہ جسکو بھی اسکے عمل پر دوہرا اجر ملنے کا وعدہ ہے اس کا مرتبہ تمام صحابہؓ وصحابیاتؓ سے بڑھ جائے۔ اس کے بعد ہم آپ کو بخاری شریف ومسلم شریف کی ایک حدیث کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس میں تین قسم کے لوگوں کے لئے دوہرے اجر کا ذکر ہے۔ ایک وہ اہل کتاب جو اپنے سابق نبی پر ایمان لایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ دوسرا وہ غلام جو اللہ کی عبادت اور اپنے آقا کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہو۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کی ملک میں کوئی باندی تھی جس سے صحبت کرنا اس کو جائز تھا، اُس نے اس باندی کو خوب ادب اور تعلیم دیکر آزاد کیا۔ اور خود اُس سے نکاح کر کے اُس کو اپنی بیوی بنالیا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان تینوں کو دوہرا اجر ملیگا۔ (مشکوٰۃ صلا)

مفتی صاحب سے پوچھئے کہ ازواجِ مطہرات کو تو دوہرا اجر ملنے کی بنا پر

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

آپ نے تمام صحابہؓ وصحابیاتؓ سے افضل قرار دیدیا۔ ان تینوں قسم کے لوگوں کو آپ تمام صحابہؓ وصحابیاتؓ سے افضل کیوں نہیں قرار دیتے۔ جبکہ ان کو بھی دُہرا اجر ملتا ہے۔ اگر وہ حدیث کے بارے میں کچھ فرمائیں تو یہ حدیث بخاری ومسلم کی حدیث ہے جس کے صحیح ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ اچھا لیجئے ہم قرآن مقدس کی ایک آیت بھی اس سلسلہ کی پیش کیئے دیتے ہیں جس میں قطعی اور حتمی طور پر امہات المؤمنینؓ کی طرح دوہرا اجر اُن اہل کتاب کے لئے بھی ثابت ہوتا ہے جو اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ۔ (سورہ قصص)	اُن (اہل کتاب کو جو مسلمان ہوئے)۔ دوہرا اَجر دیا جائے گا۔

قیصر روم کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نامۂ مبارک لکھا تو اس میں اسی آیت قرآنی کی وجہ سے اس کو یہ لکھا یا تھا يُؤْتِكَ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ (تو ایمان لے آئیگا تو اللہ تعالیٰ تجھ کو دوہرا اَجر دیں گے) ـــــ (بخاری شریف)

اب اس حتمی اور قطعی ثبوت کے بعد بھی کیا مفتی صاحب بے دھڑک یہ فتویٰ دے سکتے ہیں ؟ کہ اہل کتاب مسلمان ہو کر قطعی اور حتمی ثبوت کی وجہ سے تمام صحابہؓ وصحابیاتؓ سے افضل ہو جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو سوچنا پڑیگا کہ افضلیت کی وجہ دوہرے اجر وثواب کے علاوہ اور کوئی چیز ہے۔

صدیق کا مقام امت میں سب سے بلند ہوتا ہے

جن لوگوں پر اللہ جل شانہٗ کا خصوصی انعام ہوا ہے۔ یا جو منزل مقصود تک پہنچنے والے کامیاب مسافر ہیں۔ اور جن کی پیروی اور راہِ ہدایت کی توفیق کا سوال ہم نمازوں میں کرتے ہیں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ (فاتحہ)	ہمکو سیدھے راستہ پر چلایئے اُن لوگوں کے راستہ پر جن پر آپنے (خاص) انعام فرمایا ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

وہ حضرات چار قسم کے ہیں۔ سورۂ نساء کی ایک آیت میں ان کو ترتیب وار اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (نساء) آیت ۶۹	اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ لوگ ان کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام فرمایا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو چار قسموں میں تقسیم فرما کر انکے درمیان ترتیب قائم فرمائی ہے۔ سب سے اونچا مرتبہ نبیوں کا ہے۔ ان کے مرتبہ پر کوئی امتی حتیٰ کہ صدیق بھی نہیں پہونچ سکتا۔ اسی طرح غیر صدیق امتی خواہ وہ شہید ہی کیوں نہو صدیق کے مرتبہ پر نہیں پہونچ سکتا۔ اور صلحاء کا مرتبہ شہداء کے بعد ہے۔ حاصل یہ ہے کہ صدیقیت کا مقام نبوت کے مقام کے بعد سب سے بلند ہے۔ اس کے مقام بلند تک کوئی دوسرا صحابی نہیں پہونچ سکتا۔ جس طرح غیر صحابی کسی صحابی کے مقام بلند تک نہیں پہونچ سکتا۔ خواہ وہ غیر صحابی صدیق ہی کیوں نہو۔ اس سے یہ بات اجمالی طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ صدیق اکبرؓ کے مقام بلند پر نہ عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ پہونچ سکتے ہیں گو وہ شہید ہیں۔ اور نہ کوئی دوسرے صحابیؓ یا صحابیہؓ ان کے مقام پر پہونچ سکتے ہیں۔

اَجر و ثواب بقدرِ مرتبہ ہوتا ہے

اللہ جلّ شانہٗ جس شخص کیلئے جو مقام و مرتبہ طے فرما دیتے ہیں اسی کے اعتبار سے اَجر و ثواب بھی عطا فرماتے ہیں۔ مثلاً جن خوش نصیبوں کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ نے صحابیت کا شرف تجویز فرما دیا ان کے اجر و ثواب کو بھی ان کی شان کے لائق طے فرما دیا ہے۔ چنانچہ غیر صحابی کتنا ہی عظیم الشان ہو وہ صحابیؓ

کے مقام تک نہیں پہونچ سکتا۔ اور نہ اس کے عمل کا اجر صحابی کے عمل کے اجر تک پہنچ سکتا ہے۔ غیر صحابی کا اُحد پہاڑ کی برابر سونا صدقہ کر دینا کسی صحابی کے ایک یا آدھے مُد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جن خوش نصیب عورتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت وخدمت کا شرف ملا ہے دوسری عورتیں اجر وثواب میں ان کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ ازواج مطہرات کو ہر ایک عمل پر دُو عملوں کا اجر ملے گا۔ اسی طرح عام صحابہؓ، خلفائے راشدینؓ جیسا اجر اپنے اعمال پر نہ پا سکیں گے۔ اور تینوں خلفاء صدیق اکبرؓ کے اجر ومرتبہ کو نہیں پا سکتے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی زندگی بھر کی نیکیاں صدیق اکبرؓ کی صرف ایک نیکی کی برابر ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث اور حضرت عمرؓ کا قول گذرا ہے۔ اب اندازہ لگایا جائے کہ صدیق اکبرؓ کے اعمال کا ثواب ازواج مطہرات کی طرح صرف دوہرا ہی نہیں کروڑوں گنا بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ صدیق وغیر صدیق کے اخلاص، محبت حق ومعیت الٰہیہ میں عظیم فرق ہوتا ہے۔ اسی اعتبار سے اجر وثواب میں بھی فرق ہوتا ہے۔ اور انہیں چیزوں پر ثواب کا مدار ہے۔ اس کی تفصیل سابق میں آچکی ہے۔ پھر جس کو حق تعالیٰ جس مقام بلند کیلئے منتخب فرما لیتے ہیں درحقیقت اسی کو وہ مقام ملتا ہے۔

اس سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آیت شریفہ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ (اور آپکا پروردگار جو چاہے پیدا فرماتا ہے اور منتخب فرماتا ہے) کے تحت امام بغویؒ نے اپنی تفسیر میں اور علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد کے مقدمہ میں اس آیت شریفہ کے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ مشرکوں نے کہا تھا کہ یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں ہوا جس سے اس کی قدر ہوتی اور سب لوگ اس کو مان لیتے۔ اس کے جواب میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ جس مالک نے تمام مخلوقات کو

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

بغیر کسی کی امداد کے خود پیدا فرمایا ہے۔ تو یہ اختیار بھی اسی کو حاصل ہے کہ وہ اپنے کسی خاص اعزاز کے لئے اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہے منتخب فرمالے۔ اس میں وہ تمہاری تجویزوں کا کیوں پابند ہو کہ فلاں اس کا مستحق ہے فلاں نہیں۔

حافظ ابن قیمؒ نے اس آیت سے ایک عظیم الشان ضابطہ اخذ کیا ہے کہ معیارِ فضیلت اختیار وانتخاب خداوندی سے ہی ہوتا ہے۔ کسب کو اس میں چنداں دخل نہیں ہوتا۔ اس نے ساتوں آسمانوں کو ایک مادہ سے پیدا فرما کر تمام آسمانوں پر اوپر والے آسمان کو، تمام جنتوں پر جنت الفردوس کو، تمام فرشتوں پر جبرئیل ومیکائیل واسرافیل کو، عام فرشتوں پر ملائکہ مقربین کو، سارے نبیوں پر اُولو العزم رسولوں کو، اور اُولو العزم نبیوں پر حضرت ابراہیم وحضرت محمد علیہما السلام کو، ابراہیم اور تمام انبیاء پر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو، تمام اُمتوں پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو، ساری امت محمدیہ پر صحابہؓ کو، ساری امت محمدیہ اور تمام صحابہ پر خلفاء راشدین کو۔ اور خلفائے ثلاثہ پر صدیق اکبرؓ کو خاص فضیلت عطا فرمائی۔ (وغیرہ وغیرہ) علامہ ابن قیمؒ نے اس موضوع پر بڑا تفصیلی کلام کیا ہے۔ اور اخیر میں صحابہ کرامؓ کی ترتیب فضیلت اور صدیق اکبرؓ کی افضلیت وبرتری کو اسی معیار سے ثابت کیا ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ کا ایک مستقل رسالہ فارسی زبان میں اس موضوع پر ہے جس کا اُردو ترجمہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے بنام ”بعض التفضیل لمسئلۃ التفضیل“ کیا اور اپنی کتاب احکام القرآن میں سورۂ قصص میں اس کو انہوں نے عربی میں تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ (مقدمہ زاد المعاد ومعارف القرآن ص ۶۴۶ و ۶۴۷ ج ۶)

ناظرین کو اس مختصر سی تحریر سے معلوم ہو گیا کہ ازواجِ مطہرات کے لئے دوہرے اجر کی آیت سے ان کی تمام صحابہؓ وصحابیاتؓ پر افضلیت، فوقیت اور برتری ثابت کر دینا عقل ونقل کے خلاف ہے۔ اور افضلیت کے مسئلہ پر

وَمَنْ يَّقْنُتْ کی آیت کو دلیل بنانا لاعلمی و جہالت ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے

ہیں ولا یخفی فضل الشیخین علی سائر الصحابۃ الا علی غبی فکیف یخفی

علی ھٰؤلاء الائمۃ بل قد قال غیر واحد من العلماء کایوب والدارقطنی

من قدم علیاً علی عثمان فقد ازری بالمھاجرین والانصار و

ھٰذا الکلام حق وصدق وصحیح ملیح۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۲/۸۷)

یعنی تمام صحابہ کے مقابلہ میں شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کی برتری احمق کے سوا کسی پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ تو ان بڑے بڑے اماموں پر کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔؟ بلکہ ایوب اور دارقطنی جیسے بہت سے علماء نے فرمایا ہے کہ جو شخص حضرت علیؓ کو حضرت عثمان غنیؓ سے افضل سمجھے درحقیقت اس نے تمام صحابہ مہاجرین و انصار کی توہین کی (کیونکہ انہوں نے جس کو افضل سمجھا اسی کو پہلے خلیفہ بنایا۔ ترتیب خلافت فضیلت و فوقیت ہی کے اعتبار سے رکھی گئی ہے۔ اس لئے اس ترتیب کے خلاف کہنے والا صحابہ کی توہین کرتا ہے) فرماتے کہ یہ کلام حق ہے، سراپا صداقت ہے اور صحیح ہے۔ اور نہایت پُرلطف ہے۔ فقط نسیم احمد غازی مظاہری

استفتاء

بخدمت مفتیانِ کرام اہل السنۃ والجماعۃ کثر اللہ سوادکم۔

بعد سلام مسنون و آداب لائقہ معروض آنکہ زید آیات قرآنی یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اور وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِھَآ اَجْرَھَا مَرَّتَیْنِ کو مستدل بنا کر لکھتا اور کہتا ہے کہ یہ آیتیں قطعی اور حتمی ثبوت ہے کہ امہات المؤمنین کا درجہ انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہے تمام صحابہؓ و صحابیاتؓ سے حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں سے بھی افضل ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

(۱) سوال یہ ہے کہ ایسا لکھنے اور کہنے والے کا کیا حکم ہے۔ آیا اہلسنت میں داخل ہے یا گمراہ ہے۔ (۲) ایسا عقیدہ درست ہے یا نہیں۔ ایسے شخص کو مفتی یا امام یا کسی اہلسنت کے مدرسہ میں مدرس و معلم یا مفتی بنانا کیسا ہے؟

(۳) ایسے شخص کی تقریر و وعظ سننا، اس سے شادی بیاہ وغیرہ مراسم اسلامی رکھنا کیسا ہے۔ جو حکم شرع ہو صاف صاف معہ حوالہ کتب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۴) حضرت حسنؓ و حسینؓ کو امام کہنا شرعاً کیسا ہے۔؟

(۵) حضرت حسنینؓ کے مناقب میں حدیث اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اور حضرت فاطمہؓ کی توصیف میں حدیث اِنَّ فَاطِمَةَ سَیِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (مندرجہ بالا دونوں حدیثوں) کا خطبہ جمعہ و عیدین میں پڑھنا کیسا ہے۔ کیا ان کی سند میں کوئی راوی غیر ثقہ بھی ہے جس کی بنا پر یہ حدیثیں ناقابل قبول ہوں۔

(۶) یزید کے بارے میں جمہور علماء کا کیا مسلک ہے۔ کیا اس کی ایسی توصیف کی جا سکتی ہے کہ جس سے حضرات حسنینؓ کی توہین ظاہر ہوتی ہو۔

المستفتی محمد خالد مقیم دادا والی مسجد گلشہید مرادآباد
۴ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

فتویٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب: حامداً و مصلیاً امّا بعد۔

(۱) اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ تمام صحابہؓ و صحابیاتؓ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے افضل ہیں۔ اور امہات المومنینؓ میں حضرت عائشہؓ سب (ازواج) سے افضل ہیں۔ صاحبزادیوں میں حضرت فاطمہؓ سب (بیٹیوں)

سے افضل ہیں۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عائشہؓ افضل ہیں یا حضرت فاطمہؓ۔ اسمیں علماء کے دونوں قول ہیں۔ اس شخص کے اگر تمام عقائد ایسے ہی ہیں تو یہ بدعتی ہے۔ اس کو امام بنانا یا کسی مذہبی مدرسہ کا مدرس یا مفتی بنانا درست نہیں ہے۔ اس کی وعظ و تقریر سُننے سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے۔ (۴) حضرات حسنینؓ امام ہیں۔ ان کو امام کہنا درست ہے۔ ان کے فضائل احادیث میں کثیر ہیں۔ یہ دونوں روایتیں خطبوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ اور کتب حدیث میں موجود ہیں۔ بندہ کو ان کی سند کا حال معلوم نہیں۔ (۵) یزید فاسق ہے حسنینؓ کے مقابل اس کو فضیلت دینا ہرگز درست نہیں ہے۔ فقط

حررہٗ احقر عبدالعزیز عفی عنہ
مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور
۱۵ ؍ صفر ۱۴۰۲ھ

(مہر)

جواب صحیح ہے
یحییٰ غفرلہٗ
۱۷ / ۲ / ۱۴۰۲ھ

خاتمہ

(۱) ناظرین کرام سے درخواست ہے کہ زیر نظر کتاب "محرم پر ماتم" کو غور و فکر اور انصاف کی نظر سے دیکھیں۔ جذبات میں ڈوب کر یا طرفداری کا چشمہ لگا کر اس کا مطالعہ نہ فرمائیں تاکہ آپ پر یہ واضح ہو جائے کہ ہم نے صرف ملت کی خیر خواہی میں یہ اوراق سیاہ کئے ہیں اور بس۔

(۲) اختصار ملحوظ رکھنے کے باوجود تحریر طویل ہو گئی۔ گو طول سے بچنے کیلئے ہم نے جزوی بحثوں اور تفصیلی فتوؤں کو بھی کتاب میں درج نہیں کیا، ورنہ یہ کتاب ہزاروں صفحات پر پھیل جاتی ۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

ملے جو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی ؛ عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لئے

(۳) کئی ماہ کا عرصہ ہوا کہ کتاب "محرم پر ماتم" تقریباً مکمل ہو چکی تھی لیکن قوی موانع کی وجہ سے تشنۂ تکمیل رہی۔ ادھر کاتبوں کی لیت ولعل نے اس کو مزید مؤخر کر دیا۔ الحمد للہ آج اس کی تکمیل اور آخری اجزاء پر نظر ثانی سے فراغت ہو گئی، اور جو کچھ لکھا جا چکا تھا اسی پر ہم نے بس کر دی ؎

اندکے با تو گفتیم و بدل ترسیدیم ؛ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

غازی قلم کو تھام لے ماتم کو ختم کر ؛ فوج یزید ہو گئی رسوا زمانے میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصّٰلِحٰتُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِ الْمَوْجُوْدَاتِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ مَادَامَتِ الْاَرْضُ وَالسَّمٰوٰتُ۔

نسیم احمد غازی مظاہری مقیم سرائے پختہ مراد آباد، یوپی

۲۹ ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ یوم الجمعة

(۱) درسی تفسیر پ۲۹ و پ۳۰ یکجا مجلد

(۲) مرآۃ الانوار شرح اردو مشکوٰۃ الآثار، یکجا مجلد

(۳) حدیث جبرئیل معہ چہل حدیث

(۴) اخلاص وللٰہیت اور حدیث نیت

(۵) بخاری شریف کی آخری حدیث

(۶) علماء کا ادب واحترام

(۷) عباد الرحمٰن (اللہ کے خاص بندوں کی پہچان)

(۸) خلاصۂ تورات معہ آیاتِ بینات

(۹) تحفۂ عید رمضان و تحفۂ عید قربان (یکجا مجلد)

(۱۰) مجموعہ بیان رمضان

(۱۱) مجموعہ تحفۃ النساء

(۱۲) محرم پر ماتم

(۱۳) حیات اسعد

(۱۴) خطبات غازی حصہ اوّل

(۱۵) مجموعہ انوار حیات

(۱۶) مجموعہ اسرار حیات

(۱۷) مجموعہ فیضان حرم

(۱۸) مجموعہ اشکوں کی بارشیں

(۱۹) ارشاد السالکین۔

ناشر

مکتبہ نسیمیہ سرائے پختہ مراد آباد (یوپی)

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

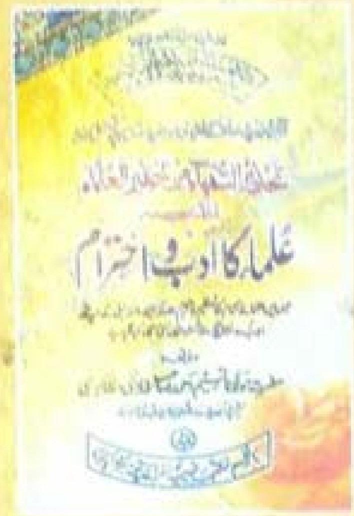

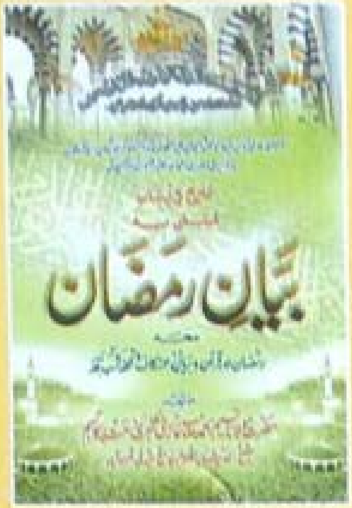

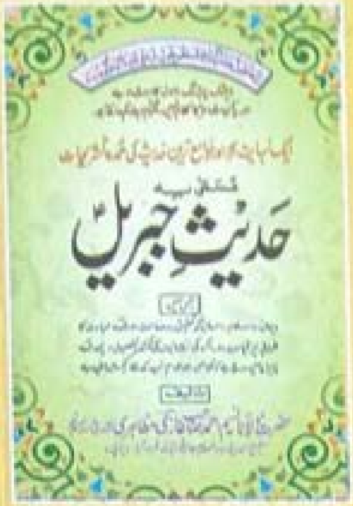

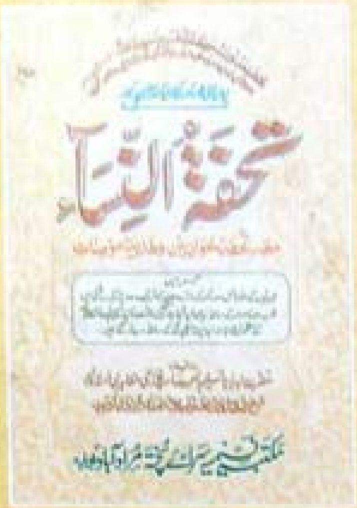

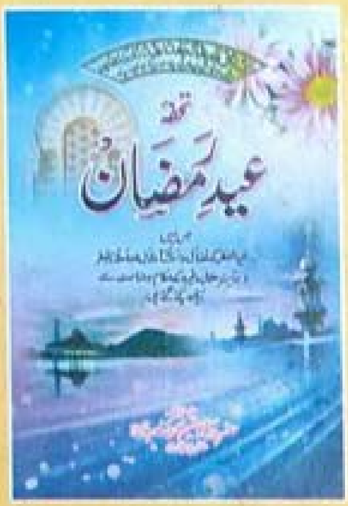

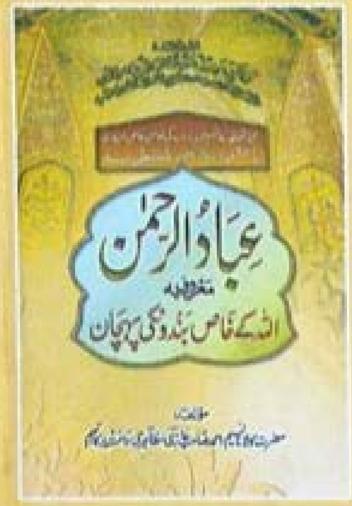

ناشر

مکتبہ نعیمیہ سرائے پختہ مراد آباد (یوپی)

فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ
FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.
Corp. off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, N.Delhi-2
Phones: 91-11-23289786 / 23289159 Fax: 23279998
E-mail: farid@ndf.vsnl.net.in • Website: faridexport.com

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1